گاؤں کی کہانی

مصنفہ

لارا انگلز وائلڈر

مترجم

شوکت علی خاں

پبلشرز

انڈین اکیڈمی، ۲۹ نریندرا پیلس، نئی دہلی ۱

بار ..... اول

قیمت .... دو روپے

(یونین پرنٹنگ پریس دہلی)

فہرست عنوانات

پہلا باب

حیران کن بات

ایک روز شام کے کھانے پر پاپا نے پوچھا "لارا! کیا تم شہر میں کام کرنا پسند کرو گی؟"
لارا کچھ نہ بولی۔ نہ ہی اور کوئی کچھ بولا۔ سب اس طرح خاموش بیٹھے تھے جیسے جم گئے ہوں۔
گریس کی نیلی آنکھیں ٹمین کے پیالے کی طرف اٹھی رہ گئیں۔ کیری کے دانت روٹی کے ایک ٹکڑے میں گڑے رہ گئے اور میری کے ہاتھ میں جو کانٹا تھا وہ جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ ماں جو کیتلی کی ٹونٹی سے پاپا کی پیالی کو کنارے تک بھر رہی تھیں، بھرتے بھرتے کیتلی کو نیچے رکھ کر پاپا سے پوچھنے لگیں "چارلس! تم نے کیا کہا؟" پاپا نے جواب دیا۔ "میں نے لارا سے پوچھا ہے کہ کیا وہ شہر میں کام کرنا پسند کرے گی؟" یہ سن کر ماں کو اچنبھا ہوا کہ کام اور ایک لڑکی کے لئے اور وہ بھی شہر میں۔ انہوں نے پوچھا "کس قسم کا کام ہے؟ چارلس، میں کبھی بھی لارا کو کسی ہوٹل میں طرح طرح کے اجنبیوں کے ساتھ کام کرنے نہیں جانے دوں گی۔"

پاپا نے کہا "ارے، تم سے یہ کس نے کہا؟ جب تک کہ میں زندہ ہوں اور چلنے پھرنے کے قابل ہوں ہماری کوئی لڑکی ایسا نہیں کر سکتی۔" یہ سن کر ماں نے معذرت چاہی اور کہنے لگیں "چارلس۔ تم نے مجھے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ آخر وہ ایسا کونسا کام ہے جو لارا کر سکتی ہے۔ اس کی عمر تو ابھی کسی اسکول میں پڑھانے کے لئے بھی موزوں نہیں۔" اس دوران میں جب پاپا نے یہ سب بتایا لارا شہر کے بارے میں سوچتی رہی۔ اس نے اپنے موجودہ گھر کے بارے میں بھی سوچا جہاں

اس کے سب گھر والے ایک مصروف زندگی گزار رہے تھے اور موسم بہار کی نیرنگیوں
سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ فی الحال اس کا دل کسی تبدیلی کو نہ چاہتا تھا۔ وہ
شہر میں کام کرنا نہ چاہتی تھی۔

دوسرا باب

موسم بہار کا آغاز

اکتوبر کے بعد جب برف گرتا بند ہو گئی سارا خاندان اپنے قصبہ چلا گیا جہاں لارا تھوڑے عرصہ کے لئے اسکول بھی گئی۔ لیکن پھر وہ دن آ گئے کہ برفانی طوفانوں کی وجہ سے اسکول بند کرنے پڑے۔ پورے جاڑوں برفانی طوفان گھروں کے اطراف گرجتے رہے یہاں تک کہ ایک گھر سے دوسرا گھر مطلق دکھائی نہ دیتا تھا، نہ ہی روشنی کی ادنیٰ شعاع تک کہیں دکھائی دیتی تھی۔ جوں جوں دن اور رات گزرتے جاتے تھے طوفان کا زور و شور بھی بڑھتا جاتا تھا۔ برف باری کے شور و غل میں کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی اور نہ ہی کچھ دکھائی دیتا تھا بس گھپ اندھیرا تھا۔

پورے جاڑوں سارا خاندان موسم کی خرابی اور سردی کی سختی اور شدت کی وجہ سے زیادہ تر اپنے چھوٹے سے باورچی خانے میں ہی پناہ گیر رہنے لگا تاکہ دن بھر کی روٹی کے لئے ہاتھ کی چکی سے کافی آٹا پیس کر اور چولھے میں زیادہ سے زیادہ گھاس جلا کر بھوک اور سردی سے محفوظ رہ سکے۔

اس طویل سردی میں اُمید کی کرن صرف یہی تھی کہ یہ سردی کبھی نہ کبھی تو ضرور ختم ہو جائے گی، طوفان بھی تھم جائیں گے، سورج دوبارہ اپنی آب و تاب سے چمکے گا اور سب افراد خاندان قصبہ سے اپنی مملوکہ زرعی آراضی کے قدیم مسکن کی طرف لوٹ جائیں گے اب بہار کا موسم تھا۔ گیاہستان ڈکوٹا پر ہر طرف دھوپ ہی دھوپ چھائی ہوئی تھی جس کی روشنی اور حرارت بے حد خوشگوار تھی۔ یقین نہ آتا تھا کہ گھاس کے ان وسیع

خطوں میں کبھی ایسے کڑاکے کی سردی اور برف کے ایسے تند و تیز طوفان بھی برپا ہوئے ہوں گے۔ اپنے گھر واپس آنا بڑا ہی مسرت خیز تھا۔ لارا کا دل ہر وقت گھر سے باہر گھومنے کو چاہتا تھا۔ وہ سوچتی تھی کہ دھوپ میں جتنا بھی غسل آفتابی کر لیا جائے غنیمت ہے ورنہ ایسا اچھا موقع پھر ملے یا نہ ملے۔

علی الصبح جب وہ دلدل کے کنارے والے کنوئیں کی طرف پانی بھرنے جاتی تو سورج اپنی رنگ برنگے ابر کی اوٹ سے نکلتا ہوا دکھائی دیتا۔ لوے اور چنڈول شبنم میں نہائے ہوئے مرغزاروں پر چہکتے ہوئے اڑتے پھرتے اور جنگلی خرگوش پگڈنڈیوں کے آس پاس کلیلیں کرتے پھرتے یا ادھر ادھر بیٹھے ہوئے گھانس کی کونپلیں کتر کتر کر کھاتے رہتے۔ ان کی آنکھوں کی تابناکی اور لمبے لمبے کانوں کی جنبش دیکھنے کے قابل ہوتی۔

لارا جھونپڑی کے اندر صرف اتنی دیر کے لئے گئی کہ پانی کی بالٹی رکھ کر وہاں سے دودھ دوہنے کی بالٹی اٹھا لائے۔ اس کے بعد دوڑی ہوئی وہاں پہنچی جہاں اس کی گائے ایلن نئی اگی ہوئی میٹھی گھاس چر رہی تھی۔ جتنی دیر لارا دودھ دوہتی رہی ایلن کھڑی چپ چاپ جگالی کرتی رہی۔

جب اس کے تھن سے تازہ دودھ کی دھاریں بالٹی کے اندر گر گر کر گاڑھی جھاگ ابھارنے لگتیں تو خالص دودھ کی گرم اور سوندھی مہک کے ساتھ موسم بہار کی خوشبوئیں بھی گڈمڈ ہو جاتیں۔ لارا کے ننگے پاؤں شبنم آلود گھاس سے تربتر اور ٹھنڈے ہو گئے تھے لیکن دھوپ میں لگاتار کام کرنے کی وجہ سے اسے اپنی گدی کے قریب گرمی محسوس ہو رہی تھی۔ دودھ دوہتے وقت ایلن کا پیٹ لارا کے گال سے چھو رہا تھا جو اسے گرم محسوس ہوتا تھا۔ ایلن کا چھوٹا سا بچھڑا جو کھونٹے کے ساتھ ایک چھوٹی رسی سے بندھا ہوا تھا بڑی بے قراری سے چلا رہا تھا اور

پیار سے مو، مو، کر کے اس کا جواب دے رہی تھی۔

جب لارا دودھ کا آخری قطرہ تک نکال چکی تو دودھ بھری بالٹی جھونپڑی میں لے گئی۔ ماں نے تھوڑا سا گرم اور تازہ دودھ بچھڑے کی بالٹی میں ڈال دیا اور باقی سب دودھ ایک صاف سفید کپڑے میں چھان کر ٹین کے تسلوں میں بھر لیا جنھیں لارا احتیاط سے تہ خانے میں لے گئی اور ماں نے پچھلی رات کے دودھ میں سے ملائی کی موٹی موٹی تہیں اتار کر مکھن نکلے ہوئے دودھ کو بچھڑے کی بالٹی میں ڈال دیا اور لارا بھی کے بچھڑے کو دودھ پلانے کے لئے یہ بالٹی اٹھالے گئی۔

بچھڑے کو دودھ پلانا کوئی آسان کام نہ تھا مگر دلچسپ ضرور تھا۔ لپکپاتی ہوئی ٹانگوں والا بچھڑا قدرتاً یہی سمجھتا تھا کہ سر جھکا کر زور زور سے ٹکر مارتے سے ہی دودھ مل سکتا ہے اس لئے جب بالٹی سے اُسے دودھ کی بو آتی تو بالٹی کو بھی سر سے ٹکرانے کی کوشش کرتا۔

لارا بہتیری کوشش کرتی کہ بچھڑا بالٹی سے دودھ گرائے بغیر پینا سیکھ جائے کیونکہ وہ اس نئے طریقہ سے دودھ پینا نہیں جانتا تھا۔ اپنی انگلیوں کو دودھ میں ڈبو کر بچھڑے کی کھردری زبان سے چسواتی اور پھر بہت آہستہ سے بچھڑے کا منہ دودھ کی بالٹی میں جھکا دیتی۔ لیکن ہوتا یہ کہ بچھڑے کی ناک میں کچھ دودھ چڑھ جاتا جسے وہ ہیں زور سے چھینک کر باہر نکال دیتا اور دودھ بالٹی سے چھلک کر باہر گر جاتا۔

بھوکا بچھڑا پھر زور سے دودھ پر لپکتا اور اتنے زور زور سے اپنا منہ دودھ میں ڈبوئے رہتا تھا کہ لارا کو بالٹی سنبھالنی مشکل ہو جاتی۔ کبھی تو دودھ چھلک کے بچھڑے کے سر پر جا پڑتا اور کبھی لارا کے دامن پر

مگر پھر بھی بہت ہی صبر و سکون کے ساتھ لارا دوبارہ اپنی انگلیوں کو دودھ میں ڈبو کر بچھڑے کو چٹاتی۔ شروع سے اخیر تک اس کی یہی کوشش رہتی تھی کہ دودھ ضائع نہ جائے اور بچھڑا دودھ پینا سیکھ جائے آخر کار ان سب کوششوں کی بدولت تھوڑا بہت دودھ بچھڑے کے پیٹ میں پہنچ ہی جاتا تھا۔

اس کے بعد لارا نے کھونٹے گھوڑے اور ایک ایک کر کے ایلن اور اس کے ننھے بچھڑے اور ایک سالہ بچھڑے کو ٹھنڈی اور ملائم گھاس کے میدان میں لے گئی اور لوہے کے کھونٹوں کو زمین میں گہرا گاڑ دیا۔ سورج اب کافی بلند ہو چکا تھا اور سارا آسمان نیلا ہی نیلا دکھائی دیتا تھا اور زمین پر جس طرف نظر ڈالو لہراتی ہوئی گھاس کا سمندر دکھائی دیتا تھا۔ ماں پکار رہی تھیں۔

"لارا جلدی کرو ناشتہ تیار ہے!"

لارا نے جھونپڑی میں جا کر جلدی جلدی سلفچی میں منہ ہاتھ دھو کر گدلے پانی کو بوچھاڑ کی شکل میں ہریاول پر پھینک دیا تاکہ دھوپ اسے جلد خشک کر دے۔ اس کے بعد اپنے بالوں میں اوپر ہی اوپر سے نیچے لٹکتی ہوئی چوٹی تک کنگھا کیا کیونکہ ناشتہ سے پہلے اس کو کبھی اتنا وقت ہی نہ ملتا تھا کہ چوٹی کھول کر اچھی طرح سے بالوں میں برش پھیر کے گوندھ سکے یہ صبح کے سارے کام کاج سے فارغ ہونے کے بعد ہی ممکن تھا۔

لارا کھانے کی میز پر میری کے قریب جا بیٹھی اور صاف سنہرے سرخ رنگ کے چوخانہ دار میز پوش اور اس پر رکھے ہوئے چمکدار کھانے پینے کے برتنوں پر سے نگہ دوڑاتی ہوئی اپنی چھوٹی بہن کیری اور ننھی بہن گریس کے صابن سے دھلے ہوئے اور صبح کی تازگی لئے ہوئے شگفتہ چہروں اور بلور جیسی آنکھوں کو دیکھنے کے بعد اپنے پاپا اور ماں کے ہشاش بشاش اور متبسم چہروں کو بھی دیکھا۔ دروازے اور کھڑکی سے داخل ہوتی ہوئی نسیم سحر کے جھونکے اسے بے حد خوشگوار معلوم ہو رہے تھے۔ اس نے

ایک گہری سانس لی۔ پاپا نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ لارا کیا محسوس کر رہی ہے۔ "میرا بھی خیال یہی ہے کہ بہت ہی خوشگوار صبح ہے" انھوں نے کہا۔

"صبح بہت ہی خوبصورت ہے" ماں نے بھی اتفاق کیا۔

ناشتہ کے بعد پاپا پیسم اور ڈیوڈ دونوں گھوڑوں کو ہانک کر جھونپڑی کی مشرقی سمت گیاہستان میں اس جگہ لے گئے جہاں اناج بونے کے لیئے زمین تیار کی جا رہی تھی۔ ماں نے سب بچوں کے لئے گھر کے دن بھر کے کام کا جائزہ لیا۔ لارا کو سب سے زیادہ وہ دن پسند تھے جب ماں کہتیں "مجھے باغ میں کام کرنا ہے"۔

میری گھر کا سارا کام کرنے کے لیئے خوشی سے تیار ہو گئی تاکہ لارا ماں کی کچھ مدد کر سکے۔ میری نابینا تھی اس سے پہلے بھی جب لال بخار کی بیماری میں اس کی شفاف نیلی آنکھوں کی روشنی چلی گئی میری کو گھر سے باہر دھوپ اور ہوا میں کام کرنا پسند نہیں تھا وہ اس بات سے بہت خوش تھی کہ اب گھر میں رہ کر کام کرنے کا موقع ملے گا۔ اس نے مسرور ہو کر کہا "مجھے وہیں کام کرنا چاہیئے جہاں میں اپنی انگلیوں سے ٹٹول کر کام کر سکوں۔ نرائی کے وقت میں ہاتھ میں کھرپی پکڑ کر شکر کی بیل اور گھاس میں فرق نہیں بتا سکتی۔ لیکن میں کھانے پینے کے برتن اچھی طرح مانجھ سکتی ہوں، بستر بچھا سکتی ہوں اور گریس کی دیکھ بھال بھی کر سکتی ہوں"۔

کیری کو اس بات پر فخر تھا کہ دس برس کی چھوٹی سی عمر ہونے کے باوجود گھر کے تمام کام کاج میں وہ میری کا ہاتھ بخوبی بٹا سکتی تھی۔ لہٰذا ماں اور لارا باغ میں کام کرنے کے لیئے چلی گئیں۔

امریکہ کے مشرقی علاقہ کی طرف لوگ گیاہستان میں آباد ہونے کے لئے آنے شروع ہو گئے تھے اور عظیم دلدل کے میدانوں سے دور مشرقی، جنوبی اور مغربی حصوں میں رہائشی جھونپڑیاں بنا رہے تھے۔ ہر چند دن کے بعد اجنبی آباد کاروں کا کوئی نہ کوئی چھکڑا

دلدل کے تنگ سے کنارے سے گذر کر شمال میں قصبے کی طرف جاتا یا وہاں سے آتا دکھائی دیتا۔

ماں نے کہا کہ اب تو موسم بہار کی مصروفیات سے فرصت ملنے کے بعد ہی ان لوگوں سے ملنے جلنے کا موقع ملے گا کیونکہ بہار میں ان کے گھر جا کر ملاقات کرنے کے لئے وقت ہی نہیں ہے۔

پاپا بنجر زمین توڑنے والا ایک نئے قسم کا ہل لائے تھے جو گھاس کے میدانوں کی بنجر زمین توڑنے کے لئے نہایت موزوں تھا۔ اس میں ایک تیز دھار والا پہیہ لگا ہوا تھا جس کو گھومنے والا پھالا کہتے ہیں جو ہل کے پھال کے آگے آگے زمین کو کاٹتے جاتا اور پیچھے پیچھے ہل کا تیز فولادی پھالا زمین کے نیچے پھیلی ہوئی گھاس کی گنجان جڑوں کے جالوں کو اکھاڑ پھینکتا پھر سب سے پیچھے لگا ہوا تختہ اکھڑی ہوئی مٹی کو پلٹ دیتا اس ہل سے زمین کے بارہ بارہ انچ چوڑے ایسے صاف اور سڈول ڈھیلے اکھڑتے تھے جیسے انھیں ہاتھ سے ناپ تول کر کاٹا گیا ہو۔

اس ہل کے آجانے سے سب خوش تھے۔ سیم اور ڈیوڈ دو گھوڑے جو اس ہل کو کھینچتے تھے اپنے دن بھر کے کام کے بعد خوشی خوشی زمین پر لوٹنے لگتے، اس کے بعد اپنے کان اوپر کو اٹھا کر گویا مستانی کی چاروں طرف نظر دوڑاتے اور پھر گھانس چرنے میں مصروف ہو جاتے اس مرتبہ ہل کھینچنے سے وہ نڈھال نہیں ہوتے تھے۔ رات کے کھانے پر پاپا بھی اتنے تھکے ہوئے نظر نہ آتے تھے کہ ہنس بول بھی نہ سکیں۔

"قسم کھا کر کہتا ہوں یہ ہل تو سب کام اپنے آپ ہی کر سکتا ہے" انھوں نے کہا۔

آج کل اس قسم کی نئی ایجادوں کے وجود میں آنے سے آدمی کو جسمانی محنت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں رہی۔ ہو سکتا ہے کہ کسی رات ہل کے دل میں یہ آئے کہ اپنا کام جاری رکھے، پھر جب ہم صبح اٹھیں گے تو دیکھیں گے کہ ایک یا دو ایکڑ زمین جتی رکھی ہے۔

مٹی کے ڈھیلے پھالے کی بنائی ہوئی قطار پر الٹے پڑے تھے اور کٹی ہوئی گھاس کی جڑیں جگہ جگہ زمین میں نظر آرہی تھیں۔ تازی نکلی ہوئی مٹی ننگے پیروں کو ٹھنڈی لوہ اچھی لگتی تھی۔ اس لئے کیری اور گریس کھیلتی ہوئی ہل کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔ لارا بھی اس کھیل میں شریک ہو جاتی مگر اب وہ لگ بھگ پندرہ سال کی ہو گئی تھی۔ اور یہ عمر سوندھی سوندھی خوشبو والی مٹی میں کھیلنے کی نہیں تھی۔ اس کے علاوہ میری کا دوپہر کے بعد دھوپ کھانے اور ٹہلنے کے لئے جانا ضروری تھا۔ اس لئے دوپہر کا کام ختم کر کے لارا میری کو گیاہستان میں گھمانے لے گئی۔ موسم بہار کے پھول کھلے ہوئے تھے اور گھاس کی ڈھلانوں پر بادل کے سائے اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔

یہ عجیب سی بات ہے کہ جب یہ سب چھوٹے تھے تو میری کا انداز بزرگانہ اور حاکمانہ تھا لیکن اب جب یہ سب ہی بڑے ہو گئے تو سب ہم عمر ہی معلوم ہوتے تھے۔ ہوا اور دھوپ میں گھومنے کے لئے سب ساتھ ساتھ جاتے اور راستے میں بنفشہ کے پھول اور دوسرے کٹوری دار پھول چنتے اور کھٹی میٹھی گھاس بھی توڑ کر چوستے جاتے اس گھاس کے پھول پتے بہت ہی خوشنما ہوتے تھے اور تنوں میں کھٹ مٹھاپن ہوتا تھا۔ "کھٹ مٹھی گھاس کا ذائقہ بھی موسم بہار کی عطر بیز نکہتوں جیسا ہے"۔ لارا نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "اس کا ذائقہ تو واقعی لیموں کی خوشبو جیسا ہے"۔ میری نے نرمی سے اس کی تصحیح کی۔ گھاس چوسنے سے پہلے وہ ہمیشہ پوچھتی "کیا تم نے اچھی طرح دیکھ لیا تھا۔ تمہیں یقین ہے کہ تنوں پر کوئی کیڑا تو نہیں تھا"۔

"میں نے تو آج تک کوئی کیڑا نہیں دیکھا" لارا احتجاج کرتی "یہ گیاہستان اس قدر صاف ستھرے ہیں کہ ان سے بڑھ کر پاک صاف جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی"۔

"تم بھی بالکل ایسی ہی لگتی ہو" میری نے کہا۔ "میں ڈکوٹا کی تمام ریاست کا ایک کیڑا بھی نہیں کھانا چاہتی"۔ دونوں ہنسنے لگیں۔ میری کے مزاج میں اس وقت اس قدر

زندہ دلی تھی کہ وہ بار بار اس طرح کے ہلکے پھلکے مزاق کر لیتی تھی۔ دھوپ کے ٹوپ کے سایہ میں اس کا پُر سکون چہرہ، اس کی شفاف نیلی آنکھیں اور اس کی آواز اس قدر بھلی معلوم ہوتی تھی کہ یہ پتہ ہی نہیں چلتا تھا وہ اندھیرے میں چل رہی ہے۔

میری ہمیشہ سے بہت اچھی لڑکی تھی اور کبھی کبھی تو وہ اس قدر اچھا برتاؤ کرتی تھی کہ لارا کو تکلیف ہوتی تھی۔ لیکن آج کل وہ کچھ بدل گئی تھی۔ ایک بار لارا نے میری سے اس بارے میں پوچھنے کی غرض سے کہا "تم ہمیشہ بہت زیادہ نیک رہنے کی کوشش کرتی ہو اور تم ہمیشہ بہت نیک رہی ہو اور کبھی کبھی تو میں تمہاری اس بات پر اس قدر جھنجلا جاتی تھی کہ تمہارے ایک تھپڑ لگانے کو دل چاہتا تھا۔ لیکن اب تم بغیر کسی کوشش کے اپنے برتاؤ میں بالکل ٹھیک ہو۔"

میری بالکل خاموش ہو گئی۔ "او لارا، کتنی عجیب بات ہے، کیا کبھی تمہارا دل اب بھی مجھے تھپڑ مارنے کو چاہتا ہے۔"

"نہیں — ہرگز نہیں۔" لارا نے معصومیت سے جواب دیا۔

"کیا واقعی تمہارا دل نہیں چاہتا؟ کیا تم مجھ پر محض اسی لئے مہربان نہیں ہو کہ میں نابینا ہوں"

"نہیں میری قطعاً نہیں، تم یقین کرو۔ میں نے تمہارے نابینا ہونے کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں۔ میرے لئے تو یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ تم میری بہن ہو میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح ہوتی لیکن میں سمجھتی ہوں کہ میں کبھی تمہاری طرح نہیں ہو سکتی" لارا نے سرد آہ بھری۔ "میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ تم اس قدر اچھی کیوں ہو؟"

"یقین کرو، میں اچھی نہیں ہوں" میری نے اس سے کہا۔ "البتہ میں کوشش ضرور کرتی ہوں۔ کاش تم سمجھ سکتیں کہ میں کبھی کبھی اپنے باطن میں کیسی غلاظت اور کیسی نوکت

محسوس کرتی ہوں۔ اگر تم میرا باطن دیکھ پاؤ اور یہ دیکھ لو کہ میں کیا ہوں تو شاید تم کبھی بھی مجھ جیسا ہونا پسند نہ کروگی۔"

"میں خوب دیکھ سکتی ہوں کہ تم اندر سے کیا ہو۔" لارا نے تردید کی۔ "یہ تو ہر وقت نظر آتا ہے۔"

تم ہمیشہ صبر و سکون کی ایک تصویر بنی رہتی ہو اور کبھی بھی کسی گھٹیا بات کا مظاہرہ نہیں کرتیں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم مجھے طمانچہ مارنا کیوں چاہتی تھیں؟" میری نے کہا۔ "اس لئے کہ میں بہت زیادہ بننے لگی تھی۔ میں سچ مچ بہت اچھا بننا نہیں چاہتی تھی، میں اپنے آپ ہی بن رہی تھی کہ میں کیسی اچھی چھوٹی سی لڑکی ہوں، اور مجھے اس پر فخر و ناز بھی ہونے لگا تھا، اس لئے میں پٹائی کی مستحق تھی۔" لارا کو بہت دھکا لگا اور اچانک اس نے محسوس کیا کہ واقعی دل کی بات تو یہی تھی مگر میری کے لئے یہ کہنا مناسب نہ تھا۔ لارا نے فوراً ہی کہا۔ "نہیں نہیں میری، تم ایسی بالکل نہیں ہو جیسا تم سوچتی ہو تم سچ مچ اچھی ہو۔"

"ہم سب ہی بہت بُرے ہیں، اور بُرائی کے لئے ذرا سی ترغیب پر بھیڑ بکری کی طرح اونچے اُڑنے لگتے ہیں۔" میری نے بعینہٖ انجیل کا جملہ دہراتے ہوئے کہا۔ "اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"کیا کہا؟" لارا نے چیخ کے پوچھا۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ میں یہ سمجھتی ہوں کہ اپنے اچھے یا بُرے ہونے کے بارے میں اس قدر نہیں سوچنا چاہیئے۔" میری نے وضاحت کی۔ "لیکن تعجب تو یہ ہے کہ کوئی اچھائی کے بارے میں سوچے بغیر اچھا بن بھی کیسے سکتا ہے؟" لارا نے استفسار کیا۔

"میں کچھ نہیں جانتی۔ میرا اندازہ ہے کہ اس بارے میں کوئی بھی کچھ نہیں جانتا۔" میری

نے تسلیم کیا۔

"میرا جو مطلب ہے بس اُسے کس طرح واضح کروں، یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے لیکن ــــ وہ اتنی زیادہ سوچتے رہنے کی بات نہیں ہے جتنی ــــ جتنی سمجھنے کی ــــ بس خدا کی حقیقی سچائی کا یقین ضروری ہے۔"

لارا خاموش کھڑی تھی اور میری بھی۔ کیونکہ لارا جب تک اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر رہنمائی نہ کرتی وہ ایک قدم بھی نہ چل سکتی تھی۔ میری پھولوں سے لدی اور میلوں تک ہوا میں لہلہاتی ہوئی گھاس کے بیچوں بیچ کھڑی تھی، وسیع نیلے آسمان اور اس پر اُڑتے ہوئے سفید بادلوں کے نیچے۔ مگر وہ یہ سب نہ دیکھ سکتی تھی۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ خدا مجسم سچائی اور نیکی ہے۔ لیکن لارا کو یوں لگا جیسے میری کا اس بارے میں کوئی خاص قسم کا یقین اور عقیدہ ہو۔ "تمہیں بھی اس بات کا یقین ہے نا" لارا نے کہا۔

"ہاں، میں اب ہر وقت اس پر یقین رکھتی ہوں۔" میری نے جواب دیا۔ خدا ہی میرا نگہبان ہے، مجھے اور کچھ نہیں چاہیئے۔ وہ مجھے سبز چراگاہوں میں لٹا دیتا ہے، وہ پُرسکون چشموں کے ساتھ ساتھ میری رہنمائی کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہی سب کی مناجات ہے۔ ہم یہاں کیوں رک گئے؟ یہاں تو بنفشہ کے پھولوں کی خوشبو بھی نہیں۔"

"ہم بھینس کے جوہڑ کی طرف سے باتیں کرتے ہوئے آئے تھے" لارا نے کہا۔ "اور اب اُسی راستے سے واپس جائیں گے۔"

جب دونوں بہنیں جھونپڑی کی طرف واپس لوٹ رہی تھیں تو لارا نے دیکھا کہ عظیم دلدل سے جھونپڑی تک زمین اونچی ہوتی چلی گئی ہے یہاں تک کہ جھونپڑی مرغیوں کے ٹاپے سے زیادہ بڑی دکھائی نہ دیتی تھی اور اس کی ڈھلوان چھت کا صرف ایک پہلو جھکی ہوئی دیوار کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ اناج کا اصطبل بڑی بڑی گھاس میں سے مشکل سے نظر آتا تھا۔ اس کے آگے ایلن اور دو بچھڑے چر رہے تھے اور مشرق کی طرف

پاپا حال ہی میں توڑی ہوئی زمین میں اناج بو رہے تھے۔

زمین کے خشک ہونے سے پہلے پہلے جس قدر زمین توڑ سکتے تھے انھوں نے توڑ لی تھی پچھلے سال کی کھودی ہوئی زمین کو بھی انھوں نے سر اُون پھیر کر ہموار کر لیا تھا اور اس میں جئی بو دی تھی۔ اور بیج کے اناج کا تھیلہ کندھے پر لادے اور ہاتھ میں اناج بونے کی کھرپی لئے ہوئے اناج کے کھیت کو یاد کر رہے تھے۔

"پاپا جئی بو رہے ہیں" لارا نے میری کو بتایا "آؤ ہم اس راستہ سے چلیں۔ یہاں تو راستے میں بھینسا تال حائل ہے۔"

"مجھے معلوم ہے" میری نے کہا۔ دونوں بہنیں تھوڑی دیر تک کھڑی ہو گئیں اور بنفشہ کے پھولوں کی شہد جیسی میٹھی اور بھینی خوشبو میں گہرے سانس لیتی رہیں۔ بھینسا تال جو بالکل گول تلاؤ تھا گیا ہستان کے بیچوں بیچ ایک تین چار فٹ گہری قاب کی طرح تھا اور بنفشہ کے پھولوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

ہزاروں کی تعداد میں بلکہ کئی لاکھ پھول ایک دوسرے سے اس طرح ہم آغوش تھے کہ خود ان کی پتیاں بھی چھپ گئی تھیں۔ میری گہرے گہرے سانس لیتی ہوئی ان کے بیچ بیٹھ گئی اور اپنی انگلیوں کو تنیوں کے اوپر اور ان کے پتلے پتلے "ڈنٹھلوں پر پھیرا تاکہ انہیں اپنی گود میں بھر سکے۔ جب وہ اناج کے کھیت کے قریب سے گزریں تو پاپا نے بھی بنفشی پھولوں کی خوشبو میں ایک گہرا سانس لیا۔

"لڑکیو! اچھل قدمی اچھی رہی نا!" وہ انھیں دیکھ کر مسکرائے مگر کام کرنا بند نہیں کیا وہ کھرپی سے زمین پر نشان بنا کر اس میں ایک چھوٹا سا سوراخ کرتے اور چار دانے اناج کے اس میں ڈال دینے کے بعد کھرپی سے مٹی ڈال کر ڈھانپ دیتے پھر اپنے جوتے سے بھی اس جگہ کو خوب اچھی طرح دبا کر یہی عمل دہراتے ہوئے آگے بڑھتے جاتے۔

کیری بھی دوڑ کر آئی اور بنفشی پھولوں کو قریب سے سونگھا اُسے گریس کا خیال تھا مگر گریس وہیں کھیلتی تھی جہاں پاپا کھیت میں کام کرتے۔ گریس کو سنہری کیڑے بہت پسند تھے جب بھی پاپا کدال سے زمین کھودتے وہ ایک دو کے پکڑنے کی فکر میں رہتی اور پتلے لمبے کیڑے کو خود کو پھیلاتے سکیڑتے اور زمین میں کسی طرف بھی تیزی سے داخل ہوتے۔ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتی۔ جب کبھی کسی کیڑے کے کدالی سے دو ہو جاتے ہیں تو بھی دونوں ٹکڑے یہی کرتے ہیں آخر کیوں پاپا؟" اس نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ زمین میں ہی رہنا چاہتے ہیں"۔ پاپا نے کہا۔

"کیوں پاپا؟" گریس نے پوچھا۔

"ارے بھئی، یہی کہ وہ رہنا چاہتے ہیں"۔ پاپا نے کہا۔

"پاپا! وہ کیوں رہنا چاہتے ہیں"۔

"تمہیں مٹی میں کھیلنا کیوں پسند ہے"۔ پاپا نے اس سے پوچھا۔

"کیوں پاپا، آپ سوراخ میں کتنے دانے ڈالتے ہیں؟" گریس نے پوچھا۔

پاپا نے کہا "چار دانے۔ ایک، دو، تین، چار"

"ایک، دو، چار، کیوں پاپا؟" پھر گریس نے پوچھا۔

"ارے یہ بہت آسان ہے"۔ پاپا نے کہا۔

ایک کالی چڑیا کے لئے۔

ایک کالے کاگا کے لئے۔

باقی بچے جو دو دانے۔

وہ اُگ آئیں گے۔

بغیچہ اب خوب پھل پھول رہا تھا۔ چھوٹی چھوٹی سرسبز قطاروں میں کہیں مولیاں، کہیں سلاد اور کہیں پیاز اُگ رہی تھی۔ مٹر کی کیاریوں میں پہلی بار ننھے چھوٹے

تھے۔ ٹماٹر کے نوخیز پودوں کے تنوں سے لیس جیسی حسین پتیوں کی شاخیں نکل کر پھیل رہی تھیں۔

"میں کچھ دن سے یہ سوچ رہی ہوں کہ باغیچہ میں ترائی کی ضرورت ہے" ماں نے کہا۔

خوشبو کے لئے رات کے کھانے کی میز پر لارا بنفشہ کے پھولوں کی چھڑیوں کو پانی سے بھرے ہوئے گلدانوں میں دھانس رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ چند ہی دنوں میں لوبیے کے پودے بھی نکل آئیں گے کیونکہ ادھر گرمی کچھ بڑھ گئی ہے۔"

ایک روز صبح جب گرمی سخت تھی لوبیے کے ننھے ننھے کلّے پھوٹ آئے۔ گریس نے سب سے پہلے انھیں دیکھا۔ اور خوشی کے مارے اچھلتی کودتی اپنی ماں سے کہنے گئی اس نے صبح کا سارا وقت ان ننھے پودوں ہی کو بار بار دیکھتے رہنے میں صرف کیا۔ بہت ہی کم عمر ہونے کی وجہ سے اسے بڑی آزادی میسر تھی۔ دھرتی سے یکے بعد دیگرے لوبیے کے کلّے پھوٹ رہے تھے جن کے نازک نازک فولادی کمانی کی طرح لچکدار اور خمیدہ تنوں کے سروں پر لگے ہوئے اکھوے زمین سے اپنے سر اٹھا اٹھا کر ننھے پودوں کی مانند سیدھے کھڑے ہو رہے تھے۔ ان کے بیچوں بیچ پھیکے رنگ کی بہت ہی باریک کونپلیں نکلی ہوئی تھیں جب بھی کوئی کلّا زمین سے اپنا سر ابھارتا گریس کے منہ سے خوشی کی کلکاری نکل جاتی۔

جب اناج بویا جا چکا تو پا یا جھونپڑی کا باقی نصف حصہ مکمل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک دن صبح انھوں نے لکڑی کی دیوار فرش اور کھڑکیاں بنانے کا ضروری سامان اکٹھا کر لیا۔ پہلے لکڑی کے فرش کی کڑیوں پر تختے جوڑ کر چوکھٹا بنا لیا۔ لارا ان وزنی چوکھٹوں کو اٹھانے اور پیمائش کی ہوئی جگہ پر ٹھیک ٹھیک بٹھانے میں مدد دیتی رہی اس کے بعد کھمبوں پر لکڑی کی تختیاں جوڑ کر دیواریں بنائیں۔ کھڑکیوں کے چوکھٹے بنائے اور سب سے آخر میں ڈھلوان چھت بنانے کے لئے شہتیریں لگائیں۔

لارا پا پا کے ساتھ کام میں لگی رہی۔ کیری اور گریس بس دیکھتی رہیں اور کھیل اتفاق

سے پاپا کے ہاتھ سے گر جاتی اسے اٹھا کر پاپا کو دے دیتیں۔ ماں بھی درمیان میں آ آ کر کچھ دیر دیکھ جاتیں وہ بھی اپنا وقت یونہی گزار رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر کہ جھونپڑی آرام دہ مکان بنتی جا رہی ہے سبھی کے دل بلیوں اچھل رہے تھے۔

جب یہ حصہ بن کے تیار ہو گیا تو اب کل نئین کمرے نکل آئے۔ نئے بنے ہوئے حصے میں سونے کے دو چھوٹے چھوٹے حجرے تھے۔ ہر ایک میں ایک کھڑکی تھی۔ اب بستر اور پلنگ سامنے والے کمرے میں رکھنے کی ضرورت نہ رہی تھی۔

"اسی کو کہتے ہیں ایک تیر سے دو شکار" ماں نے کہا "موسم بہار میں کی جانے والی گھر کی صفائی اور سامان کی منتقلی اب ہم ایک ساتھ کریں گے۔"

سب نے مل کر کھڑکیوں کے پردوں اور تمام گدیلوں کی فردوں کو دھویا اور دھوپ میں سوکھنے کے لئے پھیلا دیا۔ اس کے بعد نئی کھڑکیوں کو خوب صاف کر کے اُن پرانی چادروں کے بنے ہوئے پردے لٹکائے گئے جن کے حاشئے میری نے ہاتھ کی مہین سلائی کر کے بنائے تھے۔ ماں اور لارا نے نئے حجروں میں تازہ کٹے ہوئے تختوں کے بنے ہوئے صاف ستھرے پلنگ بچھا دیئے جن میں سے لکڑی کی قدرتی خوشبو نکل رہی تھی۔ لارا اور کیری نے گھاس کے ایک مخروطی ڈھیر میں سے بہترین پھونس نکال کر توشکوں میں بھرنے کے بعد پلنگوں پر بچھا دی اور ان کے اوپر گرم گرم چادریں پھیلا دیں جنھیں ماں نے استری کر دیا تھا۔ اور نہایت پاک صاف رضائیاں جن میں سے گیاہستان کی خوشبوئیں مہک رہی تھیں پائنتی رکھ دیں۔

ماں اور لارا نے مل کر جھونپڑی کے اُس پہلے بنے ہوئے حصے کو جسے اب اگلا کمرہ بنا دیا گیا تھا خوب اچھی طرح سے دھویا۔ اب یہ کافی کشادہ بھی نظر آ رہا تھا کیونکہ اس میں سے پلنگ ہٹا دیئے گئے تھے۔ صرف کھانا پکانے کا اسٹوو، الماریاں، میز کرسیاں اور متفرق سامان رہ گیا تھا۔ جب یہ دھل دھلا کر صاف ستھرا ہو گیا اور ہر چیز کو اس کے اندر بڑے

عمدہ قرینہ سے رکھ دیا گیا تو سب اس کو بغور دیکھتے کھڑے رہے اور کچھ دیر کے بعد سب نے اس کمرہ کی دیدہ زیب آرائش کی تعریف کی۔

"تمہیں اب مجھے بتا بتا کر دکھانے کی ضرورت نہیں" میری نے کہا "میں خود بھی اندازہ کر سکتی ہوں کہ اب یہ کمرہ کس قدر کشادہ، نیا نیا اور خوبصورت لگتا ہے۔"

کھلی ہوئی کھڑکیوں کے کلف دار سفید پردے ہوا میں آہستہ آہستہ لہرا رہے تھے لکڑی کی دیواروں اور فرش پر بھی جنہیں خوب رگڑ رگڑ کر دھویا گیا تھا نکھار آرہا تھا۔ گھاس کے اور بھانت بھانت کے پھول جنہیں کیری نے کتر کر نیلے گلدان میں لگا کر میز پر رکھ دیا تھا آمدِ فصلِ بہار کی تصدیق کر رہے تھے۔ کمرہ کے ایک گوشہ میں بھورے رنگ کی وارنش کی ہوئی متفرق سامان رکھنے کی خوبصورت سی الماری ایک بہت ہی دلکش انداز سے رکھی گئی تھی۔ اس کے نچلے خانے میں رکھی ہوئی کتابوں کی پشت پر لکھے ہوئے سنہری نام سہ پہر کی روشنی میں صاف پڑھے جا سکتے تھے، اس سے اوپر والے خانہ میں رکھی ہوئی تین عدد شفاف شیشے کی ڈبیاں جن پر چھوٹے چھوٹے پھولوں کی رنگین تصویریں اتری ہوئی تھیں سورج کی شعاعوں میں جگمگا رہی تھیں۔ اس سے بھی اوپر والے خانے میں سنہری رنگ کے نقلی پھول رکھے ہوئے تھے جن کا حسین عکس گھنٹے کے شیشہ پر پڑ رہا تھا اور گھنٹے کا چمکدار پنڈولم دائیں بائیں حرکت کر رہا تھا۔ سب سے اوپر والے خانے میں لارا کا سفید چینی کا بنا ہوا زیورات کا بکس رکھا ہوا تھا جس کے ڈھکن پر ایک بہت چھوٹی سی زریں پیالی اور طشتری رکھی ہوئی تھی جس کے برابر کیری کا بھورے اور سفید رنگ کا چینی کا بنا ہوا کتا بھی رکھا ہوا تھا جو پیالے اور طشتری کی طرف اس انداز سے دیکھ رہا تھا جیسے اس کی نگرانی کر رہا ہو۔

سونے کے نئے کمروں کی اوٹ کی دیوار پر ماں نے لکڑی کا بنا ہوا ایک چھوٹا سا طاقچہ ٹانگ دیا تھا جس کو پا نے بہت دن پہلے وسکانسن کے عمارتی لکڑیوں کے بڑے جنگل میں ماں کو کرسمس

کے تحفہ میں دینے کے لئے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا اور اس پر بڑے خوبصورت بیل بوٹے بھی نقش کئے تھے جن کی خوبی اور خوبصورتی میں کافی عرصہ گزر جانے کے بعد بھی کوئی فرق نہ آیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ پرانی چیز جو للارا کو بھی یاد نہ تھی وہ ماں کی چینی کی بنی ہوئی گڈرنی کی گلابی اور سفید رنگ کی مورت تھی جو طاقچہ پر کھڑی مسکرا رہی تھی۔

غرض کہ اس قسم کی تزئین و آراستگی کی بدولت یہ کمرہ بہت خوبصورت اور بارونق ہو گیا تھا۔

تیسرا باب

بلّی کی تلاش

کھیتوں میں بنی ہوئی نالی دار قطاروں میں اب اناج کی زردی مائل سبز پتیاں بن کے سروں کی طرح ہوا میں لہلہا رہی تھیں۔ ایک دن شام کو پاپا انھیں دیکھنے گئے، جب واپس ہوئے تو نڈھال اور غصیلے نظر آتے تھے۔

"مجھے آدھے سے زیادہ اناج کے کھیت کو دوبارہ بونا پڑے گا" انھوں نے کہا۔

"اجی پاپا، کاہے کو؟" لارا نے پوچھا۔

پاپا نے کہا "بھئی کسی نئی جگہ پہلی بار اناج بونے کے بعد یہی تو صلہ ملتا ہے۔"

گریس ان کی ٹانگوں سے چمٹی ہوئی کھڑی تھی۔ پاپا نے اُسے اٹھا کر اپنے گھٹنوں پر بٹھا لیا اور ہنسانے کے لئے اپنی ڈاڑھی سے اس کے گال گدگدائے۔ گریس کو اناج بوتے وقت گایا جانے والا گیت یاد تھا۔ پاپا کے گھٹنے پر بیٹھے ہوئے اس نے فخر سے گانا شروع کر دیا ؎

ایک کالی چڑیا کے لئے۔
ایک کالے کاگا کے لئے۔
باقی بچے جو دو دانے۔
وہ اُگ آئیں گے۔

جس شخص نے یہ گیت بنایا تھا وہ ملک کے مشرقی علاقہ کا رہنے والا تھا۔ پاپا نے اُسے بتایا "گریس اب اس جگہ پر تو ہمیں اپنا ایک علیحدہ گانا بنانا ہوگا۔ مثلاً یہ سنو یہ کیسا رہے گا؟"

ایک چوہے کے لئے۔
دو بھی چوہوں کے لئے۔
تین بھی چوہوں کے لئے۔
چاروں پھر کیوں آگئیں۔

"او، چارلس بس کرو" ماں نے ہنستے ہوئے احتجاج کیا۔ ان مصرع نما لطیفوں میں تو کوئی خاص مزاح نہ تھا لیکن پھر بھی پاپا کے مزاحیہ انداز پر وہ ہنسے بغیر نہ رہ سکیں۔

بیج بوئے ہوئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا کہ دھاری دار چوہوں نے اس کا پتہ لگا لیا۔ پورے کھیت پر چوہے رینگ رہے تھے اور اپنے ننھے ننھے پنجوں سے نرم مٹی میں جگہ جگہ پر سوراخ بنانے کے لئے رکتے جاتے تھے یہ عجیب وغریب بات تھی کہ جہاں جہاں بیج ڈالا گیا تھا انھیں وہ سب جگہیں صحیح طور پر معلوم تھیں۔

یہ عجیب وغریب بات تھی کہ ان چھوٹے چوہوں نے کرید کرید کر کھود کر اور کتر کتر کر ایک ایک دانے کو اپنے پنجے میں لے کر اس پورے کھیت کے آدھے سے زیادہ حصے کا بیج کھا لیا تھا۔

"یہ تو بڑے موذی چوہے ہیں" پاپا نے کہا "کاش کہ ہمارے پاس کالی سوسن کی طرح کوئی بلی ہوتی۔ پھر ان کی تعداد ضرور گھٹتی"

"مجھے گھر میں بھی ایک بلی کی ضرورت ہے"۔ ماں نے اس کی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے کہا۔ "میں یہ کہتی ہوں کہ چوہے اس قدر کثرت سے بڑھتے جا رہے ہیں میں نعمت خانے میں کھانا کھلا نہیں چھوڑ سکتی۔ چارلس کیا کوئی بلی ہے جسے ہم پال سکیں"؟

"اس پورے ملک میں مجھے تو کوئی بلی نظر پڑی نہیں" پاپا نے جواب دیا شہر کے پرچون کی دوکان والوں کو بھی یہ شکایت ہے۔ ول مارتھ مشرق سے ایک بلی جہاز کے ذریعہ منگانے کے بارے میں کہہ رہا تھا۔"

اسی رات لارا سوتے سوتے چونک پڑی تھی۔ سونے کے کمروں کے بیچ کے حصے میں اس نے ہانپنے، غرانے اور کسی چھوٹی چیز کے دبڑ چے جانے کی آہٹ سنی۔ اس نے ماں کو بھی یہ کہتے ہوئے سنا "چارلس یہ کیا ہوا؟"

"میں خواب دیکھ رہا تھا" پاپا نے کہا "میں نے دیکھا کہ ایک نائی میرے بال کاٹ رہا ہے"

کیونکہ آدھی رات ہو چکی تھی اور سارا گھر سو رہا تھا اس لئے ماں بھی بہت آہستہ سے بولیں "خواب ہی ہوگا۔ اچھا لیٹ جاؤ اور ذرا مجھے کچھ اوڑھنے کے لئے دے دو"

"میں نے نائی کی قینچی کی کچ کچ سنی تھی"۔ پاپا نے کہا۔

"اچھا اب لیٹ جاؤ اور سو جاؤ" ماں نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

"میرے بال کاٹے جا رہے تھے"۔ پاپا نے کہا۔

"مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی پہلے بھی تم خواب دیکھ کر اس قدر سراسیمہ ہوئے تھے" ماں نے جمائی لیتے ہوئے کہا "لیٹ جاؤ اور اوندھے لیٹو۔ اس طرح تمہیں خواب آنا بند ہو جائیں گے"۔

"کیرولین، یقین کرو میرے بال کاٹے جا رہے تھے"۔ پاپا نے پھر کہا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" ماں نے پوچھا۔ کیونکہ اب وہ اچھی طرح جاگ گئی تھیں۔

"میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ سوتے میں میں نے اپنا ہاتھ جو سر پر رکھا۔ دیکھو تم بھی یہاں سے میرا سر دیکھو"۔

"چارلس! تمہارے بال تو کٹے ہوئے ہیں"۔ ماں نے تعجب سے کہا۔ لارا نے سنا کہ ماں اٹھ بیٹھی ہیں۔

"تمہارے سر پر ایک جگہ سے بال اڑے ہوئے ہیں"۔

"ہاں یہی وہ جگہ ہے" پاپا نے کہا "جہاں میں نے اپنا ہاتھ رکھا تھا"

ماں بیچ میں بولیں "میرے ہاتھ جتنی بڑی جگہ بالکل گنجی ہو گئی ہے"

"میں نے اپنا ہاتھ رکھا" پاپا نے کہا "اور میرے ہاتھ میں کوئی چیز سپر گئی" ۔

"کیا؟ کیا تھا وہ؟" ماں نے کہا۔

"میرا خیال تو یہ ہے کہ وہ چوہا تھا۔" پاپا نے کہا۔

"کہاں ہے؟" ماں نے بلند آواز سے کہا۔

"میں نہیں کہہ سکتا میں نے تو اسے اپنی پوری قوت سے پھینک دیا تھا" پاپا نے کہا۔

"میرے خدا" ماں نے نحیف آواز سے کہا "ضرور یہ چوہا ہی رہا ہوگا جو تمہارے بال اپنا بل بنانے کے لئے کاٹ رہا تھا۔"

ایک منٹ کے بعد پاپا نے کہا "کیرولین میں قسم کھاتا ہوں"

"نہیں چارلس"۔ ماں نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"ہاں میں قسم کھاتا ہوں کہ میں راتیں جاگ کر نہیں گزار سکتا اور نہ سو کر چوہوں سے اپنے بال کٹوا سکتا ہوں۔"

"میری شدید خواہش ہے کہ ہمارے پاس ایک بلی ہونی چاہیئے" ماں نے حسرت بھرے انداز میں کہا۔ صبح کو سونے کے کمرے کی دیوار کے قریب جہاں پاپا نے اسے پھینکا تھا ایک چوہا مرا پڑا تھا ناشتے کے وقت جب دیکھا گیا تو پاپا کے سر پر اس جگہ جہاں چوہے نے ان کے بال کتر لئے تھے ایک خالی نشان بن گیا تھا۔ انہوں نے اس کی زیادہ پرواہ نہ کی ہوتی لیکن انہیں ضلع کمشنروں کی میٹنگ میں بھی جانا تھا اور اب اتنا وقت نہیں تھا کہ میٹنگ کے دن تک بال اُگ آتے۔ مضافات اتنی تیزی سے آباد ہو رہے تھے کہ ہر ضلع کی از سر نو تنظیم کی جا رہی تھی اور اس میں پاپا کی شرکت بھی ضروری تھی۔ سب سے پرانے باشندے کی حیثیت سے وہ اپنے فرائض کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔

دہا مٹنگ کی ذاتی رہائش گاہ جو قصبہ کے شمال مشرق میں چار میل کے فاصلے پر واقع تھی وہاں میٹنگ بلائی گئی تھی۔ مسز وہا مٹنگ کی موجودگی وہاں یقینی تھی اس لئے پاپا سر پر ہیٹ پہنے نہیں رہ سکتے تھے۔

"اس کا دھیان چھوڑ دو" ماں نے انہیں تسلی دی "بس ان لوگوں کو بتا دینا کہ یہ کیونکر ہوا، ہو سکتا ہے کہ چوہے ان کے ہاں بھی ہوں۔"

"وہاں اس سے زیادہ اہم باتیں کرنے کو ہوں گی" پاپا نے کہا "ورنہ اس سے بہتر یہ رہے گا کہ انھیں یہ بتا دیا جائے کہ میری بیوی بال اسی طرح کاٹتی ہے۔"

"چارلس تم یہ نہیں کہو گے!" ماں نے تعجب سے کہا اور پھر انھیں اندازہ ہو گیا کہ پاپا ان سے مذاق کر رہے تھے۔

صبح کے وقت جب وہ شکرم میں جا رہے تھے تو انہوں نے ماں سے کہا کہ ڈنر پر ان کا انتظار نہ کیا جائے کیونکہ انہیں میٹنگ میں صرف ہونے والے وقت کے علاوہ دس میل کی مسافت بھی طے کرنا تھی۔

جب انہوں نے اصطبل کے پاس گاڑی لاکر کھڑی کی تو رات کے کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ وہ گاڑی چھوڑ کر گھر میں اس قدر تیزی سے داخل ہوئے کہ کیری اور گریس جو دوڑ کر باہر جا رہی تھیں اُن سے ٹکرا گئے۔

"لڑکیو! کیرولین!" انھوں نے آواز دی "بتاؤ تو کہ میں تمہارے لئے کیا لایا ہوں!"

ان کا ہاتھ جیب میں تھا اور اُن کی آنکھوں میں شوخی تھی۔

"مٹھائی!" کیری اور گریس دونوں نے بیک آواز کہا۔

"اس سے بھی بڑھیا چیز ہے۔" پاپا نے کہا

"کیا خط ہے" ماں نے پوچھا۔

"ایک اخبار" میری نے اندازہ لگایا۔ "ہو سکتا ہے" ایڈوانس اخبار ہو"

لارا پاپا کی جیب کو برابر دیکھ رہی اُسے یقین تھا کہ پاپا کا ہاتھ ہی نہیں بلکہ کوئی اور چیز بھی جیب میں ہل رہی تھی۔

پاپا نے اوروں سے کہا "پہلے میری کو دیکھنے دو۔" انھوں نے جیب سے اپنا ہاتھ

نکالا لارو دفعتاً ان کی ہتھیلی پر ایک چھوٹا، نیلے اور سفید رنگ کا بلی کا بچہ نظر آیا۔ انہوں نے اسے احتیاط سے میری کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس نے اپنے پوروں سے اس کے ملائم بالوں کو گدگدایا اور اس کے ننھے منے کانوں، ناک اور پنجوں کو سہلایا۔

"بلی کا بچہ" اس نے حیرت سے کہا "بہت ہی ننھا منا ہے۔"

"اس کی تو آنکھیں بھی ابھی نہیں کھلی ہیں" لارا نے اُسے بتایا "اُس کے نرم بال تمباکو کے دھوئیں کی طرح نیلے ہیں اور اس کا چہرہ، سینہ اس کے پنجے اور سرے پر سے اس کی دم سب سفید ہیں اور اس کے پنجے ننھے منے کھلونوں کی طرح ہیں۔"

وہ سب کی سب اس ملائم بلی کے بچے کو دیکھنے کے لئے جھک گئیں جس کی ابھی آنکھیں بھی نہیں کھلی تھیں اور جو میری کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے اپنا پیازی رنگ کا ننھا منا منہ کھول کر آہستہ سے میاؤں کی۔

"یہ اتنا چھوٹا ہے کہ اسے اس کی ماں سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا" پاپا نے بتایا۔ "کیونکہ مجھے یہ اتفاقیہ طور سے مل گیا تھا اس لئے میں اسے کسی اور کے لے جانے سے پہلے ہی لے آیا۔ وہاٹننگ کے یہاں جو بلی ہے وہ ان کے یہاں ملک کے مشرقی علاقے سے منگائی گئی تھی۔ اس نے پانچ بچے دیئے تھے اور انہوں نے اس میں سے چار کو آج ہی پچاس سینٹ فی عدد کے حساب سے بیچ دیا ہے۔"

"پاپا کیا آپ کو اس بلی کے بچے کے لئے پچاس سینٹ ادا کرنے پڑے؟" لارا نے دریافت کیا۔

"ہاں، میں نے ادا کئے ہیں" پاپا نے کہا۔

فوراً ہی ماں نے کہا "چارلس، میں تمہیں اس سلسلے میں کوئی الزام نہیں دیتی جب گھر میں بلی رکھنا ہی ہے تو پھر پیسے کی کیا پرواہ۔"

"کیا اس چھوٹے سے بلی کے بچے کو ہم پال سکیں گے؟" میری نے فکریہ انداز سے پوچھا۔

"ہاں، ہاں، کیوں نہیں" ماں نے اُسے یقین دلایا۔ "ہمیں اسے تھوڑی تھوڑی دیر بعد کھلانے، اس کی آنکھوں کو احتیاط سے صاف کرنے اور اسے گرم رکھنے کا انتظام کرنا پڑے گا۔ لارا تم ایک چھوٹا سا ڈبہ تلاش کرو اور کترنوں کو تھیلے میں سے سب سے زیادہ نرم اور گرم کترنیں نکالو۔

لارا نے بلّی کے بچے کے لئے ایک پٹھے کے ڈبے کے اندر ملائم اور صاف ستھرا گھونسلا تیار کیا اور ماں نے دودھ گرم کیا۔ جب ماں بلّی کے بچے کو اپنے ہاتھ میں لے کر چائے کے چمچے سے ایک ایک بوند کرکے دودھ پلا رہی تھیں تو سب بہت شوق سے دیکھ رہے تھے۔ بلّی کے بچے کے ہاتھ چمچے سے ٹکراتے اور وہ اپنے پیازی رنگ کے منہ سے اسے پینے کی کوشش کرتا اور اس طرح وہ ایک ایک بوند کرکے گرم دودھ پی رہا تھا۔ مگر پھر بھی کچھ بوندیں اس کی تھوڑی سے بہہ کر نیچے گر رہی تھیں۔ اس کے بعد انہوں نے بلّی کے بچے کو اس کے لئے بنائے ہوئے گھر میں بٹھا دیا اور میری نے اپنے گرم ہاتھوں سے تھپک تھپک کر اسے سلا دیا۔

"تم سب دیکھنا کہ یہ بھی اور بلیوں کی طرح نو زندگیاں کاٹے گی اور بخوبی جیے گی۔" ماں نے کہا۔

چوتھا باب

مسرت کے دن

پاپا نے بتایا کہ قصبہ تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ مئے نئے لوگ اچھی خاصی تعداد میں آگئے ہیں اور اپنے رہنے کے لئے تیزی سے مکان بنا رہے ہیں۔ ایک دن شام کو پاپا اور ماں گرجا گھر بنانے کے لئے لوگوں کا تعاون حاصل کرنے کے لئے قصبے میں گئے۔ جلد ہی گرجا کی عمارت کا سنگ بنیاد بھی رکھ دیا گیا۔ کیونکہ تعمیری ضروریات کے مطابق لکڑی کا کام کرنے کے لئے کافی بڑھئی میسر نہ تھے اس لئے بڑھئی کا کام پاپا کے سپرد کیا گیا۔

ہر دن صبح وہ گھر کے چھوٹے موٹے کام کرنے کے بعد قصبے میں چلے جاتے تھے اور اپنے ساتھ ایک ٹین کے ڈبے میں کھانا بھی لے جاتے تھے۔ وہ ٹھیک سات بجے کام شروع کر دیتے اور دوپہر میں صرف ذرا سی دیر کے وقفۂ آرام کے بعد شام کے ساڑھے چھ بجے تک کام میں جٹے رہتے اور ہر روز رات کے کھانے کا وقت گزر جانے کے بعد ہی گھر پہنچتے۔ اس طرح ہر ہفتے وہ پندرہ ڈالر کما لیتے۔

یہ دن بہت پُرمسرت تھے کیونکہ باغ بھی اچھی طرح پھل پھول رہا تھا۔ اناج اور جئی بھی لہلہا رہے تھے، بچھڑے کا دودھ چھڑا دیا گیا تھا۔ اس لئے اب گھر میں پنیر بنانے کے لئے ملائی نکلا ہوا دودھ، اور مکھن اور چھاچھ بنانے کے لئے بالائی کافی مقدار میں میسر تھی، علاوہ ازیں بڑی خوشی کی بات تو یہ تھی کہ پاپا کافی روپے کما رہے تھے۔

جب لارا باغ میں کام کرتی ہوتی تو وہ میری کے اسکول جانے کے بارے میں اکثر سوچتی تھی۔ دو سال پہلے یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ آئیوا میں نابیناؤں کا ایک کالج ہے۔ ہر دن گھر

کے سب لوگ اس کے بارے میں سوچتے تھے اور ہر رات سب میری کے اس اسکول میں جانے کے لئے دعا کرتے۔ میری کے نابینا ہونے کا غم ناک پہلو یہ تھا کہ اس کی بینائی جاتی رہنے کی وجہ سے وہ پڑھنے لکھنے سے محروم ہو گئی تھی۔ اس کو پڑھنے لکھنے کا بہت شوق تھا۔ اس کے دل میں استانی بننے کی بڑی خواہش تھی۔

لارا پہلے تو استانی بننا نہیں چاہتی تھی مگر اب یہ اس لئے ضروری تھا کہ بڑی ہو کر اُسے خود کو اسکول میں پڑھانے کے قابل بنانا تھا تاکہ میری کے کالج کی تعلیم کے مصارف کے لئے روپیہ کما سکے۔

کوئی بات نہیں، ٹلائی کرتے کرتے وہ سوچتی "میں تو نابینا نہیں ہوں" اس نے اپنی کھرپی کو اور زمین کے رنگ کو بہ غور دیکھا اور سٹرکی بیل کے پتوں کی دھوپ چھاؤں کا تماشہ دیکھا پھر اس نے نظر اٹھا کر اوپر کی طرف دیکھا تو میلوں تک لہلہاتی گھاس، آسمان کی وسیع نیلی چھتری، اُڑتی ہوئی چڑیاں، سبزے کی ڈھال پر چرتی ہوئی ایلین اور بچھڑا، موسم گرما کے بادلوں کے گالے جیسے مل کے دل، سب ہی نظر آئے۔ وہ تو یہ سب مناظر دیکھ سکتی تھی مگر میری کو سوائے اندھیرے کے کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔

اگرچہ اس کی ہمت کچھ کہنے کی نہ پڑتی تھی پھر بھی اسے پوری امید تھی کہ میری اسی سال کالج چلی جائے گی۔ پاپا تو اتنا بہت سارو پیہ کما رہے تھے۔ اگر میری کو ابھی بھیج دیا جاتا تو لارا پڑھائی میں اپنی پوری قوت صرف کر دیتی اور اتنی محنت کرتی کہ سولہ سال کی عمر ہونے تک وہ اسکول میں پڑھانے کے قابل ہو جاتی، اور پھر تو اس کی آمدنی سے میری کے کالج کا پورا خرچہ چل جاتا۔

ان سب کو کپڑوں اور جوتوں کی ضرورت تھی۔ مگر پاپا کو تو آٹا، شکر، چائے، سوکھا نمکین گوشت خریدنے سے ہی فرصت نہ ہوتی تھی۔ مکان کے آدھے حصے کے سلسلہ میں جو بیا بنا تھا لکڑی کے کارخانے کا بل آگیا تھا۔ میری کے لئے گھوڑا بھی خریدا جانا تھا اور

ٹیکس بھی ادا ہونے تھے اور پھر اس سال باغ اور اناج اور جئی کے کھیتوں کا بھی خرچ برداشت کرنا تھا۔ البتہ یہ امید تھی کہ آئندہ دو سالوں تک وہ اپنے کھانے پینے کا خرچہ اپنی زمین ہی سے نکال سکیں گے۔ اگر وہ مرغیاں اور ایک سوٗر پال لیتے تو ان کے پاس گوشت بھی ہو جاتا۔ اب تو یہ دیہی رقبہ آباد ہو گیا تھا اس لئے شکار کا بھی موقع نہ تھا۔ گوشت یا تو خریدا جائے یا اس کے لئے جانور پالے جائیں۔ یا مرغیاں اور ایک سوٗر آئندہ سال ہی خرید سکتے تھے۔ نئے آباد ہونے والے اپنے ساتھ زندگی کی ساری ضروری چیزیں لا رہے تھے۔ ایک دن شام کو پاپا خوش خوش گھر میں آئے۔

"بتاؤ تو سہی کیا ہے۔ کیرولین اور لڑکیو!" انھوں نے مترنم آواز سے کہا "قصبہ میں مجھے آج پوسٹ ملے تھے اور انھوں نے بتایا کہ مسز پوسٹ ہمارے لئے ایک مرغی انڈوں پر بٹھا رہی ہیں۔"

"بہت خوب چارلس!" ماں نے کہا۔

"جونہی چوزے بھاگنے دوڑنے کے قابل ہو جائیں گے وہ سب کے سب ہمیں دے دیں گی۔" پاپا نے کہا۔

"چارلس، یہ تو بڑی اچھی خبر ہے۔ یہ بات مسز پوسٹ سے بعید نہیں وہ تو بالکل ایسا ہی کریں گی۔" ماں نے شکر گزاری کے انداز میں کہا۔ "وہ کیسی ہیں، کیا مسٹر پوسٹ نے کچھ بتایا؟"

"ہاں، یہی کہا کہ وہ اچھی طرح گزر بسر کر رہے ہیں۔ وہ اتنی مصروف رہیں کہ اب کے موسم بہار میں قصبے آنا ان کے لئے ممکن نہ ہوا لیکن وہ تمہیں بھولی نہیں ہیں۔" انڈے تو کافی تعداد میں بٹھائے گئے ہیں، شاید بارہ یا اس سے زیادہ چوزے نکلیں" ماں نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"ایسی خدمت کرنے والے لوگ تو گنتی کے ہی ہوتے ہیں،" ماں نے کہا

"انھیں تمہاری وہ آؤ بھگت جب کہ وہ نئی نئی شادی کر کے یہاں آئے تھے اور ایک برفانی طوفان میں گھر گئے تھے ابھی تک یاد ہے۔ اس چالیس میل کے علاقے میں ہم تنہا ہی

تو تھے"۔ پاپا نے ماں کو یاد دلایا، مسٹر بوسٹ تو اکثر اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

"ہُش"، ماں نے کہا "وہ کچھ نہیں تھا۔ مگر مرغی بٹھانا بہت بڑی بات ہے۔ اس سے تو مرغی خانہ کی تیاری میں ہمارا ایک سال بچ جائے گا۔ اگر انھوں نے چوزے نکلوا لئے اور اگر باز، نیولوں اور لومڑیوں نے انھیں نہ پکڑا تو ان میں سے موسم گرما تک آخر کچھ نہ کچھ تو مرغیاں ہو ہی جائیں گی۔ اگلے سال جب مرغیاں انڈے دینا شروع کریں گی پھر تو مرغی بٹھانے کے لئے انڈے ہی انڈے ہوں گے اور اگلے سال کے بعد والے سال میں بھون کر کھانے کے لئے مرغ اور مرغی خانہ کو بڑھانے کے لئے بہت سی مرغیاں ہوں گی کھانے کے لئے انڈے بھی بہت ہوں گے اور مرغیاں جب اتنی بوڑھی ہو جائیں گی کہ انڈے نہ دے سکیں تو ماں انہیں گوشت کے لئے کام میں لا سکیں گی"۔

میری نے کہا "اور اگر اگلے موسم بہار میں پاپا ایک سوئر خرید لیں تب تو چند ہی سالوں میں تلے ہوئے انڈے اور گوشت ہم خوب ہی تیار کر سکیں گے اور سوئر کی چربی اور گوشت سے بہت سے اور پکوان تیار کر سکیں گے"۔

"اور گریس سوئر کی دم بھون لیا کرے گی" کیری بھی کہہ اٹھی۔

"کیوں؟ یہ سوئر کی دم کیا ہوتی ہے؟" گریس نے جاننا چاہا۔

کیری نے سوئر ذبح ہوتے دیکھا تھا مگر گریس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ کیسے اسٹوو پر کھال اُتری ہوئی سوئر کی دم کو کبھی اپنے ہاتھ سے نہ بھونا تھا اور نہ سک سک کر سرخ ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس نے کبھی ماں کو فرائی پان میں تلی ہوئی کڑکڑاتی رس دار اور بھوری بھوری نرم پسلیاں چولہے سے اتارتے ہوئے بھی نہ دیکھا تھا۔ اس نے تو کبھی نیلی قاب کو سوندھے سوندھے ساسیج کے ٹکیوں سے بھرا دیکھا تھا اور نہ ہی اس کا سرخ بھورے رنگ کا شوربہ یا کیک پر انڈیلتے دیکھا تھا اسے تو بس گیا مستانی، کو نایاد تھا اور وہ چربیلی دار سفید اور نمکین گوشت جو پاپا کبھی کبھی لایا کرتے تھے۔

لیکن عنقریب ہی وہ تمام عمدہ کھانوں کا مزہ چکھنے والے تھے کیونکہ تھینکس گیونگ قریب

آرہے تھے۔ مگر بہت سا کام بھی کرنا پڑتا تھا اور ہر چیز کی امید بھی لگائے بیٹھا رہنا پڑتا تھا اور اسی میں دن ہوا کی طرح گھر سے چلے جا رہے تھے۔ سب لوگ دن بھر اتنے مصروف رہتے تھے کہ انہیں پاپا کی غیر موجودگی کا بالکل احساس نہیں ہوتا تھا۔ ہر روز رات کو جب وہ گھر واپس آتے تو قصبہ کی خبریں سناتے۔ ادھر ان سب لوگوں کے پاس بھی پاپا کو سنانے کے لئے بہت سی خبریں ہوتی تھیں۔

یہ سب پورے دن اس کوشش میں لگے رہتے کہ پاپا کو دن بھر کی کارگزاری میں سے کوئی بہت ہی عجیب بات بتائی جائے۔ انھیں پہلے ہی سے یہ یقین ہوتا تھا کہ پاپا کو یقین نہ آئے گا اور ہوتا بھی یہی تھا۔

جب ماں بستر بچھا رہی تھیں اور لارا اور کیری ناشتے والی پلیٹیں دھو رہی تھیں تو انہوں نے بلی کے بچے کو بری طرح چیختے سنا۔ بلی کے بچے کی آنکھیں اب کھل گئی تھیں اور وہ فرش پر گریس کے دھاگے میں باندھے ہوئے کاغذ کے ٹکڑے کے پیچھے ادھر اُدھر دوڑ سکتا تھا۔

"گریس، ذرا دھیان سے" میری چلائی۔ "دیکھو، بلی کے بچے کو چوٹ نہ آجائے"

"میں بلی کے بچے کو نہیں ستا رہی ہوں" گریس نے مستعدی سے جواب دیا۔

میری کے بولنے سے پہلے بچہ پھر چیخا۔

"نہیں، گریس" ماں نے سونے کے کمرے سے آواز دی "کیا تم اس پر پیر رکھ رہی ہو؟"

"نہیں ماں" گریس جواب دیتی، مگر جب بچہ پھر بھی چلاتا رہا تو لارا نے پلیٹیں دھونا چھوڑ کر مڑ کر دیکھا۔

"گریس بند کرو یہ کھیل، تم بچے کو کیوں ستا رہی ہو؟"

"میں بچے کو نہیں ستا رہی ہوں" گریس نے روتے ہوئے کہا۔ "مجھے تو یہ مل ہی نہیں رہا ہے" بچہ کہیں نظر نہ آیا۔ کیری نے اسٹوو کے نیچے اور لکڑی کے بکس کے پیچھے بھی دیکھا۔ گریس میز کے نیچے تلاش کرنے کے لئے میز پوش اٹھا کر میز کے نیچے گھس گئی۔ ماں نے مستفر ساتھ

کی بڑی الماری کے سب سے نچلے خانہ میں اور لارا نے دونوں سونے کے کمروں میں تلاش کیا۔ جب بچہ دوبارہ بولا تو ماں نے اسے دروازہ کی کھلی ہوئی پٹ کے پیچھے پایا۔ پٹ اور دیوار کے بیچ میں یہ چھوٹا سا بلی کا بچہ ایک چوہے کو دبوچے ہوئے تھا۔ چوہا کافی بڑا اور طاقتور تھا اتنا ہی بڑا ہوگا جتنا کہ یہ بلی کا دودھ پیتا بچہ، مگر چوہا برابر مقابلہ کر رہا تھا۔ وہ برابر پیچ وتاب کھاتا اور کاٹتا۔ جب چوہا بلی کے بچے کو کاٹ لیتا تو بلی کا بچہ چیخیا ضرور مگر اسے چھوڑنے کا نام نہ لیتا۔ بلی کے بچے نے اپنی اگلی ٹانگوں کو چوہے کے جسم پر مضبوطی سے جما کر دانتوں سے چوہے کی ڈھیلی کھال پکڑ رکھی تھی۔ بلی کے بچے کی چھوٹی چھوٹی ٹانگیں اس قدر کمزور تھیں کہ وہ گر گر جانے کے قریب ہوتا تھا۔ اور چوہا بھی اس کے بار بار کاٹ رہا تھا۔

ماں جلدی سے جھاڑو دے کر آئیں "لارا، بلی کے بچے کو اٹھا لو میں چوہے کو بھگت لوں گی"

لارا حکم کی تعمیل تو کر رہی تھی مگر وہ یہ کہے بغیر نہ رہ سکی "اوہ ماں، میرا دل ایسا کرنے کو نہیں چاہتا۔ وہ تو چھوڑ ہی نہیں رہا ہے، اور اپنی لڑائی میں مصروف ہے"

لارا نے ہاتھ بڑھا کر اُسے پکڑا ہی تھا کہ بلی کا بچہ پھر لپک کر چوہے پر پل پڑا۔ اس نے چوہے کو اپنے دونوں اگلے پنجوں سے پکڑ کر بھینچ لیا جب چوہا دانتوں سے کاٹتا تو بلی کا بچہ تکلیف سے چیختا۔ اسی کشمکش میں بلی کے بچے نے اپنے منہ سے چوہے کی گردن پکڑ لی اور اپنے دانت اتنی زور سے گاڑ دئے کہ چوہے نے زور زور سے چیں چیں کرکے دم توڑ دیا۔ گویا بلی کے بچے نے سب سے پہلے ہی پہلے چوہے کا شکار کیا۔

ماں نے کہا "میں یہ کہتی ہوں کہ کیا کبھی کسی نے بلی اور چوہے کی لڑائی کو بھی سنا تھا؟" بچہ کی ماں ہوتی تو وہ اس کے زخموں کو چاٹتی اور فخر سے غراتی۔ ماں نے احتیاط سے اس کے زخموں کو دھویا اور اسے گرم دودھ پلایا۔ کیری اور گریس نے اس کی نرم ناک اور بال دار نرم سر کو سہلایا۔ اور میری کی تھپک سے گرمی پاکر وہ سو گیا۔ گریس نے مرے ہوئے چوہے کو دم سے

پکڑ کر اٹھایا اور اسے دور پھینک آئی۔ تمام دن وہ بار بار یہی کہتی رہیں کہ پاپا کو سنانے کیلئے انکے پاس کتنی عمدہ کہانی تھی۔
پاپا کے منہ دھونے، بالوں میں کنگھا کرنے اور رات کا کھانا شروع کرنے تک "وہ" انتظار کرتی رہیں۔ لارا چھوٹے موٹے کام کے بارے میں پاپا کے سوالوں کا جواب دے رہی تھی۔ یہی کہ اس نے گھوڑوں کو ابلن اور بچھڑے کو پانی پلا دیا تھا اور ان کے کھونٹوں کی جگہ بھی بدل دی تھی۔ راتیں آج کل اتنی خوشگوار ہوتی تھیں کہ انھیں اصطبل میں باندھنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ ستاروں کی چھاؤں میں سوتے اور جاگتے اور جہاں دل چاہتا وہاں چرتے۔ اب موقع ملا کہ بلی کے بچے کا کارنامہ سنایا جائے۔

انھوں نے بتایا کہ پہلے کبھی انھوں نے اس قسم کا کوئی واقعہ نہیں سنا تھا۔ انہوں نے چھوٹے سے نیلے اور سفید بلی کے بچے کو فرش پر دم اونچی اٹھائے خوش خرامی کرتے دیکھا اور کہا کہ "یہ بچہ اس ضلع بھر میں سب سے بہتر شکاری ہوگا"۔

اس کاشتکار خاندان کے ہر محنتی فرد کا مصروف دن بکمال اطمینان و خوبی کے ساتھ کٹ رہا تھا۔ رات کے وقت سب لوگ گھر میں موجود تھے اور ایک ہی دسترخوان پر کھانا شروع کیا چاہتے تھے۔ رات کے کھانے کی پلیٹوں کی صفائی کے علاوہ کل تک کے لئے سارا کام ختم ہو گیا تھا۔ سب عمدہ ڈبل روٹی، مکھن، تلے ہوئے آلو کے قتلے، گھر کا پنیر اور سلاد جس پر سرکہ چھڑکا ہوا تھا مزے لے کر کھا رہے تھے۔ کھلے دروازے اور کھڑکی کے باہر نخلستان میں جھٹ پٹا ہو چلا تھا۔ مگر آسمان اب بھی کچھ دھندلا سا دکھائی دیتا تھا جس پر ابھی ابھی نکلے ہوئے کچھ ستارے لرز رہے تھے۔ ہوا چلتی اور جب گھر میں داخل ہوتی تو اسٹوو کی گرمی پاکر فرحت بخش ہو جاتی۔ اور اس میں نخلستان کی تازگی، کھانے، چائے، صابن سے کی ہوئی صفائی اور [illegible] نئے کمروں میں لگے ہوئے نئے تختوں کی خوشگوار بو بھی بسی ہوتی۔

اطمینان و طمانیت کی اس گھڑی میں یہی سوچنا سب سے اچھا لگتا کہ کل بھی آج کی طرح ہوگا بالکل آج ہی جیسا لیکن اور دوسرے دنوں سے پھر بھی ذرا سا مختلف، جیسے

آج کا دن جو دوسرے دنوں سے بہرصورت مختلف تھا۔ لیکن لارا کو اس قسم کا کوئی خیال تک نہ آیا یہاں تک کہ بابا نے اس سے پوچھا "لارا کیا تم قصبے میں کام کرنا پسند کرو گی؟

پانچواں باب

قصبہ میں کام

کوئی یہ اندازہ نہ کر سکتا تھا کہ قصبے میں ایک لڑکی کے لئے کسی ہوٹل میں ایک ملازم کی حیثیت سے کام کرنے کے علاوہ کیا کام ہوگا۔

پاپا نے بتایا کہ "کلینسی کو ایک نئی بات ہی سوجھی ہے" مسٹر کلینسی نئے تاجروں میں سے تھے پاپا ان کے اسٹور پر کام کر چکے تھے "ہم نے اسٹور کی تعمیر کا کام تقریباً ختم کر لیا ہے اور انہوں نے اس میں سامان لگانا شروع کر دیا ہے۔ ان کی ساس یہیں مغرب میں ان کے ساتھ آگئی ہیں اور وہ قمیض بنانے کا کام کرنا چاہتی ہیں۔"

"کیا وہ قمیضیں تیار کریں گی؟" ماں نے پوچھا

"ہاں ہاں اتنے بہت سے لوگ اپنے اپنے آرڈر بک کرا رہے ہیں کہ کلینسی کا خیال یہ ہے کہ وہ کپڑے کی تجارت میں تو بہت کچھ کما ہی لیں گے لیکن کسی کو اسٹور میں رکھ کر ان لوگوں کے لئے جن کے گھر میں سینے پرونے کے لئے عورتیں نہیں ہیں قمیضیں بھی تیار کرائیں گے۔"

"یہ تو بہت اچھا خیال ہے" ماں کو ماننا پڑا

"تم یقین کرو کہ کلینسی کے پاس کوئی جادو کی پڑیا تو ہے نہیں۔ اس کے پاس تو قمیض سینے کے لئے ایک مشین ہے"

ماں کو دلچسپی پیدا ہوئی "وہ سینے کی مشین۔ کیا یہ وہی ہے جس کی تصویر ہم نے "انسٹراوشن" میں دیکھی تھی۔ یہ کس طرح کام کرتی ہے؟"

"میں جس طرح بتا رہا ہوں وہ ایسی ہو گی" پاپا نے کہا۔

آپ کو اپنے پیر سے ایک پیڈل چلانا پڑتا ہے جو پہیے کو گھماتا ہے جس سے سوئی اوپر نیچے ہوتی رہتی ہے۔ سوئی کے نیچے ایک چھوٹی سی ریل ہوتی ہے جس پر دھاگا لپیٹا ہوتا ہے کلینسی نے اس مشین کو میرے اور چند لوگوں کے سامنے چلا کر دکھایا تھا۔ بڑی برق رفتاری سے کپڑا سی دیتی ہے، اور ایسی صاف سیون بنائی تھی کہ تم دیکھا کرو۔"

"میں نہیں کہہ سکتی کہ اس کی کیا قیمت ہو گی؟" ماں نے کہا

"ارے عام لوگوں کے لئے بہت مہنگی ہے" پاپا نے کہا "مگر کلینسی نے اس پر جو پیسہ لگایا ہے وہ منافع کی شکل میں واپس مل جائے گا۔"

"ہاں، کیوں نہیں" ماں نے کہا۔ لارا یہ جانتی تھی کہ ماں یہ اندازہ لگا رہی تھیں کہ ایسی مشین سے وقت اور کام کی کتنی کفایت ہو سکے گی، نیز قوت خرید رکھنے کے باوجود اتنے زیادہ کام کے لئے صرف ایک مشین پر اکتفا کرنا کہاں تک درست تھا "کیا مسٹر کلینسی یہ چاہتے ہیں کہ لارا مشین چلانا سیکھے۔" ماں نے پوچھا۔

لارا یہ سن کر چونک پڑی۔ کیونکہ اتنی قیمتی مشین کو نقصان پہنچنے کی صورت میں وہ جواب دہ ہو سکتی تھی۔

"ارے نہیں، اسے تو مسز وہائٹ ہی چلائیں گی" پاپا نے بتایا۔

"وہ تو ہاتھ کی سلائی میں مدد کے لئے ایک لڑکی چاہتی ہیں۔"

انہوں نے لارا کو بتایا "وہ مجھ سے پوچھ رہی تھیں کہ آیا میں کسی ایسی لڑکی کو جانتا ہوں۔ میں نے انہیں بتایا کہ تم بہت اچھا سینا جانتی ہو۔ اب وہ اپنے کام میں تمہاری مدد چاہتی ہیں۔ کلینسی کے پاس اتنی بہت سی قمیصوں کے آرڈر آ گئے ہیں کہ اس کے لئے ان سب کو سی لینا مشکل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ تندہی سے کام کرنے والے کو پچیس سینٹ فی میہ اور ڈنر بھی دیں گی۔" جلدی سے لارا نے اپنے دل میں حساب لگایا۔ یہ ڈیڑھ ڈالر ہفتہ

اور پانچ ڈالر ماہانہ سے کچھ زیادہ پڑتا تھا۔ اگر اس نے محنت سے کام کیا اور مسز وہائٹ کو خوش کر دیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ تمام گرمیوں کام میں لگی رہے اور اس طرح پندرہ یا بیس ڈالر کما لیا کرے جو میری کے کالج کے خرچے میں کام آئیں گے۔

وہ قصبے میں اجنبیوں کے ساتھ کام کرنا نہیں چاہتی تھی لیکن وہ پیسے کمانے کا موقع بھلا ہے وہ پندرہ ڈالر ہوں، دس ہوں یا پانچ ہوں، ہاتھ سے جانے دینا بھی نہیں چاہتی تھی۔ یہ سب سوچ کر اس نے ماں سے پوچھا "ماں کیا میں چلی جاؤں؟"

ماں نے ایک آہ بھری اور کہا "مجھے یہ پسند تو نہیں ہے مگر یہ ہے کہ تمہیں اکیلے تو جانا ہے نہیں، تمہارے پاپا بھی قصبے ہی میں ہوں گے۔ ہاں، اگر تم چاہو، تو چلی جاؤ۔"

"دیکھا — نہیں چاہتی ہوں کہ ماں آپ ہی گھر کا سارا کام کریں" لارا نے تامل کرتے ہوئے کہا۔

کیری بہت مستعدی سے ہاتھ بٹانے کے لئے تیار ہو گئی۔ وہ بستر بچھا سکتی تھی، جھاڑو دے سکتی تھی، برتن خود ہی دھو سکتی تھی اور باغ میں نرائی بھی کر سکتی تھی۔ ماں نے کہا کہ میری بھی گھر کے کام میں بہت مددگار رہی اور اب جب کہ سارے مویشی باہر ہی بندھے رہتے ہیں، شام کے لئے چھوٹے موٹے کام تو زیادہ ہیں نہیں۔ انہوں نے کہا "لارا ہم تمہاری کمی تو محسوس کریں گے لیکن ہم کام چلا لیں گے۔"

اگلے دن صبح بیکار بیٹھنے کے لئے وقت نہیں تھا۔ لارا پانی لائی۔ ایلن کا دودھ دوہا اور جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر اپنے بالوں میں کنگھی کر کے انھیں سنوارا۔ اس نے اپنا سوتی لباس موزے اور جوتے پہنے۔ اور اپنے استری کئے ہوئے پیٹیں بند میں انگشتانی کو بیسٹ کر کے رکھ لیا۔

کم وقت میں جو کچھ تھوڑا بہت ناشتہ وہ کر سکی اس میں اُسے کوئی مزہ نہ آیا۔ اس نے اپنا دھوپ کا ٹوپ سر پر باندھا اور پاپا کے ساتھ چل پڑی۔ کیونکہ قصبہ میں کام

کرتے انھیں سات بجے پہنچا تھا۔

نسیم سحر بڑی فرحت بخش اور پر کیف تھی۔ مرغزاروں میں پرندے چہچہا رہے تھے اور عظیم دلدل سے پانی کھینچنے والے پمپ شور و غل مچا رہے تھے۔ یہ صبح بہت ہی حسین اور خوشگوار تھی مگر پاپا اور رلارا بہت جلدی میں تھے۔ وہ سورج کے ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے۔

سورج بڑے آرام سے مطلع پر بلند ہوتا چلا جا رہا تھا۔ باپ بیٹی جتنا تیز ہو سکتا تھا پاپیادہ شمال کی طرف گیاہستان کی سڑک پر سے ہوتے ہوئے مین اسٹریٹ کے جنوبی سرے کی طرف چلے جا رہے تھے۔

قصبہ اتنا بدل گیا تھا کہ یہ بالکل ایک نئی سی جگہ معلوم ہوتی تھی۔ بڑی سڑک کے مغربی حصے میں دو بڑے بڑے قطعے نئی اور پیلے رنگ کی عمارتوں سے بھر گئے تھے۔ ان کے سامنے پیدل چلنے والوں کے لئے تختوں کی بنی ایک پٹڑی تھی۔ پاپا اور رلارا کے پاس سڑک پار کر کے اُس پر جا پہنچنے کا وقت نہیں تھا۔ وہ جلدی سے سڑک کی دوسری طرف کچے راستے پر ہی چل نکلے اس طرف گیاہستان کا علاقہ اب بھی وہاں تک پھیلا ہوا تھا جہاں تعمیری اراضی کے قطعات سے پرے پاپا کا اصطبل اور ان کے دفتر کی عمارت واقع تھی۔ لیکن ان کے پرے دوسری اسٹریٹ کی دوسری طرف کونے والے احاطہ میں ایک نئے زیر تعمیر مکان کا ڈھانچہ نظر آتا تھا۔ اس کے بعد راستہ خالی پلاٹوں کے پاس سے ہو کر کلینسی کے نئے اسٹور سے جا ملتا تھا۔

اسٹور کا اندرونی حصہ بالکل نیا تھا اور اس میں سے اب بھی دیودار کے بُرادے کی خوشبو آ رہی تھی۔ نئے کپڑے کے تھانوں سے کلف کی سی خوشبو آ رہی تھی دو لمبے لمبے کاونٹروں کے بعد دونوں طرف دیواروں میں الماریاں بنی تھیں جو چھت تک تن زیب، سوتی کپڑے، کچی ململ، لٹھے، کشمیرے۔ فلالین اور سلک سے بھری ہوئی تھیں۔

یہاں کسی قسم کا پرچون کا سامان، لوہے کا سامان، جوتے اور کلیں اور آلات نہیں تھے، پورے اسٹور میں صرف خشک سامان بھرا پڑا تھا۔ لارا نے اس سے پہلے ایسا کوئی اسٹور نہ دیکھا تھا جہاں خشک سامان کے علاوہ کوئی چیز فروخت نہ ہوتی ہو۔ اس کے دائیں ہاتھ کی طرف ایک چھوٹا سا کاؤنٹر تھا۔ جس کا اوپری حصہ شیشے کا تھا اس میں ہر قسم کے بٹنوں کے پتے تھے۔ سوئیاں اور ربنوں کے کاغذ بھی تھے۔ اس کے برابر والے کاؤنٹر پر ایک پورا شوکیس ہر قسم کے اور ہر رنگ کے دھاگوں سے بھرا ہوا رکھا تھا۔ یہ رنگین دھاگے کھڑکیوں سے آنے والی روشنی میں بہت خوشنما لگتے تھے۔ سینے کی مشین دوسرے کاؤنٹر کے پیچھے کھڑکی کے نزدیک رکھی ہوئی تھی جس کے نکل کی جلا پائے ہوئے حصے اس کی سوئی اور اس کی وارنش کی ہوئی لکڑی سب چمک رہے تھے۔ سفید دھاگے کی ایک ریل مشین کے اوپر ابھری ہوئی ایک تیلی پر چڑھی ہوئی تھی۔ لارا نے مشین کو بلا ضرورت چھونا مناسب نہ سمجھا۔

مسٹر کلینسی دو گاہکوں کے سامنے جو بہت ہی میلی قمیض پہنے ہوئے تھے سوتی تھان کھول رہے تھے۔ ایک اچھی خاصی بھاری بھرکم عورت جس کے کالے بال کس کر بندھے ہوئے تھے مشین کے قریب والے کاؤنٹر پر پھیلے ہوئے سوتی چھینٹ کے کپڑے پر پنوں کے ذریعہ اخبار کے ورق پر کٹے ہوئے خاکوں کو لگا رہی تھی۔

پاپا نے اپنا ہیٹ اتار کر انھیں سلام کیا۔

انہوں نے کہا "مسز وہائٹ، یہ ہے میری لڑکی لارا۔"

مسز وہائٹ نے اپنے منہ سے پن نکالتے ہوئے کہا "میرے خیال میں تم تیزی سے اور صفائی سے سی سکتی ہو۔ کیا تم ترشے ہوئے لباس پر پکی سلائی کر سکتی ہو اور مضبوط کاج بنا سکتی ہو؟"

"جی۔ میڈم" لارا نے کہا

"اچھا تم اپنا ٹوپ تو اس کھونٹی پر ٹانگ دو اور آؤ میں تمہیں کام شروع کرا دوں"
مسز وہائٹ نے کہا۔

پاپا لارا کا دل بڑھانے کے لئے مسکرائے۔ اور پھر چلے گئے۔ لارا کو توقع تھی کہ اس کی طبیعت کی ہچکچاہٹ تھوڑی دیر بعد دور ہو جائے گی۔ اس نے اپنا ٹوپ لٹکا دیا اور پیش بند باندھ لیا اور انگلی پر انگشتانی چڑھالی۔ مسز وہائٹ نے اسے ایک قمیص کے دو حصے کچی سلائی سے جوڑنے کے لئے دیئے اور اس کو سینے کی مشین کے پاس والی کھڑکی کے قریب رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔

جلد ہی سے لارا نے سیدھی پشت والی کرسی کو ذرا پیچھے سرکا لیا۔ اس طرح سڑک سے جو بالکل سامنے تھی اسے سلائی مشین کی کچھ اوٹ مل گئی۔ اب وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی اور تیزی سے سلائی کرنے لگی۔

مسز وہائٹ نے کچھ بھی نہ کہا۔ وہ تو بس بڑے غور اور توجہ کے ساتھ قمیصوں کے کپڑے پر نمونوں کے ٹکڑے چپکا چپکا کر بڑی قینچی سے قمیصیں تراشنے میں ہمہ تن مشغول تھیں جب لارا ایک قمیص کی سلائی کر لیتی تو مسز وہائٹ اس کے بدلے میں ایک اور دے دیتیں۔

کچھ دیر بعد وہ مشین پر بیٹھ گئیں۔ پہلے انھوں نے اپنے ہاتھ سے پہیے کو گھمایا اور اس کے بعد نیچے والے پیڈل پر اُن کے پاؤں کی تیز حرکت سے پہیہ برابر گھومتا رہا۔ مشین کی مسلسل گونج سے جو ایک بہت بڑے بھونرے کی آواز سے مشابہ تھی۔ لارا کا سر چکرا رہا تھا پہیہ اپنی تیز گردش کی وجہ سے ایک گول دھبے کی طرح دکھائی دیتا تھا اور سوئی روشنی کی ایک باریک لکیر دکھائی دیتی تھی۔ مسز وہائٹ کے موٹے موٹے ہاتھ کپڑے کے اوپر تیزی سے حرکت کرتے اور اسے ہموار کر کے سوئی کے نیچے سرکاتے جاتے تھے۔

لارا ممکنہ تیزی سے سی رہی تھی۔ کچی کی ہوئی قمیص کو وہ مسز وہائٹ کی بائیں

طرف کی ڈھیری پر جو برابر گھٹتی جا رہی تھی رکھ دیتی اور کاونٹر سے دوسری قمیض کے ٹکڑے اٹھا کر سینے لگتی۔ مسز وہائٹ ان سِلی ہوئی قمیضوں کو ڈھیری سے اٹھا کر ان پر مشین چلاتیں اور دائیں طرف کی ڈھیر پر ڈال دیتیں۔

اس کام میں ایک قسم کی ترتیب تھی، قمیض کاونٹر سے لارا کے پاس، اور پھر ڈھیری بہ ڈھیری سے مسز وہائٹ کے پاس اور مشین سے سِل کر دوسری ڈھیری پر پہنچ جاتی۔

قمیض سینے کا طریق کار گیا ہستان میں ریل کی پٹری بچھانے کے طریق کار سے کچھ ملتا جلتا تھا۔ لیکن لارا کو تو صرف ہاتھ میں سوئی لے کر جتنا تیز ممکن ہو سکے سیتے ہی چلے جانا تھا۔ اُس کے کندھے اور اس کی گردن کا پچھلا حصہ درد کرنے لگا تھا۔ اس کا سینہ اکڑ گیا تھا۔ اور اس کی ٹانگوں پر تھکن کا اثر اور بھاری پن تھا۔ پر شور مشین اس کے سر میں گونج رہی تھی۔

دفعتاً مشین یک لخت رک گئی "کام ختم" مسز وہائٹ نے کہا۔ انہوں نے آخری قمیض سی لی تھی لارا کو ابھی ایک آستین کو جوڑنا اور مونڈھے اور اس کے پیچھے کی سیون کو پورا کرنا تھا۔ اس کے علاوہ کاونٹر پر کتری ہوئی ایک اور قمیض کے حصے بھی موجود تھے "اسے میں سی لوں گی" مسز وہائٹ نے لارا کے ہاتھ سے قمیض چھینتے ہوئے کہا "ہم کام میں کچھ پچھڑ گئے"۔

"جی ہاں میڈیم" لارا نے کہا۔ اُس نے سوچا کہ اسے اور تیزی سے کام کرنا چاہیئے تھا لیکن اب بھی اس نے اپنی کوشش سے بہت ہی عمدہ کام کیا تھا۔

ایک بھاری بھرکم آدمی نے دروازے سے جھانکا۔ اس کے گردآلود چہرے پر شیو نہ کرنے کی وجہ سے خشخشی داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔

اس نے پکار کر کہا "کلینسی، کیا میری قمیض تیار ہیں؟"

"دوپہر کے بعد یقیناً تیار ہو جائیں گی۔" مسٹر کلینسی نے جواب دیا۔ جب یہ قد آور آدمی چلا گیا تو مسٹر کلینسی نے مسز وہائٹ سے پوچھا اس کی قمیضیں کب تیار ہوں گی مسز وہائٹ نے کہا کہ اُسے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کی قمیضیں کونسی ہیں۔ یہ سُن کر مسٹر کلینسی چیخ پڑے اور بڑے جز بز ہوئے۔ لارا یہ ہنگامہ دیکھکر اپنی کرسی ہی میں سمٹ گئی۔ اور تیز تیز بھی سلائی کرنے لگی۔ مسٹر کلینسی نے ڈھیری سے قمیضیں اٹھائیں اور انھیں تقریباً مسز وہائٹ پر ہی پھینک مارا۔ وہ اب بھی چلا رہے تھے انھوں نے کہا کہ وہ ڈنر سے پہلے ان قمیضوں کو تیار دیکھنا چاہتے ہیں ورنہ وہ جواب طلبی کریں گے۔" مجھے ڈرا دھمکا کر یا میرے پیچھے پڑ کر کوئی کام نہیں لے سکتا۔" مسز وہائٹ نے طیش میں آکر کہا۔" تم اور نہ ہی اس بستی کا کوئی اور آئرستانی ایسا کر سکتا ہے۔"

لارا نے سنا ہی نہیں کہ مسٹر کلینسی نے کیا کیا کہا۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ کاش وہ کہیں اور ہوتی مگر اتنے میں مسز وہائٹ نے اُسے ڈنر کے لیے ہمراہ چلنے کو کہا۔ وہ اشتہ کے پیچھے باورچی خانے میں گئے اور مسٹر کلینسی ان کے پیچھے بڑبڑاتے ہوئے آئے۔ باورچی خانہ گرم اور بھرا ہوا تھا۔ مسز کلینسی میز پر کھانا لگا رہی تھیں اور تین چھوٹی لڑکیاں اور ایک لڑکا ایک دوسرے کو اس کی کرسی سے دھکیل رہے تھے۔ مسٹر اور مسز کلینسی اور مسز وہائٹ جو چیخ چیخ کر لڑ رہے تھے بیٹھ گئے اور صبر ہو کر کھانا کھایا۔ لارا یہی نہ سمجھ سکی کہ وہ کس بات پر جھگڑ رہے تھے۔ نہ تو وہ یہ اندازہ کر سکی کہ مسٹر کلینسی اپنی بیوی سے جھگڑ رہے تھے یا اپنی ماں سے، اور نہ یہ کہ آیا یہ دونوں مسٹر کلینسی سے جھگڑ رہی تھیں یا ایک دوسرے سے۔ تینوں زن و مرد اس قدر برافروختہ معلوم ہوتے تھے کہ لارا ڈر رہی تھی کہ کہیں یہ ایک دوسرے کو مارنے نہ لگیں۔

مسٹر کلینسی کہتے "روٹی اٹھا دیجئے" یا" اس پیالے کو بھر دیجئے" کیا ایسا کریں گی آپ؟" مسز کلینسی یہ کر تو دیتیں مگر وہ ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہے جا رہے تھے اور

چیخ رہے تھے۔ بچے اس طرف کوئی توجہ نہیں دے رہے تھے۔ لارا اس قدر گھبرائی ہوئی تھی کہ وہ کھانا بھی ٹھیک طرح سے نہ کھا سکی اس کا دل چاہتا تھا کہ کسی طرح یہاں سے چھٹکارا پائے۔ اسی لئے وہ جلد سے جلد وہاں سے اٹھ گئی اور اپنے کام میں لگ گئی

مسٹر کلینسی باورچی خانہ سے ایک گانے کی لے میں سیٹی بجاتے ہوئے برآمد ہوئے جیسے کہ وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت ہی آرام و اطمینان سے ایک عمدہ ڈنر کھا کر چلے ہوں۔ انہوں نے مسز وہائٹ سے خوش مزاجی سے پوچھا "ان قمیضوں کے ختم کرنے میں کتنا وقت اور لگے گا"؟

"دو گھنٹے سے زیادہ نہیں لگیں گے" مسز وہائٹ نے وعدہ کیا۔

"ہم دونوں اُن پر کام کریں گے۔"

لارا کو ماں کی کہی بات یاد آئی کہ "دنیا کے بنانے میں سبھی قسم کے لوگوں کا ہاتھ بٹانا پڑتا ہے۔" دو گھنٹے میں انہوں نے چار قمیضیں ختم کر دیں' لارا نے احتیاط سے کالروں پر کچی سلائی کی' کالروں کا قمیض میں ٹھیک طور پر لگا دینا ذرا مشکل ہوتا ہے' مسز وہائٹ نے انھیں مشین سے سی دیا۔ اس کے بعد آستینوں میں کف لگانا تھا اور قمیض کے نچلے حصوں پر بھی بخیہ ہونا تھی۔ گریبان اور کفوں کے چاک سے بھی نمٹنا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بٹنوں کو مضبوطی سے ٹانکنا تھا اور کاج بھی بنانے تھے۔ کاجوں کے درمیان فاصلے کو بالکل برابر رکھنا اور انھیں ایک خاص سائز کا کاٹ کر بنانا آسان کام نہیں۔

قینچی کی ذرا سی لغزش بھی کاجوں کو بہت بڑا کر سکتی ہے اور اگر ایک بھی دھاگا کٹنے سے رہ جائے تو کاج بہت چھوٹا بھی ہو سکتا ہے۔ جب وہ کاج کاٹ چکیں تو لارا کناروں پر ابھرے ہوئے جھونتر دل کو صاف کرتی اور تیزی سے انھیں چھوٹے چھوٹے ٹانکوں سے آراستہ کرتی جو سب تقریباً ایک ہی لمبائی کے ہوتے اور ایک دوسرے سے قریب ہوتے۔ وہ کاج بنانے سے اتنا اکتاتی تھی کہ اس نے انھیں جلدی جلدی

بنانا سیکھ لیا تھا۔ مسز وہائٹ نے اس کے کام کی تیزی دیکھ کر کہا" کاج بنانے میں تو تم مجھے بھی مات کر سکتی ہو۔"

جب وہ چاروں قمیضیں تیار ہو گئیں تو اُس دن کام کرنے کی صرف تین گھنٹے باقی رہ گئے تھے۔ لارا قمیضوں کی سوئی سے پکی سلائی کرتی جاتی اور مسز وہائٹ اور قمیضیں کاٹتی جاتیں۔

لارا کبھی بھی اتنی دیر تک ایک جگہ جم کر خاموشی سے بیٹھنے کی عادی نہ تھی۔ اس کے کاندھے اور اس کی گردن دکھنے لگیں، اس کی انگلیاں سوئی کے بار بار چبھنے سے کھردری ہو گئیں اور اُسے اپنی آنکھوں میں سوزش اور دھندلاپن محسوس ہونے لگا۔ اس سے دو دفعہ غلطی بھی ہوئی تھی جب ساری سلائی ادھیڑ کر دوبارہ کرنی پڑی تھی۔

جب پاپا اسٹور میں داخل ہوئے تو وہ خوشی خوشی کھڑی ہو گئی۔ دونوں تیزی سے گھر کے لئے چل پڑے۔ اب دن بیت گیا تھا اور سورج غروب ہو رہا تھا۔ "چھوٹی گڑیا تمہیں پیسے کمانے کے لئے اپنے کام کا پہلا دن کیسا لگا؟" پاپا نے اس سے پوچھا "کیا تم نے سب ٹھیک ٹھیک کر دیا"

"میرا تو یہی خیال ہے"۔ اس نے جواب دیا" مسز وہائٹ میرے بنائے ہوئے کاجوں کی تعریف کر رہی تھیں"۔

چھٹا باب

گُلاب کے پھولوں کا مہینہ

خوشگوار جون کے سارے مہینے لارا قمیضیں سیتی رہی۔ جنگلی گُلاب گیاہستان کی گھاس میں جگہ جگہ کثرت سے کھل رہے تھے۔ لارا جب صبح پاپا کے ساتھ کام پر جاتی ہوتی تو انھیں دیکھتی۔

صبح کو آسمان بتدریج صاف اور نیلا ہو رہا تھا اور موسم گرما کے بادلوں کے ٹکڑے اِدھر سے اُدھر اُڑ رہے تھے۔ گُلاب کے پھولوں کی خوشبو سے ہوا معطر تھی۔ سڑک کے ساتھ ساتھ تازے کھلے ہوئے پھولوں کی نئی پتیاں اور ان کے سنہرے مرکز ننھے منے چہروں سے مشابہ تھے۔

وہ جانتی تھی کہ دوپہر کے وقت بادل کے سفید ٹکڑے روشن اور نیلے آسمان پر اُڑنے لگیں گے اور لہلہاتی گھاس اور جھومتے گلابوں پر سایہ کرتے گزریں گے۔ مگر دوپہر کے وقت تو وہ پُرشور باورچی خانے میں ہوگی۔ رات میں جب وہ گھر لوٹتی تو صبح کھلے ہوئے گُلاب مرجھا چکتے اور ان کی پتیاں ہوا میں منتشر ہو جاتیں۔

اب اس کی عمر کھیل کود کی نہ رہی تھی اور یہ خیال کر کے کہ وہ اچھے خاصے پیسے کما رہی تھی بہت خوش ہوتی تھی۔ ہر سنیچر کی رات کو مسز وہائٹ ڈیڑھ ڈالر گن کر لارا کو دے دیتیں اور وہ اسے لے جا کر ماں کو دے دیتی۔

"مجھے تمہارے سارے پیسے لینا اچھا معلوم نہیں ہوتا لارا" ماں نے ایک بار کہا "یہ مناسب ہے کہ تم اپنے لیے بھی کچھ نہ کچھ اپنے پاس رکھو۔"

"کیوں ماں کس لئے؟" لارا نے پوچھا "مجھے تو کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں" اس کے جوتے ابھی اچھی حالت میں تھے، اس کے پاس موزے اور زیر جامہ بھی تھا ایک خوبصورت لباس کا جوڑا ابھی نیا ہی تھا۔ سارے ہفتے وہ ماں کو اپنی مزدوری کی اُجرت کے پیسے لاکر دینے کے پُرمسرت موقع کی منتظر رہتی۔ اُسے یہ بھی خیال آتا کہ یہ تو محض کام کا آغاز ہے اور دو سال بعد جب وہ سولہ سال کی ہو جائے گی تو کسی اسکول میں بھی پڑھا سکے گی۔

اگر اس نے دل لگاکر خوب محنت کی اور اسے استانی کا سرٹیفکٹ مل گیا اور کسی اسکول میں پڑھانے کے لئے جگہ بھی مل گئی تو وہ پا پا اور ماں کی حقیقی خدمت کر سکے گی اس طرح ان کا سب قرضہ چکا دے گی جو بچپن سے لے کر اب تک اس کی پرورش اور دیگر ضروریات پر خرچ ہوا ہے۔ پھر تو وہ میری کو یقیناً تعلیم پانے کے لئے کالج بھی بھیج دیں گے۔

کبھی کبھی تو وہ ماں سے پوچھا ہی چاہتی کہ کیا جلد از جلد میری کو کسی نہ کسی طرح کالج بھیجنے کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں وہ اپنی آمدنی کا حساب بھی لگاتی کہ میری کو کالج میں تعلیم دلانے کے لئے یہ کافی ہوگی یا نہیں۔ اُس نے ڈر کی وجہ سے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا مگر اس کے دل میں ایک موہوم سی امید روشن تھی اور اسی کے سہارے وہ کام پر جاتی رہی۔ اس کی لائی ہوئی اُجرت سے خاصی مدد ملتی، اُسے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ماں کی ہر ممکن کوشش یہی ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ بچا سکیں اور یہ کہ جوں ہی ماں اور پاپا کے ہاتھ کوئی موقع آئے گا وہ میری کو کالج ضرور بھیج دیں گے۔

اس خوبصورت گیاہستان میں یہ قصبہ ایک بدنما داغ تھا۔ ہر طرف اصطبلوں کے آس پاس گھاس پھوس اور کھاد کے ڈھیر پڑے سڑ رہے تھے۔ دکانوں کے سامنے تو بظاہر کچھ صفائی اور عمدگی نظر آتی تھی مگر اُن کے عقبی حصے بہت ہی گندے اور بدنما تھے دوسری اسٹریٹ تک گھاس پھیل گئی تھی اور عمارتوں کے بیچوں بیچ گرد و غبار کے بگولے

اٹھتے رہتے تھے۔ پورے قصبہ میں گرد، دھواں اور کھانا پکانے کی کچھ عجیب سی باس ہوا میں پھیلی رہتی۔ نائیوں کی دوکانوں کے پچھواڑوں سے، جہاں پلیٹیں دھو کر پانی پھینک دیا جاتا تھا سیلن کی بہت تیز بو آتی۔ لیکن آدمی اس قصبہ میں تھوڑی دیر قیام کرنے کے بعد ان سب چیزوں سے بے نیاز ہو کر جانے والے اجنبیوں کو دیکھنے میں لگ جاتا۔ وہ لڑکے اور لڑکیاں جن سے پچھلے جاڑوں لارا کی ملاقات ہوئی تھی اب قصبے میں نہ تھیں۔ سب اپنے اپنے وطن چلے گئے تھے۔ دوکاندار قصبے میں اپنے اسٹور چلانے کی وجہ سے رہ گئے تھے۔ اور ان کے پیچھے بنے ہوئے کمرے خالی رہتے تھے کیونکہ ان کے بیوی بچے پوری گرمی گیاہستان میں بنی ہوئی جھونپڑی میں گزارنے چلے گئے تھے اس لئے کہ قانون یہ تھا کہ کسی شخص کا اس وقت تک گیاہستان کی جھونپڑی پر حق ملکیت تسلیم نہیں کیا جا سکتا تھا جب تک کہ اس کے گھر والے سال میں چھ مہینے متواتر پانچ سال تک اس مکان میں قیام نہ کریں۔ ایک شرط یہ بھی تھی۔ وہ دس بیگھہ بنجر زمین کو قابل کاشت بنا کر پانچ سال تک اس میں فصل نہ بوئے۔ تب ہی حکومت اسے زمین کا حق دار مانتی۔ جنگل کی اس زمین سے روزی تو کوئی بھی پیدا کر سکتا تھا مگر قانون کی پابندی کے لئے عورتیں اور بچے سارا موسم گرما گیاہستان کے ان مکان میں گزارتے یا لڑکے زمین توڑ توڑ کر اس میں اناج بوتے اور صدر خاندان قصبہ کی تعمیر، کھانے پینے کا سامان خریدنے اور مشرقی علاقے سے اوزار وغیرہ خریدنے کے لئے کافی پیسے پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے۔ جیسے جیسے لارا قصبہ کے حالات سے واقف ہوتی گئی اُسے یہ اندازہ ہوتا گیا کہ اس کا خاندان ان قصبہ والوں کے مقابلہ میں کتنی بہتر حالت میں ہے۔ اسی لئے پاپا نے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں کام کا آغاز ایک سال پہلے سے کر دیا تھا۔ انہوں نے پچھلے سال ہی زمین توڑ کر تیار کر لی تھی، اب ان کے پاس باغ تھا اور جئی کا کھیت بھی تھا۔ اس سال توڑی ہوئی زمین میں دوسری دفعہ ڈالا ہوا بیج بھی بہت خوب اُگ آیا تھا۔ سردیوں میں سوکھی گھاس مویشیوں کے کھلانے کے کام آتی اور پاپا غلہ اور جئی بیچ کر کوئلہ خرید لیتے۔ بستی کے دوسرے لوگ اس اسکیم پر عمل کرنا اب شروع کر رہے تھے جسے پاپا ایک سال پہلے ہی کر چکے تھے۔

لارا نے جب اپنا کام کرتے کرتے اوپر نگاہ اٹھائی تو اس کی نظروں میں پورا قصبہ سما گیا کیونکہ تمام عمارتیں گلی کے آرپار دو ہی بلاکوں میں تھیں۔ اُن کے اگلے رُخ اور طرز تعمیر کو دیکھ کر عمارتوں کے دو منزلہ ہونے کا دھوکہ ہوتا تھا۔

میڈ کا ہوٹل جو گلی کے کنارے پر تھا، بیرڈ سیلی ہوٹل جو تقریباً لارا کے مقابل تھا اور ٹینک ہیم کا فرنیچر اسٹور جو دوسرے بلاک کے بیچ میں تھا واقعی دو منزلہ تھے، اوپر کی منزل کی سیڑھیوں سے قریب کھڑکیوں پر پردے پڑے تھے جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ عمارت کے سامنے کے حصّے کی ٹیپ ٹاپ کے علاوہ دوسرے حصوں پر بھی توجہ دی گئی ہے۔

دوسری عمارتوں اور ان عمارتوں کے درمیان بس یہی ایک فرق تھا۔ سب مکان دیودار کی لکڑی کے بنے ہوئے تھے۔ ہر عمارت میں سامنے کے حصّے میں دو بڑی بڑی شیشے کی کھڑکیاں تھیں اور اُن کے درمیان ایک دروازہ تھا۔ ہر دروازہ موسم گرما میں کھلا رکھا جاتا اور اُس پر گلابی رنگ کا جالی دار کپڑا منڈھا ہوا ایک چوکھٹا لگا دیا جاتا تاکہ مچھر وغیرہ اندر نہ داخل ہوسکیں۔ سب مکانوں کے سامنے سے ایک کاٹھ کی بنی ہوئی پٹری آمد و رفت کے لئے بنی ہوئی تھی جس کے کنارے کنارے بہت سے کھونٹے گڑے ہوئے تھے تاکہ گھوڑے باندھے جاسکیں۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی گھوڑا ان سے بندھا ہوا نظر آتا تھا اور کبھی کبھی کوئی شکرم جس میں گھوڑے یا بیل جُتے ہوتے قریب کھڑی ہوئی نظر آتی تھی۔

ایک بار جب لارا ڈیوڑھی سے تو ڑرہی تھی تو اُس نے پٹری پر سے ایک شخص کو آتے دیکھا جس نے اپنا گھوڑا کھولا اور سوار ہو کے چلا گیا۔ کبھی کبھی وہ گھوڑوں اور شکرم کی دور سے آواز سنتی اور اسے شور مچاتے سامنے سے گزرتے ہوئے دیکھتی۔ ایک دن وہ بے ہنگم شور و غل سے چونک پڑی۔ اُس نے براؤن کے شراب خانے

ایک لمبے آدمی کو باہر آتے دیکھا جو غصّے سے لال پیلا ہو رہا تھا۔ اس کے باہر نکلنے کے بعد شراب خانہ کے جالی دار پٹ اس کے پیچھے بہت زور سے بند ہوئے۔

یہ شخص بڑی ہی تمکنت سے پلٹا۔ اس جالی دار پٹ کو خوفناک انداز سے دیکھا اور اُس کے مچھر دانی نما گلابی کپڑے پر نفرت سے ایک لات مار کر اُسے اوپر سے نیچے تک پھاڑ ڈالا

شراب خانے کے اندر سے اس کے خلاف بڑی زور شور سے آوازیں بلند ہوئیں۔ اس لمبے تڑنگے آدمی نے اس غل غپارے کی مطلق پروا نہ کی۔ وہ ایک وحشت ناک انداز میں دروازے سے پلٹا تو ایک گول مٹول اور پستہ قد شخص سے اُس کا آمنا سامنا ہوا جو شراب خانہ کے اندر جانا چاہتا تھا اور وہ دونوں ایک دوسرے کا راستہ روکے کھڑے رہے پستہ قد آدمی اس کے سامنے بالکل بے حقیقت معلوم ہوتا تھا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا دروازے کے قریب کھڑے ہوئے شراب خانے کے مالک نے دروازے کی جالی پھاڑنے کی شکایت کی۔ اُن دونوں میں سے کسی نے بھی اس کی طرف دھیان نہ دیا۔

دونوں ایک دوسرے کو گھور ہی رہے تھے کہ دفعتہً لمبے آدمی نے اپنا لمبا ہاتھ پستہ قد اور موٹے آدمی کے ہاتھ میں ڈالا اور وہ ساتھ ساتھ گاتے ہوئے پٹری سے نیچے اُتر آئے۔

کھویا، کنارے چلو

کھویّا، کنارے چلو

اب طوفان سے کاہے ڈرو

لمبے آدمی نے پھر اپنا پیر ہار تھورن کے دروازے کی پھٹی ہوئی جالی میں ٹھونس دیا۔ اندر سے شور و غل بلند ہوا۔

"ہے، کون ہے، یہ کیا ——"

دونوں آدمی گاتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔

طوفان گرجے، زور، زور

کھویا کنارے چلو

دونوں تمکنت سے بڑھتے چلے گئے۔ لمبا آدمی لمبی ٹانگوں سے بہت ہی بڑے بڑے قدم رکھتا تھا۔ پستہ قد آدمی بھی اُس کے لمبے قدموں کا ساتھ دینے کے لئے لمبے لمبے قدم اٹھا کے چل رہا تھا۔

اب طوفان سے کا ہے ڈرو

لمبے آدمی نے اپنا پیر بہت سنجیدگی سے بیرڈسلی ہوٹل کے مچھر دانی جیسے پٹ میں ٹھونس دیا، مسٹر بیرڈسلی چیختے ہوئے باہر آئے تو یہ شخص سنجیدگی سے آگے بڑھ گیا۔

طوفان گرجے زور زور

لارا یہ سب دیکھ کر اس قدر ہنسی کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے، جلد ہی اُس نے اسی آدمی کو اپنی لمبی ٹانگ بار کر کے پرچون خانے کے مچھر دانی نما جالی دار پٹ میں ٹھونستے دیکھا، مسٹر بار کر بڑبڑاتے اور احتجاج کرتے باہر آئے لیکن یہ دونوں بڑی شان اور متانت کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آگے نکل چکے تھے اور رنگا کے جا رہے تھے۔

کھویا، کنارے چلو۔

اس لمبے آدمی نے پھر ولڈر فیلڈ کے اسٹور کے دروازے کے جالی دار پٹ لات مار کر جالی پھاڑ دی۔ رائل ولڈر فوراً بھاگا ہوا آیا اور جو جی میں آیا کہتا چلا گیا۔ یہ دونوں آدمی کھڑے سنجیدگی سے سنتے رہے جب تک کہ وہ سانس لینے کے لئے خود نہ رک گیا۔ پھر پستہ قد موٹے آدمی نے پُروقار انداز میں کہنا شروع کیا۔

"میرا نام ٹے پے پرائیر ہے اور میں تشنہ ہیں ہوں"

یہ کہہ کر دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے گاتے ہوئے روانہ ہو گئے، پہلے پستہ قد موٹے آدمی نے شروع کیا۔

"میرا نام ٹے پے پرائیر ہے۔"
اس کے بعد دونوں مل کر بہ یک آواز چیختے۔ ۔ ۔ ۔
"اور میں نشہ میں ہوں"
لمبا آدمی گاتے وقت اپنی زبان سے ٹے۔ پے پرائیر کا نام نہیں نکالتا تھا لیکن آخر میں ہمیشہ سنجیدگی سے کہتا۔
"میں نشہ میں ہوں۔"
جاتے جاتے وہ ایک دوسرے شراب خانے میں گھس پڑے۔ اس کے جالی دار پٹ ان کے داخل ہونے کے بعد زور سے بند ہو گئے۔
لارا نے اپنا سانس روک لیا اور یہ دیکھ کر کہ اس شراب خانے کے دروازے کی جالی ثابت تھی اور اپنی جگہ پر تھی، وہ اتنا ہنسی کہ اس کی پسلیاں دُکھنے لگیں۔ وہ ہنس ہی رہی تھی کہ مسٹر وہائٹ کہنے لگیں "شراب پی کر یہ آدمی جس قدر زہریلے ہو جاتے ہیں اُس سے تو سانپوں کو بھی شرم آتی ہے۔" اندازہ لگاؤ کہ اُن سب جالیوں کی قیمت کیا ہوگی؟" مسٹر وہائٹ نے کہا "مجھے تو آج کل کے نوجوانوں پر تعجب ہوتا ہے کہ ان میں احساس نام کی کوئی چیز ہی باقی نہیں رہی۔"
شام کو جب لارا نے سب گھر والوں سے اُن دو آدمیوں کا اس پیرائے سے ذکر کیا کہ میری بھی اچھی طرح سمجھ جائے تو کوئی بھی نہ ہنسا
"میری پیاری بچی لارا مجھے تو تعجب ہے کہ تم شرابیوں کی حالت پر کیسے ہنسیں" ماں نے جاننے کی خواہش ظاہر کی۔
"میرے خیال میں تو یہ بہت ہی وحشت ناک بات ہے" میری نے کہا۔ بابا نے کہا "لمبا آدمی تو بل اوڈراؤڈ تھا۔ میں اسے اس لئے جانتا ہوں کہ ایک بار اس کا بھائی اُسے یہاں بستی میں اس لئے لایا تھا کہ اُسے شراب پینے سے باز رکھ سکے۔ اس قصبہ

میں بہ ظاہر دو شراب خانے ہیں مگر دوسری جگہوں پر تو بہت سے ہیں، یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔"

"مقام افسوس ہے کہ زیادہ لوگ اس طرح سے شراب نہ پینے کی تلقین نہیں کرتے۔" ماں نے کہا "مجھے یہ پکا یقین ہوتا جاتا ہے کہ اگر شراب فروشی کو یکسر بند نہیں کیا جاتا تو پھر عورتوں کو اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا پڑے گی۔"
پاپا نے ان کی طرف شوخی سے دیکھا "کیرولین! مجھے ایسا لگتا ہے کہ تمہیں ابھی بہت کچھ کہنا ہے، میری والدہ نے مجھ پر شراب کی خرابیاں اچھی طرح واضح کر دی تھیں، اور تم نے بھی۔"

"خیر اس بات کا یہاں کیا ذکر" ماں نے کہا "لیکن یہ نہایت شرم کی بات ہے کہ ایسے ذلیل منظر لارا کی آنکھوں کے سامنے پیش آئے۔" پاپا نے لارا کی طرف دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں اب بھی وہی شوخی تھی جس سے لارا یہ تاڑ گئی کہ پاپا شرابیوں پر ہنسنے کے لئے اُسے کوئی دوش نہیں دے رہے تھے۔

ساتواں باب

نو ڈالر

مسز کلینسی کو قمیضیں سینے کے لئے بہت زیادہ آرڈر نہیں مل رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جن لوگوں کو بھی اس سال قمیضیں خریدنا تھیں وہ خرید چکے تھے۔

ایک سنیچر کے دن شام کو مسز وہائٹ نے کہا "موسم بہار کی بھیڑ بھاڑ ختم سی ہو گئی ہے۔"

"ہاں، مادام" لارا نے کہا۔

مسز وہائٹ نے ایک ڈالر اور پچاس سینٹ گن کر لارا کو دیئے۔ "اب مجھے تمہاری مزید ضرورت نہ ہو گی۔ اس لئے تم پیر کی صبح سے آنا بند کر دینا۔ اچھا خدا حافظ۔"

"خدا حافظ" لارا نے کہا۔

اُس نے چھ ہفتے کام کر کے نو ڈالر کمائے تھے۔ چھ ہفتے پہلے ایک ڈالر بھی بہت اہم معلوم ہوتا تھا مگر اب نو ڈالر کافی نہ تھے۔ اگر اُس نے ایک ہفتہ اور کام کیا ہوتا تو ساڑھے دس ڈالر ہو جاتے اور دو ہفتے اور کام کرتی تو پورے بارہ ڈالر ہو جاتے۔

لارا سوچنے لگی کہ دوبارہ گھر پر رہنا کتنا اچھا لگے گا۔ گھر کے چھوٹے موٹے کاموں میں ہاتھ بٹانا، باغ میں کام کرنا، میری کے ساتھ ٹہلنے اور جنگلی پھول چننے کے لئے جانا، اور رات ہونے پر پاپا کے گھر لوٹنے کا انتظار کرنا سب کتنا اچھا لگے گا۔ مگر پھر بھی اس نے ایسا محسوس کیا جیسے اس کی زندگی میں کچھ خلا پیدا ہو گیا ہے اور کوئی کمی واقع ہو گئی ہے۔

وہ آہستہ آہستہ مین اسٹریٹ کی پٹری پر چلتی رہی۔ پاپا ابھی تک دوسری اسٹریٹ کے کنارے والی عمارت میں کام کر رہے تھے۔ وہ تختوں کے ایک ڈھیر سے سہارا لگائے کھڑے تھے اور لارا کا انتظار کر رہے تھے۔ جب انھوں نے لارا کو دیکھا تو خوشی خوشی کہنے لگے۔

"دیکھو ۔۔۔ ماں کے لئے، گھر لے جانے کے لیے میں کیا لایا ہوں" ڈھیر کے سایہ میں گھاس پھونس کی ایک ٹوکری، غلہ کی بوری کے قریب رکھی تھی اس ٹوکری سے پنجوں کے گھسنے اور چوں چوں کی آواز آ رہی تھی۔ یہ چوزے تھے "پوسٹ آج انھیں لے کر آیا تھا" پاپا نے کہا "چودہ ہیں، سب کے سب تندرست اور فربہ ہیں" ان کا سارا چہرہ ماں کی خوشی کے خیال سے دمک رہا تھا۔ انھوں نے لارا سے کہا "زیادہ بھاری نہیں ہے، ایک ہینڈل تم پکڑ لینا اور ایک میں پکڑ لوں گا اور اس طرح ہم دونوں اسے سنبھال کر گھر لے جائیں گے" چنانچہ باپ بیٹی دونوں ٹوکری کو احتیاط سے اٹھائے بڑی سڑک سے ہوتے ہوئے گھر کی طرف جانے والی سڑک پر پہنچ گئے۔ غروب کے وقت شفق بڑے شوخ رنگ بکھیر رہی تھی اور تمام آسمان اور زمین پر روشنی کی سنہری چادر سی بچھی ہوئی تھی۔ مشرقی سمت میں واقع سلور لیک یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے اس کا سارا پانی آگ کی طرح بھڑک اٹھا ہو۔ ٹوکری میں سے چوزوں کی چوں چوں کی آواز برابر آ رہی تھی۔

"پاپا، مسز وھائٹ کو اب میرے کام کی ضرورت نہیں رہی" لارا نے کہا

"ہاں میرا بھی اندازہ ہے کہ اب موسم بہار کی بھیڑ بھاڑ قریب الختم ہے۔" لارا کو یہ خیال نہیں آیا تھا کہ پاپا کا کام بھی ختم ہو سکتا ہے "کیا پاپا اب بڑھئی کا کام بھی نہ ہو گا؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں توقع بھی نہیں رکھنی چاہیے تھی کہ یہ تمام گرمیوں چلے گا" پاپا نے کہا "بہرحال کچھ بھی ہو میں جلد ہی آمدنی کا کوئی نہ کوئی ذریعہ تلاش کر لوں گا"

تھوڑی دیر بعد للا نے کہا "پاپا میں نے تو صرف نو ڈالر کمائے ہیں"۔

"نوڈالر پر منہ بسورنے کی کوئی بات نہیں" "تم نے بہت اچھا کام بھی کیا ہے مسنر وہائٹ کو بھی تمہارے کام سے بالکل اطمینان رہا، ایسا ہی ہے نا؟"

"جی ہاں" لارا نے ایمانداری سے جواب دیا۔

"اگر کام اچھی طرح ہو جائے تو یہی بہت بڑی بات ہے" پاپا نے کہا۔ یہ سچ ہے کہ کام کر کے کچھ نہ کچھ اطمینان ضرور ہوا تھا۔ لارا بھی کچھ بہتر ہی محسوس کر رہی تھی۔ پھر وہ دونوں ماں کے لئے چوزے لے کر بھی تو جا رہے تھے۔

ماں انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ کیری اور گریس انہیں دیکھنے کے لئے ٹوکری پر جھکی پڑی تھیں اور اس میں جھانک رہی تھیں۔ لارا نے اُن کے بارے میں میری کو بتایا۔ وہ تندرست اور فربہ چوزے تھے اُن کی آنکھیں کالی اور پنجے بھورے تھے اُن پر رواں اُبھرنا شروع ہو گیا تھا بس گردن پر خالی جگہ چھوٹ گئی تھی۔ دُم اور بازو دونوں پر بھی پر پھوٹ رہے تھے۔ جتنے بھی رنگ کے چوزے ہوتے ہیں ان میں سب ہی رنگ کے تھے، کچھ پر دھبے بھی تھے۔

ماں نے ان میں سے ہر ایک کو احتیاط سے اُٹھا کر اپنے پیش بند کے دامن میں رکھ لیا، وہ کہنے لگیں کہ "مسز بوسٹ نے ایک ہی بار مرغی بٹھا کر یہ تمام بچے نہیں نکلوائے ہیں، اور مجھے یقین ہے کہ ان میں دو سے زیادہ مرغے نہیں ہیں۔"

"بوسٹ فیملی کے پاس بہت سے چوزے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بار موسم گرما میں انھیں بھون کر کھانے کا پروگرام بنا رہے ہیں" پاپا نے کہا "ہو سکتا ہے کہ مسز بوسٹ نے ان بچوں میں سے چند مرغے کھانے کے خیال سے نکال لئے ہوں۔"

"ہاں ٹھیک ہے، اور ان کے بدلے مرغیاں رکھ دی ہوں گی جو انڈے دیں گی" ماں نے قیاس آرائی کی "بس یہ سب مسز بوسٹ ہی کی کرامات ہے، اُن جیسی سخی اور پر خلوص عورت بھی شاید ہی پیدا ہوئی ہو۔"

وہ چوزوں کو اپنے دامن میں رکھ کر اس ڈربہ کے پاس لے گئیں جو پاپا نے اُن کے لئے بنایا تھا۔ اس ڈربے کے آگے تیلیاں لگی تھیں تاکہ ہوا اور دھوپ اندر جا سکے، اس میں چھوٹا سا دروازہ تھا جس میں لکڑی کی ایک کھونٹی والو بٹی کھولنے اور بند کرنے کے لئے لگی تھی۔ اس میں فرش نہ تھا مگر اسے گھاس میں رکھا گیا تھا جس پر چوزے چگتے رہتے تھے جب گھاس پامال اور گندی ہو جاتی تھی۔ چوزوں کو دوسری جگہ تازہ گھاس پر تبدیل کر دیا جاتا تھا ــــــ

ماں نے ایک پرانے تسلے میں بھوسی چورکر اور کچے آلوؤں کے ٹکڑے بھر کر ڈربے میں رکھ دیئے، چوزے اس پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر چگنا شروع کیا کہ کبھی کبھی تو وہ غلطی سے اپنے پنجوں ہی پر ٹھونگیں مارنے لگتے تھے۔

جب اور نہ کھا سکتے تو پانی کے تسلے کے کنارہ پر چڑھ جاتے اور اپنی چونچوں میں پانی بھر کر گردنوں کو پھیلاتے اور اپنے سر کو پیچھے کی طرف جھکا کر اسے پی جاتے۔

ماں نے کہا اِن چوزوں کو چگانا اور اُن کے تسلے کو ٹھنڈے اور تازے پانی سے بھرا رکھنا کیری کا کام ہے۔ کل وہ چوزوں کو باہر پھرنے دے گی اور کرتس کا کام باز پر کڑی نگاہ رکھنا ہوگا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد انھوں نے لارا کو یہ دیکھنے کے لئے بھیجا کہ آیا چوزے آرام سے سو رہے تھے۔ اندھیرے گیا ہستان پر ستارے جھلملا رہے تھے اور درانتی نما چاند مغرب میں افق کے پاس نظر آ رہا تھا۔ گھاس سنسان رات میں ہلکی ہلکی سانس لیتے ہوئے سوتی ہوئی سی معلوم ہو رہی تھی۔

لارا نے سوتے ہوئے چوزوں پر جو ڈربے میں سمٹے ہوئے بیٹھے تھے اپنا نازک ہاتھ پھیرا اور پھر دیر تک کھڑی موسم گرما کی رات سے لطف اندوز ہوتی رہی۔ نہ جانے وہ وہاں کتنی دیر کھڑی رہی یہاں تک کہ گھر کی طرف سے ماں آگئیں ارے، لارا تم یہاں ہو" ماں نے شفقت

سے پوچھا اور جیسا کہ لارا نے کیا تھا۔ وہ بھی جھکیں اور دڑبے میں ہاتھ ڈال کر ایک کونے میں سمٹے ہوئے بچوں پر ہاتھ پھیرا اور کچھ دیر کھڑی انھیں دیکھتی رہیں۔

"یہ جگہ تو اب ایک بڑے فارم کی طرح معلوم ہوتی ہے" انھوں نے کہا۔ جئی اور اناج کے کھیت اندھیرے میں پیلے پیلے سے معلوم ہو رہے تھے اور باغ کالی کالی پتیوں سے بھرا بھرا معلوم ہو رہا تھا۔ ستاروں کی مدھم روشنی جو اُن میں سے چھن چھن کے گزر رہی تھی ککڑی اور کدو کی بیلیں باغ میں پھیلی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ یہاں سے گھاس کی زمین پر بنا ہوا اصطبل پستی کی وجہ سے نظر نہ آتا تھا لیکن کھڑکی میں سے پیلی پیلی روشنی باہر آ رہی تھی۔ دفعتاً بغیر سوچے سمجھے لارا نے کہہ دیا "او ماں، میرا دل چاہتا ہے کہ اس سال کالج کھلنے پر میری کالج چلی جائے۔"

خلاف توقع ماں نے کہا "ہاں ہاں، ہو سکتا ہے وہ چلی ہی جائے، تمہارے پاپا اور میں اس بارے میں بات کرتے رہتے ہیں" لارا نے تھوڑے سے توقف کے بعد کہا "کیا آپ نے بھی اُس سے کچھ کہا ہے؟"

"ابھی تو نہیں" ماں نے بتایا "نا امیدی کا منہ دیکھنے کے لئے ہمیں امیدیں نہیں پیدا کرنی چاہئیں۔ لیکن پاپا کی تنخواہ اور جئی اور غلّے کے ہوتے" بشرطیکہ کوئی نامساعد بات حائل نہ ہو یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ امسال کالج جا سکے گی ہمیں خود پر بھروسہ کر کے اس بات کی کوشش کرنا چاہئے کہ جب تک کہ وہ کامل سات سالہ کالج کا نصاب تعلیم و تربیت پورا نہ کرے۔ ہم اسے پڑھنے سے نہ روکیں گے۔

پہلی بار لارا کو یہ احساس ہوا کہ جب میری کالج چلی جائے گی تو وہ کیا کرے گی۔ میری تمام دن گھر پر نہ رہا کرے گی۔ لارا کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ میری کے بغیر زندگی کس طرح کٹے گی

"او۔ بس میرا دل چاہتا ہے۔" وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ اس کی تو یہ دلی تمنا تھی کہ میری کالج جائے۔

"ہاں، ہم ضرور اس کی کمی محسوس کریں گے۔" ماں نے کہا "مگر ہمیں سوچنا یہ چاہیئے کہ اس کے لیے یہ کس قدر عظیم اور اہم موقع ہے۔"

"میں جانتی ہوں، ماں" لارا نے دُکھے دل سے کہا۔ اب رات زیادہ ہوگئی تھی اور سونی سونی معلوم ہوتی تھی۔ گھر میں سے روشنی برابر چلی آرہی تھی، مگر جب میری نہ ہوگی تو گھر بھی تو ویسا نہ رہے گا۔ سونا سونا لگے گا۔

پھر ماں نے کہا "تمہارے نو ڈالر سے بہت مدد ملی ہے۔ میں ارادہ کر رہی ہوں اور لارا میرا خیال ہے کہ ان نو ڈالر سے میں میری کے لباس کے لیے اچھے سے اچھا کپڑا خرید سکتی ہوں اور شاید ہیٹ بنانے کے لیے مخمل بھی۔"

آٹھواں باب

چار جولائی

دَن !

لارا سوتے سوتے چونک پڑی۔ سونے کے کمرے میں اندھیرا تھا۔ کیری نے بہت آہستہ سے سرگوشی کی "یہ کیا تھا؟"

"ڈرو نہیں" لارا نے جواب دیا۔ وہ سنتے رہے۔ کھڑکی پر اندھیرے سا ابھی جو اُبھرا ہی نہیں آیا تھا لیکن لارا نے اندازہ لگایا کہ رات آدھی سے زیادہ بیت چکی ہے۔

دَن ! ہوا میں لرزش پیدا ہو گئی۔

"عظیم توپیں" پاپا سوتے سے چونک کر بولے۔

"کیوں ؟ کیوں ؟" گریس نے جاننا چاہا "پاپا" ماں "یہ کیوں ہے ؟"

کیری نے پوچھا "یہ کون لوگ ہیں ؟ کیا چیز ان کا نشانہ ہے ؟"

"اب کیا وقت ہوا ہے" ماں جاننا چاہتی تھیں۔

اپنے کمرے سے پاپا نے جواب دیا "کیری آج چار جولائی ہے"

دَن ! ہوا میں پھر لرزش پیدا ہوئی۔

یہ بندوقیں نہ تھیں بلکہ یہ قصبے کے لہار کے سندان پر چلائی جانے والی بارود کا دھماکا تھا۔ اس کی آواز ان لڑائیوں کی آواز کی طرح تھی جو امریکنوں نے حصول آزادی کے لئے لڑی تھیں۔ چار جولائی وہ مقدس دن تھا جب سب سے پہلے آئے ہوئے امریکنوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ سب قومی آزاد ہیں مساوی حقوق کے مالک ہیں۔ دَن !

"اور لگے ہاتھوں ہم بھی اٹھ کر بیٹھ جائیں"۔ ماں نے پکارا
پاپا نے مترنم آواز میں کہا "ارے کیا کہتی ہو؟ کیا تم جھٹپٹا ہونے سے پہلے دیکھ سکتی ہو؟"
"چارلس!" ماں نے حیرت سے پکارا۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ واقعی وہ اندھیرے میں کچھ نہیں دیکھ سکتیں، تو ہنس کے چپ ہو رہیں۔
"اس کے بارے میں سوچ بچار کی کیا ضرورت ہے" پاپا بستر چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔
"ہم امریکن ہیں" انہوں نے اپنی مترنم آواز میں نعرہ لگایا۔
جے ہو، جے ہو! ہم آزادی کا جشن منائیں گے، آزادی کے گیت گائیں گے
جے، جے، جے ہو! قومی نشان، آزادی کا نگہبان!
سورج جب شفاف مطلع پر نمودار ہوا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی اس عظیم دن "چار جولائی" سے باخبر ہے۔ ناشتہ پر ماں نے کہا "چار جولائی پکنک منانے کے لئے بہت اچھا رہے گا"۔
"ہو سکتا ہے کہ آئندہ سال جولائی میں بھی ایسا ممکن نہ ہو سکے" پاپا نے کہا۔
"اس سال بھی تو ہمارے لئے پکنک بنانا مشکل ہی ہے" ماں نے تسلیم کیا "بغیر مرغ بریاں کے پکنک پکنک نہ ہو گی"۔
اتنے عمدہ آغاز کے بعد دن خالی خالی سا لگتا تھا۔ ایسے اہم دن کے موقع پر تو کوئی اہم بات ہونا چاہئے تھی مگر کچھ بھی نہ ہوا۔
لارا کے ساتھ برتن دھوتے دھوتے کیری نے کہا "میں تو اب عمدہ سا لباس پہن کر تیار ہونا چاہتی ہوں"
"میں بھی یہی چاہتی ہوں، مگر جشن کہاں اور کس طرح منایا جائے گا کچھ معلوم بھی تو ہو" لارا نے بتایا جب وہ پلیٹوں کا پانی گھر سے باہر پھینکنے کے لئے گئی تو اس نے دیکھا

کہ پاپا جئی کے کھیت کو دیکھ رہے تھے۔ جئی کے سنہرے رنگ کے لمبے اور فربہ پودے ہوا میں لہرا رہے تھے اور بالیوں میں دانے بھی بھرنے لگے تھے۔ اس کی لمبی اور سنہری ہری لہلہاتی ہوئی پتیوں نے زمین کو تقریباً ڈھک لیا تھا۔ باغ میں ککڑی کی بیلیں اور ان کے کلّے پھوٹ رہے تھے۔ مٹر اور سیم کی قطاریں بن گئی تھیں اور گاجروں کی قطاریں دیکھ کر ہرے رنگ کے پروں کا گمان ہوتا تھا۔ چقندر اور ان کے سُرخ تنوں پر گہرے رنگ کی پتیاں نکل آئی تھیں جھربیری کی چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں بھی بڑی گھنیری تھیں۔ خود رو گھاس میں چوزے بھاگے پھر رہے تھے اور کھانے کے لیے کیڑوں کا پیچھا کر رہے تھے۔

روزمرہ کے معمول کے مطابق تو یہ سب ٹھیک ہی تھا، لیکن چار جولائی جیسے یادگار دن کے شایانِ شان کوئی دلچسپ تقریب منانے کی بھی ضرورت تھی۔

پاپا کو بھی اس کا احساس تھا۔ ان کے پاس کوئی کام نہ تھا کیونکہ چار جولائی کے دن گھر کے چھوٹے موٹے کام کے علاوہ کوئی اور کام کرنا مناسب نہ تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ ماں کے پاس آئے اور کہا "آج قصبے میں ایک قسم کا جشن منایا جا رہا ہے کیا تم وہاں جانا پسند کرو گی؟"

"کس قسم کا جشن ہے؟" ماں نے پوچھا۔

"زیادہ تر گھڑ دوڑ ہی تفریحی مشغلہ بنے گی، لیکن نیبو کا شربت پلانے کے لئے بھی چندہ وصول کیا جا چکا ہے۔" پاپا نے بتایا۔

"گھڑ دوڑ میں جانا عورتوں کے لئے تو موزوں نہیں۔" ماں نے کہا "اور میں کم از کم چار جولائی کے دن بغیر بلائے نہیں جاؤں گی۔" لارا اور کیری کھڑی ماں کی اجازت کا بڑی بے صبری سے انتظار کر رہی تھیں کہ ماں نے سوچ بچار کے بعد سر ہلایا اور کہا "تم لوگ چارلس کے ساتھ چلی جاؤ لیکن گرلس کے لئے مشکل ہوگا۔"

"گھر پر رہنا ہی زیادہ اچھا ہے۔" میری نے کہا

لارا بولی "ارے پاپا جب آپ جائیں گے تو کیا کیری اور میں ہمیں جا سکتے؟"
پاپا نے جنھیں شک تھا کہ وہ جشن کی بھیڑ بھاڑ جھیل بھی سکیں گی کیری اور لارا کی طرف
ایک خاص نظر سے دیکھا۔ ماں بھی مسکرائیں۔
"ہاں چارلس تم سب لوگوں کے لئے اچھی خاصی تفریح رہے گی"۔ انہوں نے کہا۔
کیری تم تہ خانے تک جاؤ اور مکھن اٹھا لاؤ جب تک تم لوگ کپڑے بدلو گے میں
تمہارے ساتھ لے جانے کے لئے کچھ ڈبل روٹی مکھن تیار کرتی ہوں"۔
اس پروگرام کی وجہ سے چار جولائی کے دن کا صحیح اندازہ ہو گیا۔ ماں نے سینڈوچ
بنائے، پاپا نے اپنے جوتوں پر پالش کی کیری اور لارا نے جلدی جلدی لباس تبدیل
کئے۔ خوش قسمتی سے لارا کی پھولدار سوتی اسکرٹ دھلی دھلائی اور استری کی ہوئی رکھی
تھی کیری اور لارا نے باری باری سے سلفچی میں اپنا منہ، گردن اور کان اچھی طرح دھوئے۔
انہوں نے ہلکے رنگ کے تن زیب کے موزوں پر، تن زیب کے ہی بنے ہوئے
لیک دار بنیان کوٹ پہن لئے اپنے بالوں میں کنگھا کیا اور انھیں ہموار کیا۔ لارا نے اپنے
لمبے بالوں کی لٹوں کو بل دے کر سروں پر پن لگا کر جما لیا۔ اس نے کیری کی چوٹی کے
سروں پر ربن باندھ دیئے۔ اور پھر اپنی پھولدار اسکرٹ پہن کر پیٹھ تک بٹن لگائے۔
اس پورے اسکرٹ کے نیچے کی جھالر اس کے جوتوں سے رگڑ رہی تھی۔
"مہربانی کر کے میرے بھی بٹن لگا دو"۔ کیری نے کہا۔ اس کی پیٹھ کے بیچوں بیچ
بٹن ایسے تھے جن تک اس کا ہاتھ نہ جاتا تھا باقی سب اس نے خود ہی لگا لئے تھے۔
"تم اپنے بٹنوں کو الٹا لگا کر چار جولائی کے جشن میں شریک نہیں ہو سکتیں"
لارا نے کہا اور تمام بٹن کھول کر پھر سے ٹھیک کر کے لگا دیئے۔
"اگر ان بٹنوں کا رخ باہر کی طرف رہتا ہے تو ان میں میرے بال الجھتے رہتے ہیں"
کیری نے بتایا۔

"میں جانتی ہوں" "میرے بالوں کے ساتھ بھی یہی ہوتا تھا" لارا نے کہا مگر تمہیں اسے اس وقت تک برداشت کرنا پڑے گا جب تک کہ تم انھیں سر پر باندھنے کے قابل نہ ہو جاؤ۔"

انھوں نے اپنے دھوپ ٹوپ پہنے۔ پاپا بھورے کاغذ کے ایک لفافے میں سینڈوچ لئے کھڑے تھے اور ان کا انتظار کر رہے تھے۔ ماں نے ان سب کی طرف بڑی غور سے دیکھتے ہوئے کہا "تم سب لوگ بہت اچھے لگ رہے ہو۔"

"میرے لئے اپنی دو شستہ لڑکیوں کے ساتھ کہیں جانا باعث مسرت ہے" پاپا نے کہا۔

"پاپا آپ بھی تو بہت اچھے لگ رہے ہیں" لارا نے کہا۔ اُن کے جوتے پالش سے شیشے کی طرح چمک رہے تھے، داڑھی اچھی طرح بنی ہوئی تھی اور وہ اپنا بہترین سوٹ اور چوڑے کناروں والا ہیٹ پہنے ہوئے تھے۔

"میں بھی جاؤں گی" گریس نے مطالبہ کیا۔

ماں کے دو تین دفعہ ٹوکنے پر بھی کہ "نہیں گریس تم نہیں جاؤ گی" گریس بضد ہو کر کہنے لگی "میں تو جاؤں گی" کیونکہ وہ ابھی کم عمر تھی اس لئے گھر کے لاڈ پیار سے کچھ بگڑ گئی تھی۔ لیکن اب اس کے ضدی پن کو ہر صورت ختم کرنا تھا اس لئے پاپا نے اسے ڈانٹ کر کرسی پر بٹھا دیا اور کہا "کیا تم نے اپنی ماں کی بات نہیں سُنی؟"

بڑی سنجیدگی کے ساتھ تینوں مکان سے جشن گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ گریس کے خیال سے وہ قدرے غمگین ضرور تھے۔ لیکن اُس کی تربیت بھی تو ہونی ضروری تھی۔ شاید آئندہ سال کوئی بڑا جشن آزادی منایا جائے۔ اگر سب شکرم میں سما سکے تو وہ بھی جائے گی اب طے یہی پایا کہ جشن پیدل چل کے دیکھا جائے گا اس لئے گھوڑے جو کھونٹیوں سے بندھے گھاس چر رہے تھے انھیں شکرم میں جوڑنے کا خیال ترک کر دیا گیا ورنہ جشن گاہ

کے قریب گرد و غبار اور گرمی میں کھونٹوں سے تمام دن بندھے بندھے گھوڑے تھک جاتے۔ گرریس ایک میل کا راستہ پیدل چل کے جانے اور واپس آنے کے لحاظ سے بہت چھوٹی تھی اور گود میں لے جانے کے اعتبار سے بڑی تھی۔

وہ قصبہ میں پہنچے بھی نہ تھے کہ دور سے پھٹنے والوں کے چٹخنے کی سی آواز سنائی دی کیری کے پوچھنے پر پاپا نے بتایا کہ یہ آتش بازی ہے۔

مین اسٹریٹ میں اِدھر سے اُدھر تک گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ پٹری پر مرد اور بچوں کی اس قدر بھیڑ بھاڑ تھی کہ وہ ایک دوسرے سے ٹکراتے جاتے تھے۔ لڑکے گرد آلود گلیوں میں آتش بازی چھوڑ رہے تھے جس کے جلنے اور پھٹنے کی آواز چونکا دیتی تھی۔

"میں کیا جانتی تھی کہ یہ میلہ ایسا ہوگا؟" کیری نے شکایتی لہجہ میں کہا۔ لارا کو بھی پسند نہ آیا وہ پہلے کبھی ایسی بھیڑ بھاڑ میں نہیں گئے تھے۔ وہاں مستقل چلتے جانے اور اتنے بہت سے اجنبیوں میں گھر کر تکلیف محسوس کرنے کے سوا کوئی اور انوکھی بات نہ تھی۔

پاپا کے ساتھ دونوں بلاکوں کے دو چکر لگانے کے بعد لارا نے پوچھا کہ اگر وہ اور کیری ان کے اسٹور کی عمارت پر سے میلہ دیکھیں تو کیسے رہے گا۔ پاپا نے اس خیال کو پسند کیا۔ کیونکہ وہاں سے انھیں بھیڑ بھاڑ بھی اچھی طرح سے نظر آئے گی اور پاپا بھی اکیلے کچھ اور گھوم پھر لیں گے۔ اس کے بعد لنچ کھا کر گھڑ دوڑ بھی دیکھنا تھی۔ پاپا نے انھیں اُس خالی عمارت میں بٹھا دیا اور لارا نے دروازہ بند کر لیا۔

اس خالی اور سنسان جگہ پر اکیلے ہونا انھیں اچھا لگا۔ انھوں نے پچھلے حصے میں بنے ہوئے خالی باورچی خانے کو دیکھا جہاں وہ سخت سردیوں میں آ کر رہی تھیں۔ وہ اس خالی مکان میں ہر طرف اوپر نیچے اور کھپریل کی چھت کے بنے ہوئے گرم کمروں میں خوب گھومی پھریں اور سامنے والی کھڑکی سے بازار کی بھیڑ بھاڑ اور گرد و غبار میں پٹاخوں کو چھوٹتے دیکھتی رہیں۔

"میرا دل چاہتا ہے کہ ہمارے پاس بھی کچھ پٹاخے ہوتے" کیری نے کہا "وہ تو تو ہیں ہیں" لارا نے مصنوعی طور پر کہا "ہم ٹکن ڈروگا کے قلعہ میں ہیں اور وہ باہر پٹاخے چھوڑنے والے برطانوی اور امریکہ کے قدیم باشندے ہیں۔ ہم امریکن ہیں جو آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں" "ٹکن ڈروگا کے قلعہ میں تو برطانوی تھے اور گرین ماؤنٹین کے جوانوں نے اس پر قبضہ کیا تھا" کیری نے اعتراض کیا۔

"تو پھر میرا خیال یہ ہے کہ ہم کین ٹکی میں ڈینیل بون کے ساتھ ہیں اور یہ جگہ اس کی پناہ گاہ ہے" لارا نے کہا "اُسے تو برطانویوں اور قبائلیوں نے ہی گرفتار کیا تھا" لارا کو ماننا پڑا۔ "پٹاخے کتنے پیسوں میں آتے ہیں؟" کیری نے پوچھا۔ "اگر پاپا خرید بھی سکتے ہوں تو بھی ایک ذرا سا شور وغل سننے کے لئے پیسے خرچ کرنا بے وقوفی ہے" لارا نے کہا۔

"اس چھوٹے سے سرنگ ٹو کو تو دیکھو اچھا چلو اب اپنے لئے گھوڑے پسند کریں پہلے تم شروع کرو"

وہ اتنی بہت سی چیزیں دیکھنے میں مصروف رہیں کہ انھیں یہ بھی پتہ نہ چلا کہ دوپہر ہوگئی ہے۔ جب زینہ پر سے پاپا کے بوٹوں کی آواز آئی اور انھوں نے پکارا "لڑکیو! تم کہاں ہو؟" تبھی ان کو خبر ہوئی دونوں دوڑی ہوئی گئیں۔ پاپا کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ ان کا وقت ہنسی خوشی گزرا تھا۔ انھوں نے خوشی خوشی کہا "میں سب کے لئے بھنی ہوئی ہیرنگ مچھلی لایا ہوں تاکہ ڈبل روٹی مکھن کے ساتھ کھائی جا سکے۔ اور یہ دیکھو کچھ اور بھی لایا ہوں" انھوں نے سب کو پٹاخوں کی ایک لڑی دکھائی۔

"او پاپا یہ کتنے کو آئے؟" کیری نے خوشی سے پوچھا۔

"مجھے تو ایک سینٹ بھی نہیں دینا پڑا" پاپا نے بتایا "وکیل بارنس نے مجھے دے دیئے تھے اور کہا تھا کہ لڑکیوں کو دے دینا"

"آخر ان کو پٹاخے پیش کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی" لارا نے پوچھا۔ اُس نے پہلے کبھی وکیل بارنس کے بارے میں نہیں سنا تھا۔

"ہاں میرا خیال ہے کہ وہ سیاست میں پڑ گیا ہے" پاپا نے کہا "وہ ہر ایک سے ایسی ہی ملنساری اور مفاہمت کے انداز سے ملتا ہے۔ کہو میں ان پٹاخوں کو ابھی چلا دوں یا کھانا کھانے کے بعد؟"

لارا اور کیری بھی اس بارے میں سوچ رہی تھیں۔ انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ چہرے سے اتفاق کا اشارہ پا کر کیری نے کہا "اچھا ہے کہ ہم انھیں ماں اور گریس کے لئے گھر لے جائیں۔"

"بہت خوب" پاپا نے کہا۔ انھوں نے پٹاخے اپنی جیب میں رکھ لئے اور بھنی ہوئی ہیرنگ مچھلی کے پیکٹ کو کھولا اور لارا نے سینڈوچ کا پیکٹ کھولا۔ بھنی ہوئی ہیرنگ بہت ہی لذیذ تھی۔ انھوں نے ماں کے لئے کچھ بچا لی۔ جب کھا چکے تو پانی پینے کنویں پر گئے۔ پاپا نے بالٹی بھر کر پانی کھینچا اور سب نے خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر سب نے ہاتھ منہ دھوئے اور پاپا کے رومال سے خشک کئے۔

دوڑ دیکھنے کے لیے جانے کا وقت ہو گیا تھا۔ سارا مجمع ریلوے لائن کو پار کر کے گیا۔ ہستان کے میدان کی طرف جا رہا تھا۔ میدان میں ایک کھمبے پر امریکی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ دھوپ تیز تھی مگر ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی تھی۔

جھنڈے کے قریب ایک لمبا تڑنگا شخص مجمع میں سب سے اونچا نظر آرہا تھا۔ وہ کسی چیز پر کھڑا ہوا تھا۔ باتوں کی آواز آہستہ آہستہ ختم ہو گئی اور اس کے بولنے کی آواز آنے لگی۔

"ہاں بھئی لڑکو!" انھوں نے کہا۔ "میں کسی پبلک جلسہ میں بولنے کے سلیقے سے اچھی طرح آشنا نہیں ہوں۔ لیکن آج چار جولائی کا عظیم دن ہے۔ یہ وہ یادگار دن ہے جب ہمارے بزرگوں نے یورپ کے مطلق العنان حکمرانوں کی حکومت کی زنجیریں کاٹ کر پھینک دی تھیں۔

امریکین تعداد میں بہت زیادہ نہ تھے مگر وہ کسی جابر بادشاہ کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ انھیں برطانوی تربیت یافتہ فوجوں، اُن کے بھاڑے کے ٹٹوؤں اور قتل و غارت گری کرنے والے اُن لال چمڑی والے مقامی وحشیوں سے لڑنا پڑا تھا جنھیں زریں خلعت پہننے والے طبقہ امرا کے حکمرانوں نے خوب روپیہ پیسہ دے کر ہماری بستیوں پر عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے، آگ لگانے اور تباہ و تاراج کرنے کے لئے حملہ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ آفرین ہے اُن مٹھی بھر جانباز امریکی سپاہیوں پر جن کے پاس پہننے کو جوتے بھی نہ تھے اور جنہوں نے کیل کانٹے سے لیس دشمن کے بھاری لشکر کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ جی ہاں ہم نے سنہ ۱۷۷۶ء میں اور سنہ ۱۸۱۲ء میں بھی برطانویوں کا صفایا کر دیا تھا۔ اور تقریباً بیس برس پہلے ہم نے یوروپ کی تمام شہنشاہی طاقتوں کو میکسیکو اور اس براعظم سے مار بھگایا تھا۔ جی ہاں اس ذی شان اور جلیل لقدر قومی جھنڈے کی قسم، اگر پھر کبھی یوروپ کے جابر حکمرانوں نے سرزمین امریکہ میں قدم رکھنے کی حماقت کی تو مزہ چکھا دیں گے۔"

"جے جے" سب نے نعرے لگائے۔ لارا، کیری اور پاپا نے بھی ساتھ دیا۔

"تو آج ہم سب یہاں جمع ہوئے ہیں" اُس آدمی نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ہم میں سے ہر شخص خدا کے ملک کا آزاد اور خود مختار باشندہ ہے اور یہ وہ واحد ملک ہے جہاں ہر شخص کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے۔ آج چار جولائی ہے جو اور ہمیں جشن آزادی کی یاد تازہ کرتی ہے اس لئے اس جشن کو تو ہمیں اس سے بھی اعلیٰ پیمانے پر منانا چاہئے۔ امسال ہم کچھ زیادہ اہتمام نہ کر سکے۔ ابھی تو ہماری اس بستی کے بہت سے لوگ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ شاید آئندہ سال تک ہم میں سے کچھ لوگوں کے حالات بہتر ہو جائیں گے اور یوم آزادی کا یہ جشن پورے جوش و خروش سے عظیم پیمانہ پر منایا جا سکے گا۔ ہم سب لوگ یہاں موجود ہیں اور یہ چار جولائی کا مبارک دن ہے لہٰذا اس موقع پر یہ بہتر ہو گا کہ کوئی اُس تاریخی اعلان خود مختاری کو بھی پڑھ کر سنائے۔ یہ فرض بھی مجھ کو ہی سونپا

گیا ہے۔نوجوانو اب اپنے ہیٹ اتار لو، میں پڑھنا شروع کرتا ہوں۔"

لارا اور کیری کو اعلانِ خود مختاری زبانی یاد تھا لیکن دوسرے کی زبان سے سننے میں ہی اس کے حقیقی رعب اور وقار کا احساس ہوتا تھا۔ دونوں بہنیں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے سنجیدگی اور انہماک سے سننے والے لوگوں کے مجمع میں خاموش کھڑی ہوئی سن رہی تھیں یا خوشنما تاروں اور دھاریوں والا نظر افروز جھنڈا شفاف نیلے آسمان کے تلے امریکی باشندوں کے سروں پر بڑی آن بان سے لہرا رہا تھا۔ دونوں بہنیں حافظہ کی بدولت خود مختاری کے اعلان کے الفاظ کو کان سے پہلے ذہن سے سن رہی تھیں۔

"جب کسی قوم کی زندگی کے دھارے میں حالات اس نوبت پر پہنچ جائیں کہ وہ ان تمام سیاسی رشتوں کو توڑ دے جو اس کو کسی دوسری قوم کا محکوم بنائے ہوئے تھے تاکہ وہ بھی دنیا کی آزاد طاقتوں کی طرح ایک علیحدہ اور ہم پلہ طاقت شمار کی جائے جو اس کا فطری حق ہے تو انسانی فکر و نظر کے احترام کے خاطر اُسے ان وجوہات کا واضح اعلان بھی کر دینا ضروری ہے جن کی باعث سیاسی علیحدگی ناگزیر ہوئی۔

"ہم ان صریح حقائق کے لئے کسی دلیل و حجت کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ قدرتی طور پر سارے انسانوں کے حقوق یکساں ہیں اور یہ کہ ان کے خالق نے انھیں چند ایسے حقوق بھی عطا کئے ہیں جو انسانیت کا جزو لاینفک ہیں مثلاً زندگی، آزادی، اور تلاش مسرت —"

اس کے بعد بادشاہِ انگلستان کے وحشتناک مظالم کی ایک طویل فہرست پڑھ کے سنائی گئی جو حسب ذیل تھی۔

"اس نے ان ریاستوں کی آبادی کو بڑھنے نہ دیا"

"اس نے انصاف کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کیں۔"

"اس نے ججوں کو اپنی مرضی اور خواہشات کے تابع کر رکھا تھا۔"

"اس نے یہاں طرح طرح کے نئے دفاتر قائم کر کے افسروں کی بھاری تعداد ہمارے

عوام کو ستانے اور ان کی گاڑھی کمائی ہڑپ کرنے کے لئے مقرر کر دی تھی۔"

"اس نے ہمارے سمندروں کو لوٹا، ہمارے ساحلوں کو پامال کیا، ہمارے قصبات کو نذرِ آتش کیا، اور ہمارے عوام کی زندگیوں کو تباہ و برباد کیا۔ اور اس وقت بھی وہ غیر ملکی کرایہ کے ٹٹوؤں کی بڑی بڑی فوجیں بھیج رہا ہے تاکہ جبر و تشدد اور کشت و خون کا بازار گرم کریں جن کا آغاز طرح طرح کے مظالم اور غداریوں کے سنگین واقعات سے کیا جا چکا ہے جن کی نظیر عہدِ بربریت کے شباب میں بھی نہیں ملتی اور جو ایک مہذب قوم کے سربراہ کے لئے ہرگز موزوں نہیں۔

"اسی لئے ہم امریکہ کی متحدہ ریاستوں کے نمائندے جو ایک عام کانگریس کی صورت میں یہاں جمع ہوئے ہیں دنیا کے منصفِ مطلق کی بارگاہ میں اپنے ارادوں کی پختگی اور راست بازی کے لئے دستِ دعا دراز کرتے ہوئے ان بستیوں کے عوام کی جانب سے اور اُن کی اجازت سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ :-

"یہ متحدہ بستیاں حقوق کے اعتبار سے آزاد اور خود مختار ریاستیں ہوں اور یہ کہ برطانوی تاج سے وفاداری کا پیمان ختم ہو اور یہ کہ ریاستہائے متحدہ اور برطانیہ عظمیٰ کے مابین تمام سیاسی تعلقات یکسر ختم ہو جائیں اور یہ کہ آزاد اور خود مختار قوموں کی طرح انھیں بھی جنگ چھیڑنے کے جملہ اختیارات حاصل ہوں۔" اور اس اعلان کی تصدیق کے طور پر پاک پروردگار کی مدد پر یقین کامل رکھتے ہوئے ہم ایک دوسرے سے یہ عہد کرتے ہیں کہ ہمارا تن، من، دھن سب مادرِ وطن کے لئے ہے۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ یہ تو دراصل "آمین" کہنے کا موقع تھا، لیکن کسی کو بھی یہ اندازہ نہ تھا کہ کیا کیا جائے۔ مگر بابا نے جو گانا شروع کیا تو سبھی گانے لگے۔

میرا وطن تیرا ہی عطا کیا ہوا ہے

یہ آزادی کی ایک سہانی دیوی ہے

میں تمہاری تعریف کے نغمے گاؤں گا
ہماری دھرتی ہمیشہ ہمیشہ آزادی کے پاک نور سے روشن رہے۔
اے عظیم خدا، اے ہمارے بادشاہ
ہمیں اپنے غضب سے محفوظ رکھو

بھیڑ چلتی جارہی تھی مگر لارا اب بھی بت کی طرح ساکت کھڑی تھی۔ دفعتہً اُسے بالکل ایک نئی بات سوجھی، اعلان اور گیت دونوں ایک ساتھ اس کے ذہن میں ابھرے اور اس نے سوچا خدا امریکہ کا بادشاہ ہے۔ اُس نے سمجھا کہ امریکی دنیا کے کسی بادشاہ کی اطاعت نہ کریں گے۔ امریکی آزاد ہیں جس کا مطلب ہے کہ وہ بس اپنے ضمیر کے مطیع ہیں۔ پاپا کا بھی کوئی بادشاہ نہیں ہے وہ خود اپنے حاکم ہیں۔ اور کیوں نہیں (وہ سوچنے لگی) جب میں ذرا بڑی ہو جاؤں گی پھر پاپا اور ماں مجھے یہ بتانا چھوڑ دیں گے کہ کیا کرنا چاہیئے اور کیا نہ کرنا چاہیئے اور پھر تو کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو مجھے حکم دے سکے۔ مجھے خود ہی اپنے آپ کو اچھا بنانا پڑے گا۔

اس توجیہہ سے اس کا ذہن روشن ہو گیا تھا۔ آزاد ہونے کا مقصد ہی یہ ہے اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اچھا ہونا چاہیئے۔

"ہمارے آبا کا خدا، آزادی کا مالک" قوانین قدرت اور خدائے قدرت نے انسان کو جینے اور آزاد رہنے کا حق عطا کیا ہے۔ اس لئے خدا کے قوانین کی پابندی ضروری ہے کیونکہ خدا کا قانون ہی تو ہے جس کے ذریعہ ہمیں آزاد رہنے کا حق ملتا ہے۔

اس کے بعد مزید سوچنے کے لئے لارا کے پاس وقت نہ تھا۔ کیری کو بڑا تعجب ہو رہا تھا کہ وہ اس طرح خاموش کیوں کھڑی تھی جب کہ پاپا کہہ رہے تھے "لارا کیری اس طرف چلو، وہاں لیموں کا شربت مفت ملے گا۔"

جھنڈے کے قریب گھاس میں پیپے رکھے تھے۔ کچھ لوگ ٹین کے ڈبوں میں شربت پینے

کے لئے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ جب ایک شخص پی چکتا تو دوسرے کو وہ ڈبہ تھما دیتا اور گھڑدوڑ کے میدان سے ہوتا ہوا گھوڑوں اور بگھیوں کی طرف چلا جاتا۔ للا اور کیری ذرا پیچھے کھڑی تھیں لیکن جس آدمی کے ہاتھ میں ڈبہ تھا اُس نے انھیں دیکھا اور ڈبہ پاپا کے ہاتھ میں دے دیا انہوں نے اسے پیپے سے بھر کر کیری کو دے دیا۔ پیپا لبالب بھرا ہوا تھا لیموں کے ٹکڑے شربت پر تیر رہے تھے۔

اس میں چونکہ بہت سارے لیموں ڈالے جاتے ہیں، اسی لئے یہ اچھا بھی ہوتا ہے" پاپا نے کیری آہستہ آہستہ پی رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں سے خوشی جھلک رہی تھی، اس نے اس سے پہلے لیموں کا شربت نہیں پیا تھا۔

"یہ شربت ابھی تیار کیا گیا ہے" ایک شخص جو اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا اُس نے پاپا کو بتایا کہ پانی بھی ہرٹل والے کنویں کا ہے اسی لئے ٹھنڈا بھی ہے۔ دوسرا آدمی جو اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا کہنے لگا "اس کا دارومدار تو اس پر ہے کہ وہ اس میں شکر کتنی ڈالتے ہیں۔" پاپا نے پھر ڈبہ بھرا اور للا کو دے دیا۔ اس نے ایک بار جب وہ چھوٹی سی تھی منی سوٹا میں نیلی اولین کی پارٹی میں لیمو کا شربت پیا تو تھا، مگر یہ شربت اُس سے زیادہ خوش ذائقہ تھا۔ اُس نے ڈبہ کا آخری قطرہ تک نہ چھوڑا اور پاپا کا شکریہ ادا کیا، اور پینے کی خواہش کرنا خلاف آداب بات تھی۔

جب پاپا پی چکے تو سب کے سب گھاس کا میدان پار کر کے دوڑ کے راستے کے قریب پہنچ گئے۔ دوڑ کا راستہ بنجر زمین کے بہت بڑے حصہ کو ایک دائرے کی شکل میں کھود کر بنایا گیا تھا اور زمین کو توڑ کر اندر سے نکلی ہوئی کالی مٹی کو ہموار کر دیا گیا تھا۔ اُس جگہ کو چھوڑ کر جہاں بگھیوں اور آدمیوں کے چلنے سے گھاس پامال ہو گئی تھی اس گھیرے کے بیچ میں اور اس کے اطراف میں گیاہستان کی گھاس لہلہا رہی تھی۔

"ہاں بوسٹ کیا بات ہے؟" پاپا نے پکارا اور مسٹر بوسٹ بھیڑ کو چیرتے ہوئے برآمد

ہوئے وہ ابھی ابھی گھڑ دوڑ دیکھنے کے لئے قصبے پہنچے تھے۔ مسز بوسٹ نے ماں کی طرح گھر پر ہی رہنا پسند کیا تھا۔

دوڑ کے راستے پر چار گھوڑے لائے گئے۔ ان میں سے دو سُرنگ ایک سرمئی اور ایک مشکی تھا۔ لڑکے جوان پر سوار تھے انہوں نے ان سب کو ایک سیدھی قطار میں کھڑا کر دیا۔

"اگر آپ شرط لگاتے تو کس گھوڑے پر لگائے ہوتے" مسٹر بوسٹ نے پوچھا۔

"بس اُس مشکی گھوڑے پر" لارا نے جوش سے کہا۔

مشکی گھوڑے کی کھال دھوپ میں چمک رہی تھی اور اس کی لمبی ایال اور دم ہوا میں ریشم کی طرح اُڑ رہی تھی۔ یہ اپنے سر کو بار بار اُچکاتا اور قدم بھی نزاکت سے اٹھاتا تھا۔

"چھوڑو" کا لفظ سنتے ہی تمام گھوڑے یکدم چھلانگ لگا کر دوڑ پڑے۔ مجمع نے زور زور سے چیخنا پکارنا شروع کر دیا۔ زمین سے لگا ہوا اور سرپٹ۔ دوڑتا ہوا مشکی گھوڑا آگے نکل گیا تھا اور باقی سب اس کے پیچھے رہ گئے تھے۔ زمین پر ان کی ٹاپیں پڑنے سے گرد غبار کا ایک بادل اٹھ رہا تھا جس نے انھیں چھپا لیا تھا۔ شرط کے گھوڑے دوڑ کی پٹری پر اپنی پوری طاقت سے دوڑتے ہوئے جب اگلی پٹری پر پہنچ گئے تو سرمئی گھوڑا مشکی سے ذرا ہی پیچھے دوڑ رہا تھا، پھر دونوں برابر دوڑنے لگے پھر یکایک سرمئی گھوڑا ذرا سا آگے نکل گیا۔ مجمع نے پھر شور مچایا۔ لارا کو اب بھی مشکی کے جیتنے کی امید تھی یہ بھی اپنا پورا زور لگا رہا تھا اور بڑھتے بڑھتے سرمئی گھوڑے کے برابر جا پہنچا اس سرمئی گھوڑے کی گردن سے آگے نکل گیا اور اس کی ناک سُرمئی گھوڑے کی ناک تک پہنچ گئی چاروں گھوڑے پٹری کا چکر کاٹ کر خاتمہ کی لکیر کی طرف سر آگے کو جھکائے ہوئے فراٹے بھرتے چلے آ رہے تھے اور ان کے آگے اٹھتے ہوئے غبار میں سے اب ان کے جسم صاف طور پر دکھائی دے رہے تھے۔ یکایک سُرنگ گھوڑا جس کی ناک سفید تھی مشکی اور سُرمئی دونوں گھوڑوں کے قریب سے ہوتا ہوا سامنے بنی ہوئی لائن پار کر کے سب سے آگے نکل گیا اور مجمع

نے خوشی سے تالیاں بجائیں۔ "اگر تم نے مشکل پر شرط لگائی ہوتی تو تم ہار جاتیں" پاپا نے کہا۔

"یہ بہت ہی عمدہ ہے" لارا نے جواب دیا۔ وہ کبھی بھی اس قدر مسرور نہ ہوئی تھی۔ کیری کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں، اس کے رخسار جوش و خروش سے گلابی ہو گئے تھے اور اس کی چوٹی میں ہیٹ والا ایک بٹن بھی الجھ گیا تھا مگر دوڑ کے سنسنی خیز خاتمہ سے وہ اس درجہ متاثر تھی کہ اس نے اس اڑچن کی کوئی پروا بھی نہ کی۔

"کیا ابھی اور بھی دوڑیں ہوں گی پاپا؟" کیری نے زور سے پوچھا۔

"ہاں ہاں ضرور ہوں گی دیکھو اب بگھی دوڑ ہونے جا رہی ہے" پاپا نے جواب دیا۔ مسٹر بوسٹ نے مذاق کیا "لارا جیتنے والی ٹیم کا انتخاب کرو"

پہلے پہل بھیڑ میں سے دوڑ کے راستہ پر ایک ہلکی بگھی جس میں شرنگ گھوڑوں کی جوڑی جتی ہوئی تھی نمودار ہوئی۔ سرنگ گھوڑے ایک دوسرے سے بہت ملتے جلتے تھے اور اس طرح چل رہے تھے جیسے بگھی کے وزن کا انھیں احساس تک نہیں۔ اس کے بعد اور بھی جوڑیاں اور بگھیاں آئیں مگر لارا کو ان سے کوئی دلچسپی نہ تھی کیونکہ وہ بھورے گھوڑوں کی ایک جوڑی کو دیکھ رہی تھی جسے وہ پہچانتی تھی۔ اُن کے فخر سے بلند سر، ان کی محرابی گردنیں، سیاہ لہراتی ہوئی ایالیں، چمکدار تیز اور خوشنما آنکھیں، ماتھوں پر طرے کی طرح اُڑتے ہوئے بال، دھوپ میں کلس جیسے چمکنے والے پٹھے، ہیجان میں آنے کی ظاہری علامتیں تھیں۔

"او کیری، دیکھو، ادھر دیکھو یہ بھورے رنگ کے مورگن ہیں" لارا نے بتایا۔

"بوسٹ، وہ المنزو وائلڈر کی جوڑی ہے" پاپا نے بتایا "ظالم نے کس چیز میں انھیں جوت رکھا ہے"!

گھوڑوں سے ذرا اونچائی پر المنزو وائلڈر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا ہیٹ اس کے سر کے پیچھے کی طرف سرکا ہوا تھا اور وہ خوش اور مطمئن نظر آ رہا تھا۔ جس وقت اس نے اپنی جوڑی کو دوڑ شروع ہونے کی لائن پر لا کھڑا کیا تو سب نے دیکھا کہ وہ ایک لمبی چوڑی

اور بھاری شکرم کے دروازے کے قریب ایک اونچی سیٹ پر بیٹھا تھا۔

"یہ اس کے بھائی رائل بیڈلر کا شکرم ہے" قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی نے کہا۔

"چونکہ زیادہ وزنی ہے اس لیے ہلکی بگھیوں کے مقابلہ میں اس کی جیت مشکل ہے"

ایک دوسرے آدمی نے کہا۔ ہر شخص ہورگن گھوڑوں اور شکرم کو دیکھ رہا تھا اور انہی کی بابت گفتگو کر رہا تھا۔ دائیں جانب جتا ہوا گھوڑا پرنس تھا جس کو پچھلی سردیوں میں گاڑی میں لگا کر المانزو اور کیپ گارلینڈ۔ چالیس میل دور جا کے گیہوں لاد کر لائے تھے جس سے ہم سب لوگ بھوک سے مرنے سے بچ گئے تھے" پاپا نے مسٹر بوسٹ کو بتایا" دوسرا بڈی ہے جس نے ہرنوں کے گلہ کا بخوبی تعاقب کیا تھا۔ دونوں کی چال اور رفتار بہت اچھی ہے۔"

"جی ہاں، میں سمجھتا ہوں" مسٹر بوسٹ نے اتفاق کیا" لیکن اس بھاری گاڑی کھینچتے ہوئے سام اور ڈن کے ہلکی بگھی کو کوئی بھی جوڑی نہ پچھاڑ سکے گی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جوان کی ہلکی بگھی کو اسی ملک میں کہیں کوئی حادثہ پیش آگیا ہے۔"

"وہ تو ایک آزاد قسم کا البیلا نوجوان ہے" کسی نے کہا "وہ کسی کی بگھی ادھار مانگ کر چلنے کی بجائے جو بھی اس کے پاس ہے اسے چلا کر ہارنا پسند کرے گا۔"

"یہ تو بہت بری بات ہے کہ اس کے پاس کوئی بگھی نہیں ہے" مسٹر بوسٹ نے کہا۔

بھورے گھوڑے دوڑ کے میدان میں موجود گھوڑوں میں سب سے زیادہ خوبصورت بینظیر تھے شکرم کے وزنی ہونے کا انھیں ذرا بھی خیال نہ تھا۔ بلکہ اپنے سر اچکاتے، کان تانے، اور اپنے پیروں کو زمین پر اس انداز سے رکھتے ہوئے چل رہے تھے جیسے زمین پر رکھنا ان کے کسر شان ہو۔

"اف کس قدر افسوسناک بات ہے، بے حد شرمناک بات ہے کہ ان گھوڑوں کے ساتھ بڑی زیادتی ہو رہی ہے۔" لاما کو رہ رہ کے خیال آرہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک دوسرے

سے گھتے ہوئے تھے اس کا دل تو بس یہی چاہتا تھا کہ ان شاندار اور بڑھیا گھوڑوں کی کسی طرح جیت ہو جائے۔ اس بھاری شکرم میں جڑ کر اُن کا جیتنا محال تھا۔ لارا اتنی متاثر ہوئی کہ چیخ پڑی۔
"ارے توبہ، یہ بڑی زیادتی ہے"!

بگھی دوڑ شروع ہو گئی، سرنگ گھوڑے اپنی بگھی سمیت سب سے آگے نکل چلے تھے ان کی چمکدار اور تیزی سے حرکت کرتی ہوئی ٹانگیں اور تیزی سے گھومتے ہوئے بگھی کے پہیے زمین کو چھوتے معلوم ہی نہ ہوتے تھے۔ ہر ایک بگھی جو سامنے سے بڑی تیز رفتاری سے گزر رہی تھی ہلکی پھلکی ایک نشست والی بگھی تھی، بگھی دوڑ میں صرف پھیرے والے کی بلند اور بھاری گاڑی ہی ایک ایسی تھی جسے بھورے رنگ کی ایک بے حد خوبصورت گھوڑوں کی جوڑی دوڑائے لے جا رہی تھی جو سب کے اخیر میں تھی۔

"ملک بھر میں سب سے اعلیٰ جوڑی ہے" لارا نے ایک آدمی کو کہتے سنا "مگر جیتنے کا کوئی امکان نہیں ہے"

"نہیں" دوسرے نے کہا "وہ شکرم اُن کے کھینچنے کے لئے بہت بھاری ہے لیکن گولی کی سی برق رفتاری سے وہ اپنی چال تیز کر لیں گے"۔

گھوڑے اپنی تیز اور یکساں دلکی کے ساتھ وزنی گاڑی کھینچے چلے جا رہے تھے۔ دھول کا طوفان اٹھتا اور انھیں چھپا لیتا تھا لیکن تھوڑی دیر میں، جوڑیاں اور بگھیاں گرد کے بگولوں سے برآمد ہو جاتی تھیں اب یہ دوڑ کی پٹری کی دوسری طرف تیزی سے دوڑنے لگیں پھیری والے کی شکرم کے پیچھے ایک جوڑ دو دو بگھیاں تھیں، بلکہ تین صرف سرنگ گھوڑوں والی بگھی سب سے آگے دوڑ رہی تھی۔

اس حالت کو دیکھ کر لارا نے اُن بھورے گھوڑوں کی ہمت بڑھانے کے لئے چیخنا شروع کر دیا "چلے آؤ، چلے آؤ، جیت لو، جیت لو" اور اُس نے محسوس کیا کہ اس کے چیخنے کا کچھ ایسا سحر انگیز اثر ہوا کہ گھوڑوں کی رفتار اور بھی تیز ہو گئی۔

وہ دوڑ کے راستے کا پورا چکر لگانے کے بعد اب موڑ سے گزر کر فیصلے کی لائن کی طرف چلے آ رہے تھے۔ لیکن سرنگ گھوڑے اُن سے آگے ہی تھے۔ ان سے بازی لے جانا شکرم کے گھوڑوں کے بس کی بات نہ دکھائی دیتی تھی۔ ان کا جیتنا بھی مشکل تھا کیونکہ ان کے لیے گاڑی کا وزن بہت زیادہ تھا۔ مگر للارا تھی کہ مارے جوش کے انھیں کی جیت کے لیے پکارے جا رہی تھی "تیز، تیز، اور بھی تیز، ارے چلے آؤ، چلے آؤ!"

الماتزوا اپنی اونچی سیٹ سے آگے کو جھکا جیسے کہ اُن سے کچھ کہہ رہا ہو۔ اب بھی وہ اسی رفتار سے دوڑ رہے تھے مگر ذرا تیز ہو گئے تھے یہاں تک کہ اودون کی بگھی کو ملا لینے کے بعد ان کے سُرسُرنگ گھوڑوں کے برابر ہو گئے تھے۔ اب چاروں گھوڑے بہت تیزی سے ایک ہی صف میں دوڑ رہے تھے۔

"یہ تو دونوں ہی برابر ہوئے جا رہے ہیں، خدا کی قسم یہ تو لڑائی پڑ رہی ہے" ایک آدمی نے کہا۔

اس کے بعد مسٹر اودون نے کوڑا ہاتھ میں لیا اور اُس سے اپنے سرنگوں کے دو تین شلاقیں رسید کیں اور ٹٹکاری بھی دی۔ الماتزو کے پاس کوئی چابک نہ تھی، وہ آگے جھکا ہوا تھا، لگاموں کو ڈھیلی رکھے ہوئے مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا اور ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ پھر کچھ گھوڑوں کو کہہ رہا ہو جس کا اثر یہ ہوا کہ بھورے گھوڑے ابابیل کی مانند تیز پرواز کے ساتھ اُودون کے سرنگوں سے آگے نکل کر لائن پار کر کے دوڑ جیت گئے۔

سارا مجمع چیخ اٹھا۔ اور الماتزوا اور اس کی شکرم کو گھیرے میں لینے کے لئے آگے بڑھا۔ للارا اپنا سانس روکے ہوئے تھی اس کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ وہ چیخنا، پکارنا اور ہنسنا چاہتی تھی اور بیٹھ کر کچھ آرام بھی کرنا چاہتی تھی۔

"لو وہ جیت گئے، وہ جیت گئے، وہ جیت گئے" کیری کہتی رہی اور تالیاں بجاتی رہی۔ للارا نے کچھ نہ کہا۔

"اُس نے پانچ ڈالر کما لئے" مسٹر لوسٹ نے کہا
"کیسے پانچ ڈالر؟" کیری نے پوچھا۔
"قصبے کے کچھ لوگ سب سے عمدہ اور جیتنے والی ٹیم کو پانچ ڈالر دیتے ہیں" پاپا نے بتایا
اور المانزو وائلڈر نے یہ جیت لئے ہیں" لارا خوش تھی کہ اُسے یہ پہلے معلوم نہ تھا' اگر معلوم
ہوتا کہ خوبصورت گھوڑے پانچ ڈالر کے انعام کے لئے دوڑ رہے ہیں تو وہ اسے پسند نہ کرتی۔
"اس نے تو اب جیت ہی لئے" پاپا نے کہا "یہ لڑکا گھوڑوں کو سنبھالنا جانتا ہے"
"دوڑیں ختم ہوئیں۔ اب ادھر اُدھر کھڑے رہنے اور باتیں سننے کے علاوہ کوئی بھی
کام نہ تھا۔ بیچ میں لیموں کا شربت پینڈرے سے جا لگا تھا۔ مسٹر لوسٹ' لارا اور کیری
کے لئے ایک ڈبہ بھر کر شربت لائے اور انھوں نے آدھا آدھا کر لیا۔ شربت پینے کے
مقابلہ میں میٹھا تو تھا مگر ٹھنڈا نہ تھا۔ گھوڑے اور بگھیاں سب واپس جا رہی تھیں' پاپا
چھپتے ہوئے مجمع میں سے نکل کر آئے اور کہنے لگے اب گھر چلنا چاہئے۔
مسٹر لوسٹ۔ بڑی سڑک کی طرف ان کے ساتھ ساتھ چلے۔ پاپا نے انہیں
بتایا کہ وائلڈرس کی ایک بہن جو مشرقی علاقے میں مینی سوٹا کی اسکول ٹیچر تھی اس نے
قصبے کے مغربی حصہ میں ایک مکان بنا لیا ہے۔ وہ یہ چاہتی ہے کہ المانزو اُسے یہ معلوم کر کے
بتائے کہ کیا وہ اس اسکول میں آئندہ موسم سرما میں پڑھا سکتی ہے۔ میں نے اُس سے
کہا ہے کہ وہ اپنی درخواست اسکول بورڈ کو بھیج دے، اگر دیگر حالات بھی ٹھیک رہے
تو میں نہیں سمجھتا کہ اُسے یہ موقع کیوں نہیں مل سکتا"
لارا اور کیری ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ پاپا اسکول بورڈ کے ممبر تھے
اور اس میں شک نہیں کہ دوسرے ممبر بھی انہی کی طرح سوچ سکتے تھے۔ لارا نے سوچا
"ہو سکتا ہے میں بھی ایک اچھی اسکالر بن جاؤں اور المانزو کی بہن مجھے پڑھانے لگیں تو ان
خوبصورت گھوڑوں کی گاڑی میں ان کے ساتھ سواری کا کچھ لطف اٹھا لوں"

نواں باب

کالی چڑیاں

اگست میں دن اس قدر گرم تھے کہ لارا اور میری سورج نکلنے سے بہت پہلے صبح کی سیر کرنے کے لئے چلی جاتیں۔ ہوا میں اب بھی تازگی تھی اور یہ ناگوار ہونے کی حد تک گرم نہ تھی چونکہ میری جلد ہی کالج جانے والی تھی اس لئے ہر صبح کی سیر ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے کہ یہ آخری ہے۔

اگلے موسم سرما میں میری واقعی کالج جا رہی تھی۔ انہوں نے اس کے جانے کا اس قدر انتظار کیا تھا کہ اب جب کہ وہ واقعتاً جا رہی تھی تو اس کو یقین نہ ہوتا تھا۔ یہ کہنا اس لئے بھی مشکل تھا کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ کون سا کالج مناسب رہے گا اور انہوں نے کوئی کالج دیکھا بھی نہیں تھا۔ پاپا نے اس موسم بہار میں سو ڈالر کمائے تھے۔ باغ جئی اور اناج کے کھیت سب بھرے پڑے تھے اور میری کے اسکول جانے میں بہ ظاہر کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔

ایک دن صبح کو جب لارا اور میری سیر سے واپس آئیں تو لارا نے میری کے لہنگے پر ایک قسم کی گھاس کو چپکے ہوئے دیکھا۔ اُس نے اسے ہٹانے اور صاف کرنے کی کوشش کی مگر وہ علیحدہ نہ ہوئی۔

"ماں" اس نے پکارا "یہاں آئیے اور ذرا اس گھاس کو دیکھیے۔"

ماں نے پہلے کبھی ایسی گھاس نہیں دیکھی تھی۔ گھاس کے سرے جو کی بالیوں

کی طرح تھے، لیکن ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے تھے اور ان سے آگے ایک انچ لمبی پھلی لگی ہوئی تھی جس کی نوک سوئی کی طرح سخت اور تیز تھی اور جس کی ڈنڈی پر پیچھے مڑے ہوئے سخت بال اُگے ہوئے تھے، بالکل سوئی کی طرح گھاس کی نوکیں میری کے لباس میں پیوست ہو گئی تھیں۔ سخت بال سوئی کی نوک کو گھیرے ہوئے تھے اور اسے علیحدہ نہ ہونے دیتے تھے اور چار پانچ انچ لمبی پیچ کی شکل کی ایک بل دار تنوں والی ڈنٹھل اس سوئی کی نوک کو اور اندر کی طرف دبائے رکھی تھی۔

"اوہ کسی چیز نے مجھے کاٹ لیا" میری چلائی۔ اس کے جوتے کے ذرا اوپر گھاس کی ایک نوک اس کے موزے سے گزر کر اس کے گوشت میں داخل ہو گئی تھی۔

"میں کہتی ہوں کہ یہ تو انتہا ہے" ماں نے کہا "نہ جانے ہم ابھی اس بستی میں اور کیا کیا دیکھیں گے؟"

دوپہر کو جب پاپا گھر آئے تو سب نے انھیں یہ عجیب و غریب گھاس دکھائی۔ انہوں نے کہا کہ اسے اسپین کی سوئی گھاس کہتے ہیں۔ جب کبھی یہ گھوڑوں یا دوسرے جانوروں کے مُنہ میں داخل ہو جاتی ہے تو اسے اُن کے ہونٹوں اور زبان سے کاٹ کر علیحدہ کرنا پڑتا ہے کبھی کبھی تو یہ بھیڑوں کی اون کو پار کر کے ان کے جسم میں داخل ہو جاتی ہے اور اکثر اس سے بھیڑیں مر بھی جاتی ہیں۔

"لڑکیو، تمہیں یہ کہاں ملی" پاپا نے پوچھا۔ لارا کے جواب نہ دے سکنے پر انہیں ہنسی سی آ گئی۔ "اگر تم نے غور نہیں کیا ہے تو خیر۔ یہ زیادہ نہیں ہوتی ہے۔ کہیں کہیں جھنڈ کی شکل میں اُگتی ہے اور پھیلتی جاتی ہے۔ ٹھیک بتاؤ تم ٹہلنے کس طرف گئی تھیں؟"

لارا نے انھیں پھر ٹھیک ٹھیک بتایا جسے سُن کر انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اس مسئلہ کی طرف توجہ کریں گے۔

"کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر اسے سبز ہی جلا دیا جائے تو یہ ختم ہو جاتی ہے" انہوں نے بتایا۔

"میں اسے آج کل ہی میں جلادوں گا تاکہ اس کے زیادہ سے زیادہ بیج فنا ہو جائیں اور اگلے سال موسم بہار میں پھر اُسے دیکھوں گا اور سبزی جلادوں گا۔" ڈنر پر چھوٹے چھوٹے سے نئے آلو تھے جن میں ہری مٹر اور ملائی پڑی ہوئی تھی، باقلہ کی پھلیاں اور ہری پیاز بھی تھی۔ ہر پلیٹ کے قریب ایک طشتری کٹے ہوئے پکے ٹماٹروں سے بھری رکھی تھی جسے شکر اور ملائی کے ساتھ کھانا تھا۔

"آہا! آج تو بہت سی اچھی چیزیں کھانے کو ہیں،" پاپا نے آلو اور مٹر کھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں" ماں نے خوش ہو کر کہا "آج کل تو ہم سب اس قدر کھا سکتے ہیں کہ گزشتہ موسم سرما کی کمی بھی پوری ہو جائے گی۔"

اُنہیں اپنے لگائے ہوئے باغ پر بہت فخر تھا۔ یہ بہت اچھی طرح پھل پھول رہا تھا۔ "کل سے میں ککڑیاں اتارنا شروع کروں گی۔ بیلوں کے نیچے جو چھوٹی چھوٹی تھیں وہ اب موٹی اور بڑی ہو گئی ہیں ۔۔۔۔ اور آلو بھی اس کثرت سے پھل لا رہے ہیں کہ مجھے تو کیاریوں کی باڑ ٹٹولنے پر بھی نہیں ملتی۔"

"اگر انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا تو اس سال ہمارے پاس ٹماٹر کافی ہوں گے" پاپا نے خوش ہو کر کہا۔

"میں نے آج ہی صبح دیکھا کہ اناج کی کچھ بالیاں سیاہ پڑنے لگی ہیں، میں نے اس سے بہتر فصل کبھی نہیں دیکھی" پاپا نے کہا "اور ہمارے لئے وہ کافی ہوگی۔"

"اور جئی" ماں نے پوچھا "چارلس! جئی کے ساتھ کیا خرابی ہے؟"

"چڑیاں، اُسے برابر چگ رہی ہیں" پاپا نے انھیں بتایا "مجھے اس کا صدمہ تھا کہ اسے کیڑا لگ گیا ہے مگر چڑیاں جتنا بھی دانہ کھا سکتی ہیں کھا رہی ہیں، بہت کم بچا ہے بھوسہ ہی رہ گیا ہے۔"

"ماں کا بشاش چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ پاپا نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں، بھوسہ ہی کافی ہو جائے گا۔ اور جب میں جئی کاٹنا شروع کرونگا تو بندوق سے تمام چڑیوں کا صفایا کر دوں گا"

اسی دن دوپہر کو جب لارا نے سیتے سیتے سوئی میں دھاگہ پرونے کے لئے نظر اوپر اٹھائی تو گیاہستان میں گرم لہروں کے اوپر اسے دھوئیں کے کچھ بادل ابھرتے ہوئے نظر آئے۔ جئی کے کھیتوں میں کام کرنے کے بعد پاپا نے کچھ وقت نکال کر اسپینی گھاس کو آگ لگا دی تھی۔

"گیاہستان کتنا بھلا اور سہانا لگتا ہے۔" اس نے کہا "لیکن کیا کہا جا سکتا ہے کہ آگے کیا پیش آئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تو ہمیشہ ہی جدوجہد جاری اور تیز تر رکھنا پڑے گی۔"

"دنیا میں زندگی ایک مسلسل جدوجہد ہے" ماں نے کہا "اگر ایک مشکل سے نجات ملے تو دوسری موجود ہے۔ ایسا ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا جس قدر جلدی تم اپنے کام کے بارے میں فیصلہ کر سکو اسی قدر مناسب ہے اور یہی خوشیوں کی شکر گزاری کا موقع بھی ہے۔ میری، اب میں تمہیں بوڈیس پہنا کر دیکھ لوں۔"

میری کے کالج جانے کے لئے اس کا موسم سرما کا لباس تیار کیا جا رہا تھا اگرچہ کمرے میں جہاں دیوار اور چھت کے تختے دھوپ سے تپ رہے تھے کشمیرے اور اون کے ڈھیر میں بیٹھے بیٹھے ان کا دم گھٹا جا رہا تھا لیکن پھر بھی ماں یہی چاہتی تھیں کہ میری کا اونی لباس اُن کے ہاتھ سے عمدہ سے عمدہ سل کر تیار ہو جائے اس لئے پہلے انھوں نے اس نمونہ پر موسم گرما کے کپڑے تراش کر مشق کر لی تھی۔

انہوں نے اخبار کے کاغذ پر نمونے کاٹے اور کپڑے سینے کے چارٹ سے بھی مدد جس میں تمام مختلف سائزوں کے لئے شکلیں اور سطریں بنی ہوئی تھیں مشکل یہ تھی کہ گھر کے کسی بھی فرد کا ناپ، چارٹ کے سائزوں کی پیمائشوں سے نہ ملتا تھا جب ماں میری کا

ناپ لے چکیں تو انھوں نے بڑلیس اور لہنگے کے سب حصوں کے نشانات پیمائش کے مطابق چارٹ پر لگا کر نمونے کاٹ لئے۔ لیکن جب ان سب کو کچی سلائی سے جوڑ کر میری کو پہنا کے دیکھا تو انھیں اُن میں کافی ردو بدل کرنی پڑی۔ لارا کو اس سے پہلے یہ معلوم نہ تھا کہ ماں کو سینے پرونے سے کس قدر نفرت ہے۔ اس وقت ان کے بشاش چہرے سے اس کا اندازہ نہ ہوتا تھا اور نہ ہی اُن کی آواز برانگیختہ تھی۔ لیکن اُن کی مسلسل خاموشی اور گھٹن سے لارا کو یہ اندازہ ہو گیا کہ ماں بھی سینے پرونے سے اتنی ہی الجھتی ہیں جتنی کہ وہ خود۔

اُن کے پریشان ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب وہ کپڑا خرید رہی تھیں تو مسز وہائٹ نے انہیں بتایا تھا کہ آئیووا میں جو اُن کی بہن ہے اُس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ نیویارک میں بڑے گھیر اور لوہے کی پٹی والے لہنگے دوبارہ رواج پا رہے ہیں۔ قصبہ میں لوہے کے بند چھلّے ملتے نہیں تھے، مسٹر کلینسی کا خیال تھوڑے بہت منگانے کا تھا۔

"میں کہتی ہوں مجھے کچھ معلوم نہیں" ماں نے بڑے گھیرے والے لہنگوں کے بارے میں کہا "مسز وہائٹ کے پاس پچھلے سال ایک کتاب رہنمائے خواتین تھی۔ اگر اب بھی ان کے پاس وہ کتاب ہے تو اس سے اس مسئلہ کا حل ہو جائے گا۔ لیکن پاپا کو جئی اور چارہ بھی کاٹنا پڑتا تھا اور سب کے سب اتوار کے دن اس قدر تھکے ہوتے تھے کہ بوسٹ کے گھر تک کا طویل فاصلہ گرمی اور دھوپ میں طے کرنا بہت مشکل تھا۔ پاپا جب ہفتہ کے دن مسٹر بوسٹ سے قصبہ میں ملے تھے تو انھوں نے بتایا تھا کہ مسز بوسٹ کے پاس کتاب رہنمائے خواتین کا جدید ایڈیشن نہیں ہے۔

"ہم لہنگے ذرا ڈھیلے ہی بنائیں گے کیونکہ اگر چھلّوں کا رواج ہوا تو میری آئیووا میں خریدے گی" ماں نے فیصلہ کن انداز میں کہا "اور چھلّے نہ ہونے کی صورت میں اُس کے پیٹی کوٹ لہنگے کو بھی سنبھالے رہیں گے۔"

انھوں نے میری کے لئے چار نئے پیٹی کوٹ بنائے تھے۔ دو رنگ دار تن زیب کے

ایک سفید اور ایک عمدہ قسم کے باریک سوتی کپڑے کا۔ باریک سوتی کپڑے کے لہنگے پر لارا نے
اُس خوبصورت فیتے کی قوڑ ٹانک دی تھی جو اس نے میری کو کرسمس کے دن بطور تحفہ دیا تھا
انھوں نے میری کے لیے دو فلالین کے پیٹی کوٹ اور سرخ فلالین کی تین عدد اسکول کی زردیاں
بھی بنائی تھیں پیٹی کوٹ کے حاشیوں کے چاروں طرف لارا نے سرخ دھاگے سے کانٹے دار
سلائی کر دی تھی جو ہلکی سُرمئی رنگ کی فلالین پر بہت خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔ سلارا نے پیٹی کوٹ
کی تمام سیونوں اور سُرخ دردیوں پر ایک بار اور تُرپائی کر دی۔ گردن اور سُرخ رنگ کی آستینوں
کے کفوں کے اطراف بھی نیلے دھاگے سے کنٹواں سلائی کر دی تھی۔

جو اچھے اچھے سلائی کے دھاگے گزشتہ موسم سرما کے کرسمس تہوار میں لائے گئے تھے
لارا نے ان سب کو میری کا لباس سینے میں استعمال کیا کیونکہ اس کی دلی خواہش تھی کہ
کالج کی کوئی لڑکی میری سے لباس میں سبقت نہ لے جائے۔

جب ماں نے میری کے لباسوں کی تُرپائی کر کے استری کر دی تو لارا نے شلو کے کے
ہر جز و پر کمال توجہ دے کر اتنی نفیس سلائی کی کہ ذرا سی بھی کہیں سلوٹ نہ پڑے اور کپڑا بدن پر
صحیح اُترے۔ اس نازک، محنت طلب اور صبر آزما کام میں اس کی گدی اور پیٹھ دکھنے لگی تھی۔

اب میری کے نفیس ترین لباس کا شلو کا پہنا کر دیکھنے کے لئے تیار ہو چکا تھا جو
بھورے رنگ کے کشمیرے کا تھا جس کے اندر بھورے رنگ کا استر لگا ہوا تھا۔ سامنے کی
طرف اوپر سے نیچے تک چھوٹے چھوٹے بھورے بٹن لگے ہوئے تھے۔ ماں نے ان کے دونوں
جانب اور نچلے کناروں پر خوشنمائی کے لئے باریک چوکڑی دار فیتہ بھورے نیلے رنگ کا
لگا کر سُرخ اور سنہری دھاگوں سے بیچوں بیچ سلائی کر دی تھی۔ چار خانے کا ایک اونچا کالر
بھی سی دیا گیا تھا۔ ماں اپنے ہاتھ میں مشین کا بنا ہوا سفید فیتہ لئے ہوئے تھیں جو کالر کے
اندر لگنے کے بعد ذرا سا کالر کے باہر بھی نکلا ہوا رہے۔

"ارے میری یہ تو بہت ہی خوبصورت ہے۔ ہنگا مگر یہ اس قدر فٹ ہے کہ کہیں بھی

ذرا سا جھول نہیں۔ کندھوں پر سے بھی ایسا ہی ہے" لارا نے اسے بتایا "اور آستینیں تو کہنیوں پر کھال سے چپکی ہوئی ہیں"

"ہاں، ہیں تو" میری نے کہا "کیا معلوم کہ میں اس کے بٹن بھی لگا سکوں گی یا نہیں؟"

لارا نے چاروں طرف گھوم پھر کر جائزہ لیا۔ "میری اپنا سانس روکو، اب آہستہ آہستہ باہر کی طرف سانس چھوڑو" اس نے میری سے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"یہ تو بہت ہی چست ہو گیا" ماں نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ کچھ بٹن کاجوں میں کھینچ تان سے آتے تھے اور کچھ تو بالکل لگتے ہی نہ تھے۔

"میری سانس مت لو، سانس مت لو" لارا نے فکرمند لہجہ میں کہا اور جلدی سے کھنچے ہوئے بٹن کھول دیئے "ہاں اب سانس لے لو" کھلے ہوئے بوڈلیس میں میری نے کھل کر سانس لیا۔

"اُف، آخر مجھ سے یہ غلطی ہوئی کیسے" ماں نے کہا "یہی بوڈلیس تو پچھلے ہفتے بالکل ٹھیک آ گیا تھا"

لارا کو دفعتاً ایک بات سوجھی "یہ شاید میری کے زیر جامہ کی وجہ سے ہے۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ زیر جامہ کے تار پھیل گئے ہوں گے"

دراصل بات یہی تھی۔ جب میری نے دوبارہ اپنا سانس روکا اور لارا نے زیر جامہ کے تار کس دیئے تو بوڈلیس کے بٹن لگ گئے اور یہ بہت ہی خوبصورتی سے میری کے بدن پر ٹھیک آ گیا۔

"میں تو بہت خوش ہوں کہ مجھے ابھی کوئی زیر جامہ نہیں پہننا پڑتا" کیری نے کہا۔

"کچھ دیر اور خوش ہو لو" لارا نے کہا "تمہیں بھی یہ جلد ہی پہننا پڑے گا" لارا کو خود بھی زیر جامہ ایک مصیبت تھا صبح پہنتی تھی تو رات ہی کو اتارتی تھی۔ لڑکیوں کو بالوں میں پن لگانے اور جوتوں تک لٹکنے والے لمبے لمبے لہنگے پہننے کی صورت میں زیر جامہ پہننا ضروری ہوتا ہے۔

"تمہیں رات کو بھی پہنے رکھنا چاہیئے" ماں نے کہا۔ میری تو رات کو بھی پہنتی تھی مگر لارا رات میں اس کی چبھن کی تکلیف برداشت نہ کر سکتی تھی اور اُس کے لئے گہرا سانس لینا مشکل ہوتا تھا۔ اس لئے ہمیشہ سونے سے پہلے وہ اسے اتار دیتی تھی "خدا ہی جانتا ہے کہ تمہاری شکل کیا ہوگی؟" ماں نے اُسے تنبیہہ کی "جب میری شادی ہوئی تھی تو میری کمر تمہارے پاپا کے دونوں ہاتھوں میں آ جاتی تھی"۔

"مگر اب تو وہ ایسا نہیں کر سکتے" اور آپ کو پسند بھی کرتے ہیں" لارا نے شوخی سے جواب دیا۔

"لارا تمہیں شوخ اور گستاخ نہیں ہونا چاہیئے" ماں نے ڈانٹ تو دیا لیکن ان کے گالوں پر ہلکا سا گلابی رنگ دوڑ گیا اور مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں۔

اب ماں نے میری کے کالر میں سفید فیتہ لگا دیا اور پن لگا کر اسے باہر کی طرف اور سروں پر اس وضع سے موڑ دیا تھا کہ وہ آبشار جیسا دکھائی دے۔

سب نے اسے دیکھ کر تعریف کی۔ براؤن کشمیرے کا بنا ہوا لہنگا بہت ہی ہموار اور سامنے سے کسی قدر چست تھا۔ بازوؤں سے سمیٹ کر اس کو پیچھے باندھا جا سکتا تھا تاکہ سامنے سے یہ فرش کو چھوئے اور پیچھے کی طرف ایک پُر وقار انداز میں فرش کو چھوتا رہے جب میری گھومتی تو یہ زمین پر گھسٹتا تھا۔ اس کے نچلے کناروں پر چُنٹ دار جھالر لگی ہوئی تھی۔

اوپر کا لہنگا بھورے اور نیلے رنگ کے اونی چار خانے کا بنا ہوا تھا۔ سامنے سے یہ ڈھیلا تھا مگر دائیں بائیں اس میں خوبصورت شکنیں پڑتی تھیں اور یہ نیچے کے لہنگے کو اور بھی زیادہ نمایاں کرتا تھا۔ پچھلی طرف اس میں کافی جھول تھے جو نہایت خوبصورت انداز میں لٹک رہے تھے۔

سب سے بڑی بات یہ تھی کہ میری کی کمر چست بوڈیس میں پتلی ہو گئی تھی۔ صاف ستھرے چھوٹے چھوٹے بٹن سفید اور نرم فیتے کی جھالر کے گچھے تک لگے ہوئے تھے جو میری کی ٹھوڑی کو چھوتا تھا۔ بھورا کشمیرا اس کے ڈھلواں کندھوں پر اور کہنیوں تک ایسا چست تھا

جیسے رنگ چڑھا ہوا ہو اور اس کے بعد آستینیں چوڑی ہو گئی تھیں۔ اونی چارخانے کی ایک جھالر ان کے چاروں طرف لگی تھی اور کف کافی کشادہ تھے ان پر سفید فیتے کی لہریا جھالر میری کے پتلے پتلے ہاتھوں تک چلی گئی تھی۔

میری اس خوبصورت لباس میں بہت ہی حسین لگتی تھی۔ اُس کے بال اونی چارخانے میں سلے ہوئے سنہرے ریشمی دھاگے سے بھی زیادہ ریشمین اور سنہرے تھے۔ اس کی نابینا نیلی آنکھیں، نیلے چارخانے سے زیادہ حسین اور نیلی تھیں۔ اُس کے رخسار گلابی اور اُس کی وضع قطع موزوں ترین تھی۔

"اومیری، تم تو ایسی لگتی ہو جیسے ابھی فیشن کی کسی نمائش کے چبوترے سے نیچے اُتری ہو کالج بھر میں کوئی لڑکی نہ ہوگی، کوئی ہو ہی نہیں سکتی جو تم سے مقابلہ کر سکے تمہارے آگے تو کسی کا بھی چراغ نہ جلے گا"۔ لارا نے کہا۔

"ماں، کیا واقعی میں ایسی لگتی ہوں؟" میری نے جھجکتے ہوئے پوچھا اور اس کا رنگ شرم سے اور بھی گلابی ہو گیا۔ ماں نے بھی گھمنڈ سے اعتراض کئے بغیر کہدیا "ہاں میری تم ایسی ہی لگتی ہو، اس میں کلام نہیں تم بے حد جامہ زیب اور حسین دکھائی دیتی ہو۔ اس کی پرواہ نہ کرو کہ تم کہاں جاؤ گی۔ جو بھی تمہیں دیکھے گا وہ خوش ہی ہوگا۔ میں یہ کہتے ہوئے مسرت محسوس کرتی ہوں کہ تمہارا لباس ہر موقع اور محل کے لئے نہایت موزوں ہے"

ماں اور لارا نے لباس پہنا کے خوب جی بھر کے دیکھ لیا لیکن۔ اس اونی لباس میں میری گرمی سے بے ہوش ہوئی جارہی تھی۔ اس لئے انہوں نے اُسے احتیاط سے اتار کر رکھ دیا۔ اس کی تیاری ایک بڑی کامیابی تھی۔ ابھی دو تین کام کرتے اور باقی تھے۔ ماں کو میری کے لئے مخمل کا ایک ہیٹ ضرور بنانا تھا اور کچھ موزے بھی بننا تھے۔ لارا اس کے لئے بھورے رنگ کے ریشمی دھاگے کے ایک جوڑی دستانے بن رہی تھی۔

"میں انھیں خالی وقت میں پورا کر لوں گی" لارا نے کہا "ہم سینے اور بننے کا کام

بھی کرتے رہیں گے اور پاپا کے ساتھ چارہ تیار کرنے کے لئے بھی کچھ وقت دے سکیں گے"

اُسے پاپا کے ساتھ کام کرنا بہت پسند تھا۔ وہ گھر سے باہر کھلی ہوا اور دھوپ میں کام کرکے بہت خوش ہوتی تھی اس کے علاوہ وہ چارے کا کام کرتے وقت وہ چپکے سے اپنا زیرجامہ بھی اتار دیا کرتی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ تم چارہ لادنے میں پاپا کی مدد کرسکوگی" ماں نے قدرے تکلف تسلیم کیا "مگر چارہ قصبہ میں اکٹھا ہوگا"

"اوہ ماں، نہیں! کیا ہمیں پھر قصبے جانا پڑے گا؟" لارا نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"لارا اپنی آواز ٹھیک کرو" ماں نے نرمی سے کہا "یاد رکھو کہ لب و لہجہ ہمیشہ نرم اور آواز شیریں اور گفتگو کم۔ یہ عورت کا ایک بیش بہا وصف ہے"

"کیا ہمیں قصبے جانا ہی پڑے گا؟" لارا نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"تمہارے پاپا کا اور میرا خیال یہ ہے کہ اس گھر میں رہنا جب تک یہ اچھی طرح موسم سے بچاؤ کے لائق نہ ہو جائے، سردی کا خطرہ مول لینا ہے" ماں نے کہا "تم جانتی ہو کہ پچھلے سال بھی سردیوں میں ہم یہاں نہ رہ سکے تھے"

"ہوسکتا ہے اب کے سردی اتنی سخت نہ پڑے" لارا نے دلیل پیش کی۔

"ہمیں عاقبت اندیش ہونا چاہیے" ماں نے سمجھایا۔ لارا سمجھ گئی کہ یہ قطعی طے ہو چکا ہے کہ آنے والی سردیوں میں پھر قصبے میں رہنا ہوگا اس لئے اُسے اچھی طرح سے نمٹنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

شام کے وقت جب کالی چڑیوں کا ایک غول جئی کے کھیت پر غروب کے وقت خوشی خوشی منڈلا رہا تھا پاپا نے بندوق اٹھا کر انہیں مارنا شروع کیا۔ انھیں ایسا کرنا پسند نہیں تھا گھر میں بھی فائر کی آواز کوئی سننا پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر کوئی اور صورت بھی نہ تھی۔ پاپا کو فصلوں کی حفاظت کرنا ضروری تھا گھوڑے، ایلن گائے اور اس کا

بچھڑا تو سردی بھر چارے پر گزارہ کر سکتے تھے مگر جئی اور اناج تو نقد فصلیں تھیں جنہیں بیچ کر ٹیکس ادا کئے جا سکتے تھے اور کوئلہ وغیرہ خریدا جا سکتا تھا۔

دوسرے دن صبح جب شبنم گھاس سے اڑ چکی تھی تو بابا مشین لے کر جئی کاٹنے گئے گھر میں ماں میری کے لئے مخمل کا ہیٹ بنا رہی تھیں۔ اور لاما بھورے رنگ کا ریشمی دستانہ بننے میں مصروف تھی۔ گیارہ بج چکے تھے جب ماں نے کہا "ارے تو یہ کھانا تیار کرنے کا وقت ہو گیا۔ لارا جلدی سے جاؤ اور دیکھو کہ کچھ اناج کے خوشے اُبالنے کے لئے مل سکتے ہیں۔"

اناج کے پودے جو لارا سے زیادہ اونچے تھے۔ دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی لمبی لمبی پتیاں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں اور بالیاں جھوم رہی تھیں جب لارا قطاروں میں سے گزر رہی تھی تو چڑیوں کا ایک بھاری غول جو دانہ چگ رہا تھا اڑا اور اس کے سر پر سے آگے نکل گیا۔ ان کے پروں کا شور لمبی پتیوں کی سرسراہٹ سے کہیں زیادہ تھا چڑیاں اتنی زیادہ تھیں کہ اُن کا سایہ ایک بادل کی طرح پڑ رہا تھا۔ اناج کے اوپر اوپر اڑتے ہوئے پورا غول کچھ دور آگے جا کر بیٹھ گیا۔

اناج کی بالیاں دانوں سے بھری ہوئی تھیں۔ تقریباً ہر ڈنٹھل میں دو دو بالیاں تھیں اور کسی کسی میں تین تین بھی تھیں۔ بالیاں اوپر سے خشک ہو گئی تھیں مگر زرد دانہ ابھی تک اُڑ رہا تھا اور اناج کے سنہری دانے ہرے ہرے خولوں اور بالوں میں سے جھلک رہے تھے۔ کہیں کہیں اناج کی بالیاں بھوری ہو چکی تھیں۔ لارا نے دبا کر دیکھا تو یہ دانوں سے بھری تھیں۔ اپنے یقین کے لئے بالی کو ڈنٹھل سے توڑنے سے پہلے اس نے پتیوں اور چھلکوں کو ہٹا کر دودھیا دانوں کی قطاروں کو دیکھا۔ چڑیاں اس کے چاروں طرف برابر اُڑ رہی تھیں۔ لارا دفعتہً چونک کر رک گئی، دیکھتی کیا ہے کہ چڑیاں اناج کھا رہی ہیں۔ کہیں کہیں اس نے خالی بالیاں بھی دیکھیں جن کے صرف چھلکے ہی رہ گئے تھے اور

کھیتوں میں دانے نہ تھے بس وہ وہیں کھڑی ہو گئی۔ چڑیاں ادھر اُدھر کھیت میں اس کے چاروں طرف بیٹھ گئیں۔ انھوں نے اپنے پنجوں سے بالیوں کو جکڑ لیا اور اپنی تیز چونچوں سے چھلکوں کو صاف کر کے جلدی جلدی دانے نوچ نوچ کر کھانے لگیں۔

چھپتے ہوئے، دبے پاؤں، بے دھڑک ہو کر لارا اُن پر لپکی۔ اُسے ایسا لگا جیسے وہ چیختی چلی جا رہی ہو۔ اُس نے اپنے دھوپ کے ٹوپ سے انھیں مار مار کر بھگایا، لیکن چڑیاں اوپر کی طرف اُڑ گئیں اور پَر پھڑپھڑاتی ہوئی اُس کے آگے پیچھے، چاروں طرف پھر کھیت میں بیٹھ گئیں اور پھر بالیوں پر ٹنگ لٹک کر چھلکا اتار کر اناج کا صفایا شروع کر دیا۔ لارا اتنی چڑیوں کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔

اس نے چند بالیاں توڑ لیں اور اپنے دامن میں رکھ کر گھر پہنچی، اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اور اس کی کلائیاں اور گھٹنے کانپ رہے تھے۔ جب ماں نے پوچھا کہ کیا بات ہے تو اس سے جواب تک نہ دیا گیا۔ "چڑیاں کھیت میں بھری پڑی ہیں" اس نے کہا "کیا مجھے پاپا کو اطلاع دینی چاہیے"

"چڑیاں ہمیشہ تھوڑا بہت اناج کھاتی ہیں، مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔"

ماں نے کہا "تم پاپا کے لئے کچھ ٹھنڈا پینے کو لے جاؤ۔"

چارے کے کھیت میں پاپا چڑیوں کے بارے میں زیادہ پریشان نہ تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ انھوں نے جئی کے کھیت سے چڑیوں کا تقریباً صفایا کر دیا ہے انھوں نے سو سے زیادہ چڑیاں مار ڈالی تھیں۔

"اس میں شبہ نہیں کہ اناج کو وہ کچھ نقصان ضرور پہنچائیں گی لیکن اس سے بچا بھی تو نہیں جا سکتا" انھوں نے کہا۔

"چڑیاں بہت زیادہ ہیں" لارا نے کہا "پاپا اگر غلّہ کی فصل نہ ہوئی تو کیا میری کالج جا سکے گی؟"

پاپا کے چہرہ پر غمگینی سی چھا گئی "کیا تمہارے خیال میں حالت اتنی خراب ہے"
"ان کی تعداد تو بہت ہے" لاما نے کہا۔
پاپا نے سورج کی طرف دیکھا "اچھی بات ہے ایک گھنٹہ اس کے لئے بھی خرچ کیا جا سکتا ہے۔ جب میں ڈنر کے لئے آؤں گا تو اس بارے میں کچھ کروں گا"۔
بعد دوپہر پاپا بندوق لے کر غلہ کے کھیت پر گئے۔ اناج کی قطاروں کے بیچ میں چلتے رہے۔ جونہی چڑیوں کا غول اڑتا فوراً فائر کر دیتے تھے۔ ہر فائر پر مردہ چڑیاں اولوں کی طرح زمین پر گرتی تھیں مگر یہ کالا بادل پھر کھیت میں بیٹھ جاتا تھا۔ جب تمام کارتوس ختم ہو گئے تب بھی پروں کی پھڑپھڑاہٹ کم نہ معلوم ہوتی تھی۔ جئی کے کھیت میں ایک بھی چڑیا نہ تھی۔ چڑیوں نے اس کھیت کو چھوڑ دیا تھا لیکن جس قدر دانے وہ کھا سکتی تھیں کھا گئی تھیں۔ صرف بھوسا باقی رہ گیا تھا۔

ماں نے سوچا کہ وہ خود لڑکیوں کے ساتھ مل کر چڑیوں کو کھیت سے بھگا سکتی ہیں انھوں نے یہ طریقہ آزمایا۔ گریس بھی اناج کی قطاروں کے درمیان شور مچاتی اور اپنا چھوٹا سا ہیٹ ہلاتی پھر رہی تھی۔ چڑیاں اڑتیں مگر پھر کھیت میں بیٹھ جاتیں اور بالیوں سے چمٹ کر، چھلکے اتار اتار کر دانے کھانے لگتیں۔
"کیرولین تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں" پاپا نے کہا "میں قصبے جاؤں گا اور کارتوس خرید کر لاؤں گا"۔
جب پاپا چلے گئے تو ماں نے کہا "آؤ ہم دیکھیں کہ پاپا کے واپس آنے تک کیا ہم انھیں کھیت سے دور نہیں رکھ سکتے"۔
ماں اور لارا اور میری (؟) لڑکیاں کھیت میں اوپر نیچے دھوپ اور گرمی میں مٹی کے ڈھیلوں پر دوڑتی چیختی چلاتی اور اپنے ہاتھ ہلاتی دوڑ رہی تھیں۔ ان کے منہ اور کمر پر پسینہ آ گیا اور اناج کی

تیز پنجوں نے ان کے چہرے پر خراشیں ڈال دیں۔ چیخنے سے اُن کا گلا درد کرنے لگا مگر ہر بار پَر پھڑ پھڑاتے اور چڑیاں کھیت میں آ بیٹھ جاتیں اور درجنوں کی تعداد میں بالیوں سے چمٹ کر اپنی تیز چونچوں سے چیر پھاڑ شروع کر دیتیں۔

آخر کار ماں رک گئیں۔" لڑکیو! اس کوشش سے کوئی فائدہ نہیں ہے" انہوں نے کہا

پاپا قصبے سے اور کارتوس لے کر آ گئے اور تمام دوپہر چڑیوں کو مارتے رہے۔ چڑیاں تعداد میں اتنی زیادہ تھیں کہ ہر چھرہ کی زد میں ایک دو تو ضرور گر جاتیں مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جتنا وہ مارتے تھے چڑیاں اتنی ہی بڑھتی جاتی تھیں اور یہ کہ اس علاقہ کی تمام چڑیاں اسی کھیت کے اناج کی فصل پر ٹوٹ پڑ رہی تھیں۔

شروع شروع میں چڑیاں ایک ہی قسم کی تھیں بعد میں بڑی اور پیلے سر والی کالی چڑیاں اور ایسی کالی چڑیاں جن کے سر سرخ تھے اور ہر پر کے اوپر ایک سرخ دھبا تھا اس کھیت پر سینکڑوں کی تعداد میں آ گئی تھیں۔

صبح کے وقت سارے اناج کے کھیت پر چڑیوں کا جھلڑ اڑتا اور بیٹھتا دکھائی دیتا تھا۔ ناشتہ کے بعد پاپا گھر آئے تو ان کے دونوں ہاتھ شکار کی ہوئی چڑیوں سے بھرے ہوئے تھے۔

"میں نے کبھی کسی کو ان چڑیوں کو کھاتے نہیں دیکھا" انھوں نے کہا" لیکن ان کا گوشت عمدہ اور مکھن کی طرح چربی دار ہو گا۔

" لارا انھیں بنا دو، ہم انھیں ڈنر کے لیے بھونیں گے، ہر بڑے نقصان میں تھوڑا بہت فائدہ بھی ضرور ہوتا ہے" ماں نے کہا۔

لارا نے چڑیوں کو بنایا اور ماں نے دوپہر کو کڑھائی گرم کر کے چڑیوں کو اس میں ڈال دیا ان میں جو چکنائی تھی وہ اسی میں گھس گئیں۔ ڈنر پر سب اس بات پر متفق تھے کہ ان کا گوشت نہایت ملائم اور بہت لذیذ تھا اور اس سے پہلے کبھی کسی نے ایسا

گوشت نہ کھایا تھا۔ ڈنر کے بعد پاپا دوبارہ بہت سی چڑیاں اور غلہ لائے " ہمیں یہ مان لینا چاہیے کہ اناج تو ٹھکانے لگ گیا ہے۔ یہ اناج جو ابھی اچھی طرح پکا بھی نہیں ہے اور گدڑ رہے بہتر یہی ہے کہ ہم چڑیوں کے کھا جانے سے پہلے تھوڑا بہت جیسے بھی ممکن ہو اپنے کھانے کے استعمال میں لائیں " پاپا نے کہا۔

" میں نہیں جانتی کہ مجھے اس کا خیال پہلے کیوں نہیں آیا۔ لارا اور کیری تم ذرا اناج کے گٹھے میں سے سوکھی اور پکی ہوئی بالیاں نکال لاؤ تاکہ کچھ اناج آئندہ سردی میں کھانے کے لئے بچا لیا جائے۔ لارا جانتی تھی کہ ماں نے پہلے اس کے بارے میں کیوں نہیں سوچا تھا اُسے ذہنی کوفت ہونے لگی۔ اناج کی فصل ختم ہو گئی تھی۔ پاپا کو ٹیکس ادا کرنے اور کوئلہ خریدنے کے لئے اپنے بچائے ہوئے روپے میں سے خرچ کرنا ہو گا تو پھر میری کو کالج کس طرح بھیجا جا سکے گا؟ "

چڑیاں کھیت میں اس قدر زیادہ تعداد میں ہو گئی تھیں کہ اناج کی قطاروں کے درمیان اُن کے پر لارا کے بازوؤں اور اس کے دھوپ ٹوپ سے ٹکرا رہے تھے۔ اس نے اپنے سر پر اُن کے تیز پنجے محسوس کئے، کیری بھی چلائی۔ چڑیاں اُس کے ٹھونگیں مار رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ یہ سمجھتی تھیں کہ اناج صرف ان کے لئے تھا اور اس کے لئے لڑنا بھی ضروری تھا۔ انھوں نے زور شور سے لارا اور کیری کو نوچا اور کھروچا اور ان کے دھوپ ٹوپ پر ٹھونگیں مارنا شروع کر دیا۔

اناج تھوڑا سا رہ گیا تھا۔ چھوٹی چھوٹی بالیاں جن میں ابھی دانے اچھی طرح بڑے بھی نہ ہوئے تھے چڑیوں نے کھا کے صاف کر دی تھیں۔ لارا اور کیری نے کوشش کر کے ان بالیوں کو توڑ کر جنہیں چڑیوں نے کہیں کہیں سے کھا لیا تھا اپنے دامنوں میں بھر لیا۔

جب لارا نے چڑیوں کو ڈنر کے لئے تیار کرنے کے لئے تلاش کیا تو وہ اُسے نہ

ملیں۔ نہ ہی ماں نے بتایا کہ وہ کہاں رکھی تھیں۔

"انتظار کرو اور دیکھو" ماں نے رازدارانہ طریقہ سے کہا۔ تب تک ان دانوں کو اُبال لیں گے اور بقیہ کو بھوسے سے الگ کر کے سوکھنے کے لئے رکھ دیں گے، بھوسے سے اناج علیحدہ کرنے کی ایک ترکیب ہے چاقو سے اس طرح کاٹنا چاہئے کہ دانوں کی قطاریں برابر ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائیں چاقو کو اتنا گہرا چلایا جائے کہ وہ ہر دانہ تک پہنچ جائے لیکن اتنا گہرا بھی نہیں کہ وہ ان خولوں کو کاٹ دے جن میں دانے بنتے ہیں اس طرح سے اناج کے دانے علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

ماں نے ان دانوں کو ایک پرانے اور صاف میز پوش پر پھیلا دیا اور پھر انھیں دروازے سے باہر دھوپ میں رکھ کر ایک اور کپڑے سے ڈھک دیا تاکہ چڑیوں چوہوں یا مکھیوں سے محفوظ رہیں۔ دھوپ کی تیزی اناج کو خشک کر دے گی اور آیندہ سردیوں میں اس کا دلیا بنا کر خوب کھایا جاسکے گا۔

جب پاپا ڈنر کے لئے آئے تو انھوں نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا "یہ تو قبائلیوں کا طریقہ ہے لیکن کیرولین یہ تو تم ضرور مانو گی کہ قبائلیوں کی بھی بہت سی باتیں کام کی ہیں۔"

"اگر ہیں" ماں نے کہا "تو تم پہلے ہی کہہ چکے ہو اور کئی بار اس لئے میرے کہنے کی کوئی ضرورت نہیں"

ماں کو قبائلیوں سے نفرت تھی لیکن اس وقت کچھ نہ کہنے میں بھی کوئی راز تھا۔ لارا نے اندازہ لگایا کہ ہو نہ ہو چڑیوں سے متعلق کوئی راز ہو گا۔

"چارلس تم اپنے بالوں میں کنگھا کر لو اور کھانے کی میز پر آجاؤ" ماں نے کہا۔ انھوں نے تندور کا ڈھکنا کھولا اور اس میں سے ٹین کی دودھ گرم کرنے کی ایک دیگچی نکالی۔ یہ کناروں تک کسی ایسی چیز سے لبالب تھی جس کے اوپر بسکٹ کے رنگ کی پپڑی سی دکھائی دیتی تھی۔ انھوں نے اسے پاپا کے سامنے رکھ دیا۔ وہ اسے حیرت سے

دیکھتے رہے پھر کہنے لگے "چوزوں کا سالن ہے"
"تو پھر اسی خوشی میں ایک گیت گاؤ" ماں نے کہا
یہ سنتے ہی للا، گیری، میری یہاں تک کہ گرسی بھی اپنی اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور گانے لگیں۔

ایک تھیلی بھری ہوئی رائی سے
چوبیس چڑیاں پکائیں پائی سے
پائی کو جو کھولا چڑیاں لگیں گانے
یہ لذیذ کھانا اک بادشاہ کے شایاں ہے

"ہاں بھئی میں تو شروع کرتا ہوں" پاپا نے کہا۔ انہوں نے ایک بڑے چمچے سے پائی کے اوپر کے چھلکے کو کاٹا اور پلیٹ میں ایک بڑا سا ٹکڑا نکالا۔ اس کے نیچے بھاپ تھی اور لیس دار شوربہ تھا۔ پلیٹ میں پھر انھوں نے چمچے بھر بھر کر پتلا بھورے رنگ کا شوربہ ڈالا اور ایک آدھی چڑیا جس کا گوشت بھورے رنگ کا اور اس قدر نرم تھا کہ ہڈیوں سے پھسلا جاتا تھا پلیٹ میں رکھ کر ماں کی طرف بڑھا دیا۔

پائی کی خوشبو سونگھ سونگھ کر سب کے منہ میں پانی بھر آیا تھا۔ جسے وہ بار بار پی جاتے تھے اور اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ میز کے نیچے چھوٹی بلی ان کی ٹانگوں کے ارد گرد چکر لگا رہی تھی۔ اس کی مسلسل میاؤں میاؤں سے اس کی بھوک کی شدت ظاہر تھی۔

"دیگچی میں بارہ چڑیاں ہیں" ماں نے کہا "ہر ایک کے لئے دو ہیں، مگر میرے خیال میں گرلیس ایک سے زیادہ نہ کھا سکے گی۔ اس طرح چار لس تمہارے لئے تین رہ جائیں گی۔

"چوزوں کے بڑا ہونے سے ایک سال پہلے ہی تم نے تو چکن پائی بنا ڈالی" پاپا نے کہا۔ انہوں نے ایک بڑا سا لقمہ لیا اور کہنے لگے چڑیوں سے پکائی ہوئی یہ پائی چکن پائی سے

ٹ ۔ ایک قسم کا انگریزی کھانا۔

بھی عمدہ بنی ہے۔ سب اس بات پر متفق تھے کہ چڑیوں سے پکا ہوا یہ سالن چکن پائی سے بھی اچھا تھا۔ اس کے علاوہ تازے ٹماٹر، مٹر، کٹی ہوئی ککڑیاں اور ابلی ہوئی گاجریں بھی ماں نے کھیت سے لا کر تیار کی تھیں اور پھر گھر کا بنا ہوا پنیر بھی تھا اگرچہ دن اتوار کا نہیں تھا لیکن جب تک چڑیاں تھیں اور باغ میں ہری ترکاریاں بھی تھیں وہ لوگ ہر روز اسی طرح کھا پی سکتے تھے۔

لارا نے سوچا وہاں ٹھیک ہی کہتی ہے "ہمیشہ کوئی نہ کوئی چیز ہمیں شکر گزاری کا موقع دیتی ہے" اس کا دل ابھی تک افسردہ تھا۔ جئی اور غلہ تباہ ہو گیا تھا۔ میری کا کالج جانا اُسے ناممکن نظر آتا تھا۔ اس کے لئے بنائے ہوئے خوبصورت کپڑے اور تمام نئے جوڑے اگلے سال کے انتظار میں تہ کر کے رکھنے پڑ رہے تھے میری کے لئے یہ ایک افسوس ناک مایوسی تھی۔

پاپا نے ٹماٹروں سے بھری اپنی پلیٹ سے گلابی اور میٹھے کریم کا آخری چمچہ پی کر اپنی چائے پی، کھانا ختم کرنے کے بعد میز سے اٹھے اور کھونٹی سے اپنا ہیٹ اتار کر ماں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا "کل سنیچر ہے اگر تم میرے ساتھ قصبہ چل سکو تو ہم میری کے لئے صندوق خرید لیں گے"۔

میری نے ایک گہرا سانس لیا، لارا تقریباً چیخ پڑی اور کہنے لگی "کیا میری کالج جا رہی ہے"؟

متعجب ہو کر لارا سے پوچھنے لگے "آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے لارا؟"

"وہ کیسے جا سکتی ہے جب کہ نہ تو جئی باقی رہی ہے نہ غلہ؟" لارا نے پھر پاپا سے پوچھا

"مجھے یہ احساس نہیں تھا کہ تم اتنی بڑی ہو گئی ہو کہ اب ہر بات کا فکر کرتی ہو" پاپا نے کہا "میں بچھیا کو بیچ رہا ہوں۔"

میری نے چیخ کر کہا "نہیں نہیں بچھیا فروخت نہ کیجئے اگلے سال تک بچھیا پوری

گائے ہو جائے گی اور پھر ہمارے پاس دو گائیں ہو جائیں گی اور پورے سال دودھ اور مکھن کی افراط رہا کرے گی۔ اب اگر پاپا نے بچھیا کو بیچ دیا تو پھر انھیں چھوٹی بچھیا کے بڑی ہونے کا انتظار دو سال تک کرنا پڑے گا۔

"اس کے بیچنے سے کام بن جائے گا" مجھے میری کے لئے کم از کم پندرہ ڈالر کی ضرورت ہے" پاپا نے کہا۔

"لڑکیو زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہمیں چادر کے مطابق پیر پھیلانا چاہیئے اور ضرورت پوری کرنے کے لئے تکلیف بھی اٹھانا چاہیئے" ماں نے کہا۔

"او پاپا ان سب باتوں نے تو تمہیں ایک سال پیچھے چھوڑ دیا ہے" میری نے افسوس سے کہا۔

"برداشت کرو میری تمہارے کالج جانے کا وقت ہے' ہم نے تمہارے بھیجنے کے بارے میں فیصلہ کر لیا تھا۔ لہٰذا بچھڑیوں کا ایک غول ہمیں ہمارے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتا" پاپا نے کہا۔

دسواں باب

میری کالج گئی

آخر وہ دن آہی گیا۔ آنے والا دن میری کے کالج جانے کا دن تھا۔
پاپا اور ماں اس کے لئے نیا بکس خرید کر لائے تھے بکس پر بڑا ہی خوبصورت اور چمکدار ٹین چڑھا ہوا تھا اور ابھرے ہوئے بڑے خوبصورت خوبصورت نقوش بنے ہوئے تھے۔ اس کے کونوں پر اور آر پار وارنش کی ہوئی چمکدار لکڑی کی پٹیاں جڑی ہوئی تھیں اس کے علاوہ لکڑی کی تین تیلی تیلی پٹیاں اس کے ڈھکنے کی پوری لمبائی میں لگی ہوئی تھیں، لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے لکڑی کے چھوٹے تختوں کو محفوظ رکھنے کے لئے پیچوں کے ذریعہ کناروں پر کسے ہوئے تھے۔ جب ڈھکنا بند کر دیا جاتا تو لوہے کے دو کنڈے لوہے کے چھوٹے چھوٹے قبضوں میں فٹ ہو جاتے تھے اور لوہے کے دو جوڑی چھلّے آپس میں اس طرح مل جاتے کہ بکس کو تالا لگا کر بند کیا جا سکتا تھا۔
"یہ بہت اچھا اور بہت مضبوط بکس ہے' میں مضبوط قسم کی پچاس فٹ ڈوری سے باندھ کے لایا ہوں۔" میری نے اپنی حساس انگلیاں بکس پر احتیاط سے پھیریں تو اس کا چہرہ دمکنے لگا۔ لارا نے اسے بکس کے چمکدار ٹین اور چمکدار پیلی لکڑی کے بارے میں بتایا اور ماں نے کہا "بکسوں کے اسٹائل میں یہ سب سے نیا اسٹائل ہے' میری یہ تو زندگی بھر تمہارے کام آئے گا۔"
بکس کے اندر پالش کی ہوئی ہموار لکڑی لگی تھی۔ ماں نے احتیاط سے اس پر اخبار کے کچھ ورق بچھا دیئے اور میری کی ضرورت کے سب سامان کو باندھ کر اس میں

رکھ دیا، کونوں میں اخبارات کے کاغذ مڑوڑ کے ٹھونس دیئے تاکہ ریل کے بے ترتیب سفر میں کسی چیز کے ادھر اُدھر ہونے کا اندیشہ ہی نہ رہے۔ انھوں نے اخبار کی کئی تہیں بکس میں لگا دیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ میری کے پاس بکس بھرنے کے لئے کپڑے کافی نہیں ہیں۔ جب سب چیزیں اس کے اندر ٹھونس دی گئیں تو حالت یہ تھی کہ جب بکس کو بند کرنا چاہا تو ڈھکنا لگتا نہ تھا۔ اس لئے ماں اس کے ڈھکنے پر بیٹھ گئیں اور پاپا نے جلدی سے تالے لگا دیئے۔

اس کے بعد بکس کو الٹ پلٹ کر پاپا نے نئی ڈوری سے خوب اچھی طرح باندھ دیا۔ لالا رستی کس کے پکڑنے اور گرہیں لگانے میں پاپا کا ہاتھ بٹاتی رہی۔

"لیجئے ایک کام تو اچھی طرح ہو گیا"۔ انہوں نے کام ختم کرتے ہوئے کہا۔ جتنی دیر وہ اس کام میں مصروف رہے میری کی روانگی کا خیال ان کے تحت شعور ہی میں رہا لیکن اب جب تمام کام ہو چکا تھا اور کھانے کا وقت ابھی نہیں آیا تھا تو انھیں اس بات پر غور کرنے کی مہلت مل گئی۔

پاپا کھنکارتے ہوئے گھر سے باہر چلے گئے۔ ماں رفو کرنے کی ٹوکری میز پر رکھ کے خاموش کھڑی ہو گئیں اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگیں۔

گریس نے خوشامدانہ لہجہ میں کہا "میری مت جاؤ، میری تم کیوں جا رہی ہو مت جاؤ، مجھے ایک کہانی تو سنا دو"۔

یہ آخری موقع تھا کہ میری گریس کو اپنی گود میں بٹھا کر اسے "وسکانسن کے بڑے جنگلوں کے بوڑھے دادا اور چیتے" کی کہانی سنائے، کیونکہ میری کے گھر واپس ہونے سے پہلے ہی گریس بڑی لڑکی ہو جائیگی۔

"نہیں گریس تنگ مت کرو" جب کہانی ختم ہو گئی تو ماں نے کہا "میری تم رات کے کھانے میں کیا کھانا پسند کرو گی؟" گھر پر میری کا یہ آخری کھانا تھا۔

"ماں آپ میز پر جو کچھ بھی رکھ دیں گی۔" "وہی اچھا ہوگا" میری نے جواب دیا۔
"آج تو بہت گرمی ہے، میرا خیال ہے پیاز ملا کر پنیر کے پکوڑے بنا لوں، اور ٹھنڈی ملائی
میں ہری مٹر۔ لارا اگر تم باغ میں سے تھوڑا سا سلاد اور ٹماٹر لے آؤ تو کیا ہی اچھا ہو" ماں نے کہا
"کیا میں تمہارے ساتھ آجاؤں؟ میں تھوڑا سا ٹہلنا چاہتی ہوں" میری نے پوچھا
"زیادہ جلدی کی ضرورت نہیں ہے، ابھی تو کھانے میں بہت وقت باقی ہے" ماں
نے انھیں بتایا۔

دونوں بہنیں اصطبل کے پاس سے ہوتی ہوئی اگلی پہاڑی پر جا پہنچیں۔
سورج غروب ہو رہا تھا لارا کو ایسا لگا جیسے ایک بادشاہ اپنی خوابگاہ میں آرام کے
وقت اپنے بستر کے اطراف کے بڑے بڑے پردوں کو گرا کر سوتے جا رہا ہو۔ لیکن میری
کو اس قسم کی مبالغہ آمیز خیال آرائیاں پسند نہ تھیں لہذا لارا نے ماحول کا اس طرح نقشہ
کھینچا "میری سفید ابر کے ٹکڑوں میں جو دنیا کے کناروں تک پھیلے ہوئے ہیں سورج
غروب ہو رہا ہے، ان ابر کے ٹکڑوں کے اوپری حصوں سے قرمزی رنگ جھلک رہا ہے
اور آسمان کے بالائی حصے سے نیچے کی طرف گلابی اور سنہری رنگ کے پردے سے چھپے
ہوئے ہیں جن کے کنارے سیپی کی طرح جگمگا رہے ہیں اور وہ تمام کہستان پر ایک
گنبد کی طرح سایہ کیے ہوئے ہیں۔ ان کے بیچ بیچ میں آسمان کے کچھ حصے شفاف اور
نیلے سبز دکھائی دیتے ہیں۔"

میری خاموش کھڑی رہی، پھر کہنے لگی "میں اس سیر سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو
جاؤں گی۔" اس کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔
"محروم تو میں بھی ہو جاؤں گی" لارا نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا "لیکن تمہیں
صرف یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ تم کالج جا رہی ہو۔"
"میں تمہارے بغیر جانا نہیں چاہتی تھی۔ تم نے تو ہمیشہ پڑھنے لکھنے میں میری

کی ہے، تم نے ماں کو اپنے نو ڈالر بھی میری ہی وجہ سے دے دیئے ہیں۔" میری نے کہا۔
"یہ تو نہ ہونے کے برابر تھا۔ میرا دل تو بہت کچھ چاہتا ہے۔ میری خواہش تھی کریں" لارا نے کہا۔

"تھا کیسے نہیں، یہ تو بہت کچھ تھا۔" میری نے تردید کی۔

لارا کا گلا بھر آگیا وہ اپنی پلکیں مشکل سے جھپکا سکی، اس نے ایک گہرا سانس لیا، اس کی آواز میں لرزش تھی "میری مجھے امید ہے کہ تمہیں کالج پسند آئے گا"

"ہاں ہاں میں ضرور پسند کروں گی۔" میری نے لمبی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "لکھنے پڑھنے میں خوب جی لگاؤں گی ـــ اور ہر چیز یہاں تک کہ گانا بجانا بھی سیکھ لوں گی۔ ایک حد تک ان سب کے لئے میں تمہاری بھی احسان مند ہوں۔ اگرچہ تم ابھی کسی اسکول میں پڑھا نہیں رہی ہو لیکن مجھے کالج بھیجنے میں تم نے میری بہت مدد کی ہے۔"

"وقت دور نہیں جب میں بڑی ہو جاؤں گی، میں اسکول میں پڑھانا شروع کر دوں گی اور اس صورت میں تو کچھ زیادہ ہی مدد کر سکوں گی۔" لارا نے کہا

"میرا دل کہتا ہے، کاش تمہیں، یہ سب نہ کرنا پڑتا" میری نے کہا۔

"مگر مجھے تو ضرور کرنا ہے۔ لیکن جب تک میں سولہ سال کی نہ ہو جاؤں میں پڑھا نہیں سکتی یہ تو قانون ہے کہ ٹیچر کی عمر سولہ سال ضرور ہونا چاہیئے" لارا نے جواب دیا۔

"میں تو اس وقت یہاں نہ ہوں گی۔" میری نے کہا۔ اس کے بعد اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ ہمیشہ کے لئے جا رہی تھی آنے والے سال خالی خالی اور وحشت ناک معلوم ہوتے تھے۔

"اوہ، لارا میں تو کبھی گھر سے دور باہر نہیں رہی ہوں۔ میں کیا کہوں کہ وہاں کیسے کٹے گی؟" میری یہ کہتے ہوئے اوپر سے نیچے تک لرز رہی تھی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا، ماں اور پاپا تمہارے ساتھ جا رہے ہیں

اور میں جانتی ہوں کہ تم امتحان میں کامیاب ہو جاؤ گی۔ ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں" لارا نے ہمت بندھائی۔

"نہ میں خوف زدہ ہوں، نہ آئندہ ہوں گی، مجھے تو بس تنہائی کا غم ہے، جس کا کوئی علاج بھی نہیں" میری نے وضاحت کی۔

"نہیں میرا مطلب یہ نہیں تھا" لارا نے کہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اپنا رندھا ہوا گلا صاف کر کے میری سے کہنا شروع کیا "سورج بادلوں میں چھپ گیا ہے اور ایک بہت بڑی آگ کی گیند کی مانند نظر آرہا ہے۔ اس کے اوپر ابر کے ٹکڑے، گلناری، گہرے سُرخ اور ارغوانی ہو گئے ہیں اور آسمان کے وسیع و عریض حصوں پر شعلہ فشانی کر رہے ہیں"۔

میں خود بھی ان کی روشنی اپنے چہرے پر محسوس کر رہی ہوں۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ آسمان اور وقتِ غروب کے نظارے آیئووا میں کیسے ہوں گے؟" میری نے حسرت سے کہا۔

اس بارے میں لارا بھی کچھ نہیں جانتی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ پہاڑی سے نیچے اُترنے لگیں ایک دوسرے کے ساتھ یہ ان کی آخری سیر تھی اور کم از کم ایک طویل عرصہ تک کے لئے تو یہ آخری ہی تھی۔

"مجھے یقین ہے کہ میں امتحان پاس کر سکتی ہوں، کیونکہ تم نے میری بہت مدد کی ہے" میری نے کہا۔

"تم اپنے سبق کا ایک ایک لفظ میرے ساتھ دہراتی تھیں یہاں تک کہ اسکول کی کتابوں میں جو کچھ تھا سب مجھے ازبر ہو گیا تھا۔ لیکن تمہارا گزارہ کیسے ہو گا؟ پاپا میرے لئے بہت کچھ خرچ کر رہے ہیں۔ بکس، نیا کوٹ، ایک جوڑی نئے جوتے، ریل کا کرایہ سبھی کچھ تو ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے یہ فکر لاحق ہوتی ہے کہ تمہارے اور کیری کے کپڑوں اور کتابوں کا انتظام پاپا کس طرح کر سکیں گے؟"

"اُس کی فکر مت کرو، پاپا اور ماں سب کر لیں گے، تم جانتی ہو کہ وہ تو ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں"

"دوسرے دن علی الصبح، لارا کے کپڑے بدلنے سے پیشتر ماں نے ان چڑیوں کو جو پاپا نے شکار کی تھیں، بنا کر تیار کر لیا۔ ناشتہ کے بعد انہوں نے ان سب کو بھون لیا اور جب وہ ٹھنڈی ہو گئیں تو جوتوں کے ایک خالی ڈبے میں رکھ کر انہیں باندھ دیا تاکہ گاڑی پر سے جانے کے لئے لنچ کے طور پر کام آسکیں۔

پاپا اور میری شام کو ہی نہائے تھے۔ میری نے اپنا بہترین سوتی جوڑا اور جوتے پہن لئے تھے۔ ماں نے بھی گرمیوں کا اچھا سا لباس پہنا۔ پاپا نے عمدہ سا سوٹ زیب تن کیا۔ ایک پڑوسی کا لڑکا انھیں شکرم پر اسٹیشن تک لے جانے کے لئے رضامند ہو گیا تھا۔ پاپا اور ماں ایک ہفتہ کے لئے جا رہے تھے۔ میری کو کالج چھوڑ کر گھر آتے ہوئے ان کا قصد قصبے سے پیدل گھر لوٹنے کا تھا۔

شکرم آگئی۔ کوچوان لڑکے نے جس کے منہ پر چتے پڑے ہوئے تھے اور جس کے سرخ بال تنکوں کے بنے ہوئے ہیٹ میں سے جھانک رہے تھے۔ میری کا بکس گاڑی میں رکھنے میں پاپا کی مدد کی۔ دھوپ کافی تیز تھی اور ہوا بھی چل رہی تھی۔

"ہاں کیری اور گریس، تم ٹھیک ٹھاک رہنا اور لارا کا کہنا بھی ماننا" ماں نے کہا اور "ہاں لارا، چوزوں کے پانی کے برتن کو بھر نا مت بھولنا اور باز پر بھی نظر رکھنا، کہیں بچوں پر نہ جھپٹے۔ دودھ کے برتن ہر روز مانجھنا اور دھوپ میں اچھی طرح سکھانا"

"بہت اچھا ماں" سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

"خدا حافظ لارا، خدا حافظ کیری اور گریس" میری نے کہا۔

"خدا حافظ" لارا اور کیری نے بمشکل کہا۔ گریس بے چاری حیران و پریشاں یہ سب دیکھتی رہی۔ پاپا نے میری کو سہارا دے کر گاڑی میں چڑھایا اور ماں کے پاس بٹھا دیا۔

پڑوسی لڑکا شکرم کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور بابا نے اپنی جگہ بکس پر بنالی۔

"اچھا بھئی چلو" انھوں نے لڑکے سے کہا۔ "لڑکیو۔ خدا حافظ"

شکرم چل پڑی۔ گریس منہ کھول کر چیخیں مار کر رونے لگی۔

"شرم کی بات ہے گریس، بڑی شرم کی بات ہے، تمہاری جیسی بڑی لڑکی اور روئے" لارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اُس کا گلا بھی کچھ خراب تھا اس لئے آواز اور بھی بھرائی ہوئی تھی کیری بھی یوں لگتی تھی کہ جیسے رونا ہی چاہتی ہے "تمہیں شرم آنا چاہیئے" لارا نے پھر کہا اور گریس نے سانس روک کر آخری سِسکی لی۔

بابا، ماں اور میری میں سے کسی نے بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ انھیں تو جانا تھا گاڑی جو انہیں لے گئی اپنے پیچھے ایک سناٹا چھوڑ گئی۔ لارا نے پہلے کبھی ایسی تنہائی اور سونا پن محسوس نہیں کیا تھا۔

یہ گیا ہستان کا مسرت افزا سکوت نہیں تھا بلکہ ایسا عجیب و غریب سکوت تھا جس سے لارا کے بدن کا رواں رواں متاثر تھا۔

"آؤ سب گھر میں چلیں" لارا نے سکوت توڑتے ہوئے کہا۔

گھر میں بھی خاموشی کا دور دورہ تھا۔ سکوت اس قدر عمیق تھا اور پُر ہول تھا کہ لارا نے سوچا کہ گفتگو بھی سرگوشی کے انداز میں ہی کرنی چاہیئے۔ گریس نے رونی آواز حلق میں ہی دبا دی۔ تینوں بہنیں اگرچہ اپنے ہی گھر میں کھڑی ہوئی تھیں مگر انھیں ایک قسم کے سکوت اور خالی پن کے سوا اور کچھ محسوس نہ ہوتا تھا اور یہی خیال بار بار ذہن میں ابھرتا تھا کہ میری چلی گئی۔

گریس نے پھر رونا شروع کیا۔ کیری کی آنکھوں میں بھی دو موٹے موٹے آنسو جھلک رہے تھے۔ اس طرح تو کام چلنے والا تھا نہیں۔ ابھی تو پورا ایک ہفتہ باقی تھا۔ ہر چیز لارا کی سپردگی میں تھی اور ماں نے لارا پر پورا پورا بھروسہ کیا تھا۔

"میری بات سنو! کیری اور گریس" اُس نے مستعدی سے کہا "مکان کی اچھی طرح صفائی کیوں نہ کر ڈالیں یہ کام ہم ابھی شروع کر دیں تاکہ جب ماں واپس آئیں تو دیکھیں کہ گھر کی ہر سال ہونے والی صفائی ہو چکی ہے"

لارا کی پوری زندگی میں کبھی بھی اس قدر مصروف وقت نہ گزرا تھا۔ کام بہت سخت تھا اسے اس سے پہلے یہ اندازہ کبھی نہ ہوا تھا کہ ایک گدا جب اسے ٹب میں دھو کر نچوڑنے اور تار پر پھیلانے کے لئے اٹھایا جائے تو کس قدر وزنی ہو جاتا ہے۔ اُسے یہ تجربہ ابھی ہوا تھا کہ گریس سے جو ہمیشہ کام میں ہاتھ بٹانے کی کوشش کرتی تھی کبھی ناراض نہ ہونا کس قدر مشکل ہوگا اُسے یہ دیکھ کر بھی حیرت ہوئی کہ مکان جو بظاہر صاف دکھائی دیتا تھا اس کو دوبارہ صاف کرنے میں ان سب کے کپڑے کس قدر میلے ہو گئے تھے۔ وہ جتنی محنت سے کام کرتی تھیں، اُتنے ہی زیادہ ان کے کپڑے میلے ہو جاتے تھے۔

صفائی کا دن سب سے زیادہ خراب اور بہت گرم تھا۔ انھوں نے بستر بند کھول کر خالی کر کے دھویا اور جب سوکھ گیا تو اس میں اچھی اچھی تازہ گھاس بھر دی۔ بستروں کے اسپرنگ ہٹا کر مسہریوں کو دیوار کے ساتھ لگا کر کھڑا کر کے ایک طرف سے لارا اور دوسری طرف سے کیری دونوں مسہری کو اپنی اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔ لارا نے اپنی طرف کے کنارے کو جھٹکا اور کیری نے اپنے طرف کے مسہری کے سرے علیحدہ ہو گئے اور اس کا تکیہ لارا کے سر پر اس زور سے لگا کہ اسے دن میں تارے نظر آ گئے۔

"اوہ، لارا، تمہیں چوٹ تو نہیں لگی؟" کیری نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"زیادہ تو نہیں" لارا نے سر سہلاتے ہوئے کہا۔ اس نے مسہری کے تکیہ کو دیوار کے ساتھ لگانے کے لیے جو کھینچا تو آہستہ سے یہ نیچے کی طرف پھسل کر اس کے ٹخنے سے ٹکرا گیا" اوہ!" وہ چیخے بغیر نہ رہ سکی اور کہنے لگی "اسے یہیں پڑا رہنے دو"

"ہمیں فرش کو بھی تو رگڑنا ہے" کیری نے یاد دلایا۔

"ہاں ہاں مجھے معلوم ہے" لارا نے ذرا درشتی سے کہا اور وہ اپنا ٹخنہ سہلانے کے لئے فرش پر بیٹھ گئی۔ اس کے منتشر بال اُس کی پسینے میں شرابور گردن پر چپک گئے تھے اس کے کپڑے پسینے میں تربتر، گرم اور میلے ہو گئے تھے اور اس کی انگلیوں کے ناخن کالے ہو گئے تھے۔ کیری کا چہرہ بھی خاک دھول اور پسینے میں اٹا ہوا تھا اور اس کے بالوں میں چارے کے چھوٹے چھوٹے ذرے الجھے ہوئے تھے۔

"ہمیں نہا لینا چاہیئے" لارا نے اتنا کہا ہی تھا کہ معاً اس کو خیال آیا اور وہ چیخ پڑی "ہائیں، گریس کہاں ہے"؟

"دونوں بہنیں کام میں اس درجہ مصروف تھیں کہ دیر تک گریس کی طرف سے بالکل غافل رہیں۔ گریس ایک بار پہلے گیاہستان میں گم بھی ہو گئی تھی۔ برد کنس میں دو اور بچے بھی کچھ عرصہ پہلے گم ہو چکے تھے اور تلاش کرنے پر مُردہ ہی ملے تھے۔

"میں یہاں ہوں" گریس نے اندر آتے ہوئے پیار بھری آواز میں کہا "بارش ہو رہی ہے"۔

"نہیں تو" لارا نے تعجب سے کہا۔ گریس نے ٹھیک ہی کہا تھا گھر پر ابر کا سایہ سا چھایا ہوا تھا۔ چند بڑے بڑے قطرے بھی ٹپکے تھے۔ اسی وقت بجلی کڑکی۔ لارا نے بلند آواز سے پکارا "کیری، بستر اور بستر بند بھیگ جائیں گے"۔

لارا اور کیری دوڑی ہوئی گئیں۔ بستر بند زیادہ بھاری تو تھے نہیں البتہ بھوسے سے بھرے ہونے کی وجہ سے پھول گئے تھے۔ انھیں سنبھالنا بہت مشکل ہو گیا بار بار کنارا لارا یا کیری کی گرفت سے نکل جاتا تھا۔ جب وہ ایک کو کسی نہ کسی طرح گھر تک لے آتیں تو انھیں اس کو لمبائی کی طرف سے کھڑا کر کے ہی دروازے سے گزارنا پڑتا۔

یا تو اسے اوپر اٹھا کے اندر لے جانا ہو گا یا گھسیٹ کر۔ لیکن دونوں باتیں ایک ساتھ ممکن نہیں"۔ کیری نے ہانپتے ہوئے کہا۔ گرج اور چمک بہت تیز ہو گئی تھی اور

بارش بھی زور شور سے ہونے لگی تھی۔

"راستے سے ہٹ جاؤ" لارا چلائی اور کسی نہ کسی طرح بھوسے سے بھرے ہوئے بستر بند کو دھکیلتی ہوئی گھر میں لے ہی آئی۔ تار پر پھیلے ہوئے گدوں کو اتارنا اور دوسرے بستر بند کو لانا اب اس لئے ممکن نہ تھا کیونکہ بارش موسلا دھار ہونے لگی تھی۔

گدے اور چادریں تو تار پر پڑے پڑے سوکھ جائیں گے مگر دوسرے بستر بند کو خالی کرنا ہوگا اور دھو کر دوبارہ بھرنا بھی پڑے گا۔ بستر بند بہت اچھی طرح سوکھنا ضروری ہے ورنہ اس میں بھوسے کی عجیب سی بو آئے گی۔

ہم سونے کے کمرے کی تمام چیزیں سامنے والے کمرے میں کیوں نہ رکھ دیں اور فرش دھونا شروع کر دیں لارا نے کہا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت وہاں پر سوائے بجلی کی کڑک بارش اور فرش پر لکڑ ارگڑنے کی آواز کے کوئی اور آواز نہ تھی۔ لارا اور کیری دونوں پورے فرش کو ادھر سے اُدھر تک گھٹنے ٹیک کر ہاتھوں سے رگڑ رہی تھیں کہ گریس نے خوشی خوشی کہا "میں بھی کام کر رہی ہوں"

وہ ایک کرسی پر کھڑی اسٹوو پر پالش کر رہی تھی۔ اور خود بھی سر سے پاؤں تک پالش میں لتھڑی ہوئی تھی۔ فرش پر اور اسٹوو کے چاروں طرف پالش کے دھبے پڑ گئے تھے۔ گریس نے پالش کے ڈبے کو پانی سے بھر لیا تھا۔ جب اس نے لارا کی طرف اس کی رضامندی حاصل کرنے کے انداز میں مسکرا کر اسٹوو کے اوپری حصہ پر پالش میں ڈوبے ہوئے کپڑے کو ایک بار اور پھیرا تو اس کے ہاتھ کی ٹکر سے پالش کا ڈبہ نیچے جا گرا۔

گریس کی نیلی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

لارا نے جب اس جگہ کا یہ منظر دیکھا جسے ماں نے صاف ستھرا چھوڑا تھا تو گھبرا گئی مگر لیکن گریس کو اس سے زیادہ نہ کہا۔

"کوئی بات نہیں گریس رو ؤ نہیں، میں اسے صاف کروں گی" اور مسہریوں کی

چولیس جوڑنے کے پُرمشقت کام میں اتنی جھکی رہی کہ اس کی پیشانی اس کے گھٹنوں سے چھو آتی تھی۔

"اوہ کیری، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ماں کو ایسا کون ساطریقہ آتا ہے جس سے وہ یہ کام آسانی سے کر لیتی ہیں" لارا نے تکلیف کے مارے رونے کی سی آواز میں کہا۔

یہ دن سب سے زیادہ سخت دن تھا جمعہ کے دن تک مکان تقریباً صاف ستھرا ہوگیا تھا۔ وہ فکر مند سی تھیں کہ کہیں ماں جلدی واپس نہ آ جائیں۔ انہوں نے اس روز رات کو بھی دیر تک کام کیا اور ہفتہ کے دن تو قریب قریب کام کرتے آدھی رات ہوگئی تھی۔ تب کہیں لارا اور کیری نہا دھو کر سونے کے لئے لیٹیں۔ اتوار تک گھر بالکل صاف ستھرا اور بے داغ ہوگیا تھا۔

اسٹوو کے چاروں طرف کا فرش بھی رگڑنے دھونے سے ہڈی کی طرح سفید ہوگیا تھا۔ پالش کے بہت ہی خفیف سے دھبے ضرور رہ گئے تھے بستروں پر سفید اور چمکدار چادریں بچھی تھیں اور اُن میں سے تازہ گھاس کی مہک آرہی تھی۔ الماری کا ہر حصہ اور اس میں رکھی ہوئی ایک ایک پلیٹ دھوئی گئی تھی۔ "اب آئندہ ڈبل روٹی اور دودھ کھالیا کریں گے اور پلیٹیں صاف رکھیں گے" لارا نے کہا۔

بس پردوں کو دھو کران پر استری کرنا اور پیر کے دن حسب معمول کچھ دھلائی کا کام باقی تھا۔ وہ خوش تھیں کہ اتوار آرام کے لئے مل گیا ہے۔

پیر کو صبح سویرے لارا نے پردے دھوڈالے۔ جب تک اس نے اور کیری نے بقیہ کپڑے دھو کر تار پر پھیلائے، پردے سوکھ چکے تھے۔ انھوں نے پردوں پر پانی چھڑک کر ان پر استری کر کے کھڑکیوں پر لٹکا دیا۔ اب گھر بالکل آئینہ کی طرح صاف ہوگیا تھا۔

"جب تک پاپا اور ماں گھر واپس نہیں آتے ہم گریس کو باہر ہی رکھیں گے" لارا نے کیری سے رازدارانہ طور پر کہا۔ ان میں سے کسی کا دل سیر کو نکلنے کو نہیں چاہتا تھا۔

باہر گھاس میں گھر کی دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئیں اور گرلیس کو ادھر اودھر دوڑتے ہوئے دیکھتی رہیں۔ اُن کی نظریں ریل گاڑی کے دھوئیں کی متلاشی تھیں۔

انھوں نے دھوئیں کو گیا ہستان کے اُفق سے اُبھرتے اور آسمان کی طرف اٹھ کر آہستہ آہستہ غائب ہوتے دیکھا جیسے کوئی تحریر ہو جو پڑھی نہ جا سکتی ہو۔ انھوں نے ریل گاڑی کی سیٹی سنی۔ تھوڑی دیر کے وقفے کے بعد پھر سیٹی کی آواز آئی اور بل کھاتے اور لہراتے ہوئے دھوئیں کی آسمان پر پھر کچھ تحریر سی نظر آنے لگی۔ انھیں یقین ہو چلا تھا کہ پاپا اور ماں نہیں آئے ہیں لیکن جب قصبہ سے آنے والی سڑک پر وہ آتے ہوئے دکھائی پڑے تو یقین آیا۔

انھیں دیکھ کر میری کی جدائی کا سماں آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میری ابھی ابھی گئی ہے۔

ماں اور پاپا کے استقبال کے لئے لڑکیاں بڑھ کر بڑی دلدل تک جا پہنچیں ملاقات پر تھوڑی دیر تک تو بہ یک وقت سبھی بولتے رہے۔

پاپا اور ماں دونوں کالج دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ کالج بہت ہی اچھا ہے۔ اینٹ کی بنی ہوئی ایک عظیم الشان عمارت ہے۔ موسم سرما میں بھی میری اس میں بہت آرام سے اور سردی سے محفوظ رہے گی۔ اسے اچھا کھانا ملے گا اور بہت سی اچھی لڑکیاں اس کی ساتھی ہوں گی۔ ماں کو میری کی روم میٹ بہت پسند آئی۔ اُستانیاں بہت ہی خوش اخلاق اور مہربان تھیں۔ میری نے امتحان میں بہت ہی نمایاں کامیابی حاصل کی تھی۔ ماں نے بتایا کہ کالج میں میری سے اچھے کپڑے کسی کے نہ تھے۔ وہ سیاست، معاشیات، ادب اور ریاضی کے مضامین پڑھے گی اور سینا پرونا، بننا، موتیوں کا کام اور موسیقی بھی سیکھے گی۔ کالج میں موسیقی کا شعبہ بھی تھا۔

لارا یہ سب سن کر اس قدر خوش ہوئی کہ اُسے میری کے چلے جانے سے تنہائی کا جو احساس تھا وہ قریب قریب رخصت ہو گیا۔ میری کو ہمیشہ سے پڑھنے لکھنے سے محبت تھی۔ اب وہ تعلیم کے میدان میں بہت کچھ کر سکتی تھی کیونکہ اس سے پہلے تو اُسے اپنا شوق پورا کرنے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔

"اسے تو وہیں رہنا چاہیئے، ضرور رہنا چاہیئے"۔ لارا نے غور کیا اور خود بھی از سر نو محنت سے پڑھنے کی قسم کھائی۔ اگرچہ اُسے پڑھنے میں زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ لیکن وہ سولہ سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد معلمی کی سند ضرور حاصل کرنا چاہتی تھی تاکہ میری کو کالج میں زیر تعلیم رکھنے کے لئے روپیہ کما سکے۔

وہ گھر کی صفائی کے ہفتہ کے سلسلہ میں کچھ بتانا تو بھول ہی گئی تھی۔ لیکن جیسے ہی ماں گھر میں داخل ہوئیں تو انھوں نے پوچھا "کیری، تم اور گریس کیوں ہنسے جا رہی ہو؟ تم ضرور کوئی راز مجھ سے چھپا رہی ہو"۔

"گریس نے خوشی خوشی اچھلتے کودتے، چلا چلا کر کہا "میں نے اسٹوو پر پالش کی ہے"۔ "تم نے بہت اچھا کیا"۔

ماں نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے کہا "یہ تو بہت ہی اچھا لگتا ہے لیکن گریس مجھے یقین ہے کہ لارا نے پالش کرنے میں تمہاری مدد ضرور کی ہوگی، تمہیں یوں نہیں کہنا چاہیئے"۔ اس کے بعد ان کی نظر پردوں پر پڑی تو بولیں "کیوں لارا، کیا تم نے پردے۔۔ کھڑکیاں ۔۔۔۔۔ اور ۔۔۔۔۔ کیوں، میں پوچھتی ہوں!"

"ماں ہم نے گھر کی سالانہ صفائی آپ کے بدلے کر دی ہے"۔ لارا نے کہا اور کیری شرما کر رہ گئی۔ "ہم نے بستر دھوئے، ان میں بھوسہ بھرا، فرش دھوئے اور تمام چیزیں صاف ستھری کر دی ہیں" لارا کہتی رہی۔

ماں نے یہ سب سُن کر اظہار تعجب سے اپنے ہاتھ اوپر کو اٹھائے اور پھر ہاتھ

نیچے گرا کر نقاہت سی محسوس کر کے بیٹھتے ہوئے بولیں "میرے خدا، اب تو سب کچھ یہ لڑکیاں ہی کر لیتی ہیں۔"

دوسرے دن جب انھوں نے اپنا سامان کھولا تو سب کو حیرت ہوئی۔ وہ اپنے کرے سے تین چپٹے پاکٹ لے آئیں اور لارا، کیری اور گریس سب کو ایک ایک دیا۔

گریس کے پاکٹ میں تصویروں کی ایک کتاب تھی۔ چمکیلے کاغذ پر بنی ہوئی رنگین تصویریں، مختلف رنگ کے کپڑوں کے ٹکڑوں پر چپکی ہوئی تھیں۔ ہر ٹکڑا بہت خوبصورت اور کناروں پر سے گلابی تھا۔

لارا کے پاکٹ میں بھی ایک چھوٹی خوبصورت کتاب تھی۔ یہ پتلی سی تھی جو چوڑی زیادہ لمبی کم تھی۔ اس کے سرخ گرد پوش پر سنہرے حروف میں لکھا تھا "آٹو گراف البم" اس کے صفحے مختلف ہلکے رنگ کے اور بالکل کورے تھے۔ کیری کو بھی اسی سے ملتی جلتی کتاب دی گئی تھی، فرق صرف اتنا تھا کہ اس کا گرد پوش نیلا اور سنہرا تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ آج کل "آٹو گراف البم" کا بہت فیشن ہے" ماں نے کہا۔ "ونٹا میں تمام فیشن ایبل لڑکیوں کے پاس البم ہیں۔"

"وہ کس طرح کے ہیں اور کس لئے استعمال ہوتے ہیں؟" لارا نے استفسار کیا۔

"تم اپنی کسی دوست سے ایک خالی صفحہ پر کوئی شعر لکھوا سکتی ہو اور اس سے دستخط کرا سکتی ہو اور اسی طرح تم اس کی البم پر کچھ لکھ سکتی ہو اور دستخط کر سکتی ہو اور اسی طرح یہ البمیں ایک دوسرے کو یاد رکھنے کے کام آسکتی ہیں" ماں نے وضاحت سے سمجھایا۔ "اب مجھے اسکول جانے میں زیادہ کوفت نہ ہوگی" کیری نے کہا۔ "میں نئی نئی لڑکیوں کو اپنی آٹو گراف البم دکھاؤں گی اور اگر وہ مجھ سے اچھی طرح پیش آئیں گی تو میں ان سے اپنی البم پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھواؤں گی۔"

ہاں یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئیں کہ آٹو گراف البم سے لارا اور کیری دونوں بہت خوش ہوئی ہیں۔ پھر انھوں نے یہ مزید خوشخبری سنائی "تمھارے بابا اور ہیں نکس نے یہ دعا ہے جہاں میری کالج جاتی ہے کچھ اور چیزیں بھی تمھارے لئے لائے ہیں۔"

گیارھواں باب

مِس وائلڈر کا اسکول میں پڑھانا

جب پہلے دن لارا اور کیری اسکول روانہ ہوئیں تو انھوں نے سب سے عمدہ چھینٹ کے سوتی کپڑے پہنے کیونکہ ماں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ان کپڑوں کو آنے والی گرمیوں سے پہلے پہن ڈالو ورنہ یہ چھوٹے ہو جائیں گے اسکول جاتے وقت لڑکیاں اپنی کتابیں بغل میں دبا کر لے جاتی تھیں لیکن کھانے کا ٹفن دان لارا ہی لے جاتی تھی۔

صبح صبح کی دھوپ میں رات کی ٹھنڈ کے آثار باقی تھے۔ بلند نیلے آسمان کے نیچے گیاہستان کی وسیع و عریض ہریالی دھوپ نکلتے ہی ہلکے بھورے اور بنفشئی رنگ کا لبادہ اوڑھ لیتی تھی۔ کبھی کبھی ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکوں سے پکی گھاس اور جنگلی پھولوں کی تیز مہک آتی تھی۔ سڑک کے کنارے کنارے پیلے شگوفے جھوم رہے تھے جو کبھی کبھی لارا کے ہاتھ میں ہلتے ہوئے کھانے کے ٹفن دان سے آہستہ سے ٹکرا جاتے تھے۔ لارا ایک ڈھیہ پر چل رہی تھی۔

"میرا تو خیال ہے کہ مس وائلڈر ایک اچھی استانی ثابت ہوں گی" کیری نے کہا۔ "کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے، لارا؟"

"یہ تو بابا ہی جانتے ہوں گے کیوں کہ وہ اسکول بورڈ کے ممبر بھی ہیں" لارا نے بتایا "وہ ہو سکتا ہے انھوں نے مس وائلڈر کو اس لئے ملازم رکھا ہو کہ وہ گھڑ دوڑ میں جیتنے والے لڑکے وائلڈر کی بہن ہیں۔ کیری کیا تمہیں وہ خوبصورت گھوڑے یاد ہیں؟"

کیری نے کہا "صرف اس وجہ سے کہ اس کے بھائی کے پاس اچھے گھوڑے ہیں؟ اس

کی بہن بھی اچھی ہے کوئی معقول حجت تو نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ بغیر اس وجہ کے بھی وہ اچھی معلمہ ہوں۔"

"بہر حال وہ پڑھانا خوب اچھی طرح جانتی ہیں، سرٹیفکیٹ یافتہ ہیں" لارا نے کہا۔ اُس نے یہ سوچ کر کہ اُسے بھی کس قدر سخت محنت کرنی ہے، ایک آہ بھری۔ اور یہ کہ سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لئے اسے خوب پڑھنا چاہیئے۔

مین اسٹریٹ میں توسیع کا سلسلہ جاری تھا گھاس دانہ جمع کرنے کا ایک اصطبل پاپا کی اسٹور بلڈنگ کے کنارے پر اور بن گیا تھا۔ غلہ اٹھا کر گاڑی میں بھرنے والی مشین مین اسٹریٹ کے دوسرے کنارے سے بھی دور ریلوے لائن کے قریب نصب کی گئی تھی

"یہ اتنی بہت سی زمین، دانے کے اصطبل اور پاپا کے اسٹور کے درمیان کیوں خالی رکھی گئی ہے؟" کیری نے حیرت سے پوچھا۔

لارا کو اس بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ اسے نو گیاہستان کی جنگلی گھاس بہت اچھی لگتی تھی۔ کھلیان کے قریب پاپا کے چارہ جمع کرنے کے کٹھار بھی بنے تھے۔ انہوں نے اتنا چارہ اور ایندھن جمع کر لیا تھا کہ سال بھر موسم سرما میں گھر سے لانے کی ضرورت نہ تھی۔

لارا اور کیری سیکنڈ اسٹریٹ کے مغرب کی طرف مڑ گئیں۔ اسکول سے آگے چل کر نئے نئے رہائشی مکانات بن گئے تھے۔ ریلوے لائن کے قریب آٹے کا ایک نیا مل تعمیر ہوا تھا۔ سیکنڈ اسٹریٹ، تھرڈ اسٹریٹ کے درمیان کی خالی جگہوں کے دوسری طرف یعنی تھرڈ اسٹریٹ کے قریب گرجا گھر کی نئی عمارت بنتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ جس کو بنانے میں بہت سے آدمی لگے ہوئے تھے۔ اسکول کی عمارت کے دروازے کے قریب طلبا کے علاوہ بہت سے اجنبی لوگ کافی تعداد میں تھے۔

کیری جھجک کر پیچھے کو ہٹنے لگی اور لارا کو بھی کمزوری کا احساس ہوا۔ لیکن اُسے

کیری کی ہمت افزائی کے لئے بہادر اور نڈر بنے رہنا تھا۔ اس لئے وہ مستعدی سے آگے بڑھی جب اس کا سامنا اتنے بہت سے اجنبیوں سے ہوا تو اس کی ہتھیلیوں پر پسینہ آ گیا۔ وہاں کوئی بیس لڑکے لڑکیاں تھیں۔

ہمت کر کے لارا اُن کی طرف بڑھی اور کیری بھی اس کے ساتھ بڑھی۔ لڑکے راستہ سے ذرا ہٹ کر ایک طرف ہو گئے اور لڑکیاں دوسری طرف کو ہٹ گئیں لارا کو ایسا محسوس ہوا کہ وہ اسکول کی عمارت کی سیڑھیوں پر نہ چڑھ سکے گی۔

تھوڑی ہی دیر میں سیڑھیوں پر اسے میری پاور اور بینی جانسن نظر آ گئیں۔ وہ انھیں اچھی طرح جانتی تھی، پچھلے سال برفانی طوفان شروع ہونے سے پہلے بھی وہ اسکول میں تھیں۔ میری پاور نے کہا "ہلو لارا انگالس"!

اس کی کالی آنکھیں لارا کو دیکھ کر خوشی سے چمک اٹھی تھیں۔ ایسا ہی تاثر بینی جانسن کے چہرے سے بھی نمایاں تھا۔ لارا ان لوگوں سے مل کر مطمئن ہو گئی۔ اس نے اپنے دل میں ایسا محسوس کیا کہ اُسے میری پاور سے ہمیشہ خوب انسیت رہے گی۔

ہم نے اپنے لئے سیٹیں چن لی ہیں، ہم سب ساتھ ساتھ بیٹھیں گے" بینی نے کہا۔ "مگر تم ہمارے برابر والی درمیانی راستے کے پار رکھی ہوئی سیٹ پر کیوں نہیں بیٹھتیں"؟

وہ اسکول میں ساتھ ساتھ داخل ہوئیں۔ میری اور بینی کی کتابیں لڑکیوں کی سیٹوں کی طرف دیوار کے قریب والے پچھلے ڈسک پر رکھی تھیں۔ لارا نے اپنی کتابیں اُس کے برابر والی ڈیسک پر رکھ دیں۔ پیچھے کی یہ دونوں سیٹیں بہت عمدہ تھیں۔ کیری کے لئے البتہ چھوٹی لڑکیوں کے ساتھ ٹیچر کے قریب ہی بیٹھنا زیادہ مناسب تھا۔

مس وائلڈر اسکول کی گھنٹی ہاتھ میں لئے وسطی راستہ سے باہر جا رہی تھیں۔ ان کے بال سیاہ اور ان کی آنکھیں بھوری تھیں۔ ان کی شخصیت بہت ہی پرکشش تھی ان کا گہرے بھورے رنگ کا لباس بہت ہی عمدگی سے تیار کیا ہوا تھا۔ یہ میری کے عمدہ

لباس کی طرح سامنے سے ہموار اور چست تھا جس کی کامدار جھالر فرش پر گرتی تھی۔ اس کے اوپر ایک لہنگا پہن رکھا تھا جو بہت ہی بھلا لگتا تھا۔

"لڑکیو! کیا تم سب نے اپنی اپنی جگہیں منتخب کرلی ہیں یا نہیں؟" انھوں نے خوش مزاجی سے پوچھا۔

"جی ہاں استانی صاحبہ" بینی جانسن نے شرماتے ہوئے کہا مگر میری پاور مسکرائی اور کہنا شروع کیا۔ "میں میری پاور ہوں، یہ بینی جانسن اور لارا انگالس ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان تینوں سیٹوں پر بیٹھنا چاہتے ہیں، اسکول میں ہم تینوں سب سے بڑی لڑکیاں ہیں۔"

"ہاں ہاں تم لوگ شوق سے ان سیٹوں پر بیٹھو۔" مس وائلڈر نے بہت خوش مزاجی سے کہا۔

پھر گھنٹی بجانے کے لئے دروازے پر گئیں گھنٹی سن کر تمام طالب علم کلاس روم میں آگئے یہاں تک کہ تمام سیٹیں بھر گئیں۔ لڑکیوں کی طرف کے حصے میں پیچھے کی تمام سیٹیں خالی تھیں کیونکہ موسم سرما کی مدت تعلیمی سے پہلے بڑے لڑکے اسکول نہ آتے تھے کیونکہ ان دنوں وہ اپنے اپنے گھروں پر کام میں مصروف رہتے تھے۔

لارا نے دیکھا کہ کیری، میمی بیرڈسلی کے ساتھ خوشی خوشی جہاں چھوٹی لڑکیوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ اطمینان سے بیٹھی تھی۔ اسی لمحہ لارا نے ایک اجنبی لڑکی کو کچھ ہچکچاتے ہوئے نشستوں کے درمیانی راستہ سے آتے دیکھا جو بالکل لارا ہی کی ہم عمر اور اس جیسی شرمیلی تھی۔ اس کا قد چھوٹا اور جسم اکہرا تھا، اس کی ہلکے بھورے رنگ کی آنکھیں اس کے چھوٹے اور گول چہرے پر بڑی معلوم ہوتی تھیں۔ اس کے بال کالے اور کہیں کہیں سے خمدار تھے پیشانی کے قریب ہے گھنگھریالے تھے۔ اعصاب زدہ ہونے کی وجہ سے اس کے چہرے کا رنگ گلابی سا پڑ گیا تھا کلاس روم کے اندر داخل ہوتے ہوئے۔

اُس نے کچھ سہمے سے انداز میں لارا کو دیکھا۔
جب تک لارا نے اُسے اپنی جگہ کا ساتھی نہیں بنایا اُسے ایک خالی سیٹ پر تنہا بیٹھنا پڑا۔
لارا مسکرائی اور اپنے قریب والی سیٹ پر ہاتھ مار کر اس سے بیٹھنے کو کہا۔ اس نوآمدہ لڑکی کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں اس نے اپنی کتابیں ڈیسک پر رکھیں اور لارا کے قریب بیٹھ گئی۔
جب مس وائلڈر اسکول کو ٹھیک ٹھاک کر چکیں تو انہوں نے ریکارڈ بک اٹھائی اور ایک ایک ڈیسک پر جا کر ہر ایک طالب علم کا نام درج کیا۔ لارا کی ہم نشین نے بتایا کہ اس کا نام ایڈا رائٹ ہے لیکن وہ کہلاتی ہے۔ ایڈا براؤن کیونکہ پادری براؤن اور مسز براؤن نے اُس کو گود لے رکھا ہے۔
پادری براؤن گرجا گھر میں پوجا پاٹ کے نئے منتظم تھے اور وہ حال ہی میں قصبہ میں آئے تھے۔ لارا کو یہ معلوم تھا کہ پاپا اور ماں انہیں بہت اچھا نہیں سمجھتے تھے لیکن خود اُسے ایڈا سے بہت لگاؤ تھا۔
مس وائلڈر نے ریکارڈ بک اپنے ڈیسک پر رکھ دی اور اسکول کا کام کرنا چاہتی تھیں کہ پھر دروازہ کھلا۔ سب دروازے کی طرف دیکھنے لگے کہ آج یہ کون ہے جو پہلے ہی دن اسکول میں اس قدر تاخیر سے آیا ہے۔
لارا کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آتا تھا کیونکہ داخل ہونے والی لڑکی نیلی اولیسن تھی جو مینی سوٹا میں واقع شہر پلم کریک سے آئی تھی۔
وہ لارا کے مقابلے میں کافی قدآور لیکن دبلی پتلی تھی۔ سبک اندام اور نازنین سی دکھائی دیتی تھی اور لارا اس کے مقابلہ میں حسب سابق گول مٹول اور فرانسیسی پالتو کی طرح فربہ اندام تھی۔ اگرچہ دو سال گزر چکے تھے لارا اسے دیکھتے ہی پہچان گئی تھی۔ نیلی کی ناک

اب بھی اسی طرح اوپر کو اٹھی ہوئی اور ستواں تھی، اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں ناک سے ملی ہوئی تھیں۔ اس کا منہ بڑا ہی خوبصورت اور مٹرے کا سا تھا۔

نیلی نے لارا اور کیری کا مزاق اُڑایا تھا کہ وہ دیہات کی رہنے والی تھیں۔ اس کو فخر تھا کہ اس کے والد جنرل مرچنٹ اور ایک سٹور کے مالک تھے۔ اس نے ماں سے بھی گستاخانہ انداز میں بات کی تھی اور جیک کے ساتھ بھی جو بہت ہی اچھا اور وفادار گلڈاگ تھا اور اب مر چکا تھا بہت برابرتاؤ کیا تھا۔

وہ اسکول بھی دیر میں آئی تھی مگر اس طرح کھڑی دیکھ رہی تھی جیسے کہ یہ اسکول اس کے لئے زیادہ مناسب نہ تھا۔ وہ ہلکے بادامی رنگ کا ایک خصوصی لباس پہنے ہوئی تھی۔ لہنگے پر چوڑی رفل کے کنارے بنے تھے اور گریبان کے اطراف کامدار جھالریں بنی ہوئی تھیں۔ اس کے عمدہ اور سیدھے سادے بال پیچھے کی طرف پلٹے ہوئے تھے جن میں ایک فرانسیسی طرز کا جوڑا بندھا ہوا تھا۔ وہ اپنے سر کو فخر سے اٹھائے ہوئے نفرت بھرے جذبات سے سب کو دیکھ رہی تھی۔

"اگر آپ اجازت دیں میں پچھلی سیٹ پر بیٹھنا پسند کروں گی" اُس نے مس واُلڈر سے کہا اور لارا کی طرف اس انداز سے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو "یہاں سے دور ہو جاؤ اور مجھے یہ جگہ دے دو"

لارا جہاں بیٹھی تھی وہیں جم کر بیٹھی رہی اور پیچھے مڑ کر بھنچی آنکھوں سے نیلی کی طرف دیکھا۔

سب مس واُلڈر کی طرف دیکھ رہے تھے کہ وہ کیا کرنے والی ہیں۔ مس واُلڈر نے اپنے گلے کو صاف کرنے کے لئے خفیف سی کھنکاری لی اور نیلی کو گھورنے لگیں۔ جب نیلی دوسری طرف دیکھنے لگی تو انھوں نے مینی جانسن کی طرف دیکھ کر اُس کی سیٹ پہ اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ "یہ سیٹ مناسب رہے گی"

"مینی کیا تم یہ سیٹ بدل لو گی؟" مس وائلڈر نے پوچھا، لیکن وہ مینی سے بھی تو اس جگہ پر بیٹھنے کے لئے کہہ چکی تھیں۔

مینی نے آہستہ سے کہا "بہت اچھا اُستانی جی" اور اپنی کتابیں لے کر آہستہ سے آگے ایک خالی سیٹ پر جا بیٹھی۔ میری پا در اپنی جگہ سے نہلی۔ نیلی وسطی راستے میں کھڑی انتظار کرتی رہتی کیونکہ مینی کی خالی کی ہوئی جگہ پر بیٹھنے کے لئے چکر کاٹ کے آنا نہیں چاہتی تھی۔

"اچھا میری، اب تم ذرا سا سرک جاؤ اور اس نئی لڑکی کے لئے راستہ دے دو۔ تو ہم سب پُر اطمینان اور پُر سکون ہو جائیں گے۔ میری کھڑی ہو گئی" "میں مینی کے پاس بیٹھ جاؤں گی اور ہیں تو ــــ" اس نے مختصراً کہا۔

نیلی مسکرا کر اس خالی کی ہوئی جگہ پر بیٹھ گئی۔ سارے کلاس روم میں سب سے اچھی سیٹ تھی اور ڈیسک بھی تنہا اسی کے استعمال کے لئے خالی ہو گیا تھا۔

جب نیلی اولیسن نے مس وائلڈر کو ریکارڈ بک میں اندراج کے لئے بتایا کہ اس کے والد قصبہ کے شمال میں ایک بستی میں رہتے ہیں تو لارا کو کوئی خوشی نہ ہوئی۔ کیونکہ نیلی خود تو شہری لڑکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی لارا کو خیال آیا کہ جاڑوں میں جب پاپا قصبہ چلے آئیں گے تو اس طرح کیری اور وہ خود بھی قصبہ کے باشندے کہلائیں گے۔

مس وائلڈر نے رول کو ڈیسک پر مارتے ہوئے کہا "سب لڑکے لڑکیاں غور سے سنیں" انہوں نے ایک مختصر سی تقریر کی۔ تقریر کے دوران میں وہ مسلسل مسکراتی رہیں۔ انہوں نے کہا۔ "اب ہم اسکول کے موجودہ عرصۂ تعلیم کا کام شروع کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہیں اور ہم سب مل کر ہی اسے کامیاب بنا سکتے ہیں میری بات سے سب کو اتفاق ہے نا؟ تم جانتے ہو کہ تم سب یہاں اس لئے آئے ہو کہ جو کچھ بھی سیکھ سکتے ہو سیکھ لو اور میں یہاں ہر وقت تمہاری مدد کرنے کے لئے موجود ہوں۔ تم

لوگوں کو مجھے ہمیشہ ور استانی ہی نہیں بلکہ ایک اچھی دوست بھی سمجھنا چاہیئے اور مجھے یقین ہے کہ ہم سب بہت ہی عمدہ دوستوں کی طرح رہیں گے"

چھوٹے لڑکے کھسر پھسر کر رہے تھے اور لارا بھی یہی چاہتی تھی کیونکہ اب وہ مس وائلڈر کی مسکراہٹ دیکھتے دیکھتے تھک چکی تھی۔

وہ چاہتی تھی کہ مس وائلڈر کسی طرح تقریر ختم کریں۔ مگر مس وائلڈر نے مسکراتے ہوئے اپنی تقریر جاری رکھی اور کہنے لگیں "ہم میں سے کوئی بھی خود غرضی اور بد سلوکی کا برتاؤ نہیں کرے گا۔ کیا یہ ٹھیک ہے! مجھے یقین ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی کوئی خلافِ آداب حرکت نہ کرے گا تاکہ ہمارے اسکول کے خوش گوار ماحول میں کسی کو سزا دینے کا سوال ہی نہ پیدا ہو سکے۔ ہم سب ایک دوسرے کے دوست رہیں گے، ایک دوسرے سے محبت اور ایک دوسرے کی مدد کریں گے"

اس کے بعد انہوں نے کہا "اپنی اپنی کتابیں نکالو"

اس دن صبح نظم خوانی نہیں ہوئی کیونکہ مس وائلڈر طالب علموں کو درجوں کے اعتبار سے منتخب کر رہی تھیں۔ لارا۔ ایڈا۔ میری پاور۔ مینی اور نیلی اولیسن بڑی لڑکیاں تھیں اور انہیں پر سب سے اعلیٰ جماعت مشتمل تھی کیونکہ ان کی علمی قابلیت بہت اچھی تھی" اور بڑے لڑکے ابھی تک آئے نہیں تھے۔ تفریح کے گھنٹے میں سب دو دو اور چار چار کے گروہوں میں اکٹھے ہو کر ایک دوسرے سے متعارف ہونے لگے۔ ایڈا کا انداز بہت ہی جوشیلا اور دوستانہ تھا "میں تو ایک گود لیا بچہ ہوں" اس نے کہا "مادر براؤن نے مجھے ایک یتیم خانہ سے لے لیا تھا، شاید میں انہیں بہت پسند آگئی ہوں گی، تم سب کا کیا خیال ہے؟"

"یقیناً انہوں نے تمہیں ہی پسند کیا ہوگا، اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی چارہ ہی نہ ہوگا" لارا نے کہا۔

لارا اس کا تصور کر سکتی تھی کہ وہ گود لیے جانے کے وقت کالے گھنگھریالے بالوں

اور ہمیشہ مسکراہٹ سے لبریز، بڑی بڑی بھوری آنکھوں والی کیسی خوبصورت بچی رہی ہوگی۔

لیکن نیلی بڑی بے قراری محسوس کر رہی تھی، چاہتی تھی کہ طویل تعارف ختم ہو اور سب اس کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ "میں نہیں کہہ سکتی آیا ہمیں یہ جگہ پسند بھی آئے گی یا نہیں" نیلی نے کہا "ہم تو مشرقی علاقے کے رہنے والے ہیں، ہمیں ایسا بے تکا شہر اور لوگ پسند نہیں"

"تم تو مغربی مینی سوٹا کی رہنے والی ہو جہاں ہم رہ چکے ہیں" لارا نے کہا "ارے وہ" نیلی نے اس انداز سے کہا کہ سننے والوں کا ذہن مینی سوٹا سے ہٹ جائے۔ "وہاں تو ہم بہت تھوڑے دن رہے تھے۔ ہم تو مشرقی علاقے، نیویارک اسٹیٹ کے رہنے والے ہیں"

"ہم سب ہی مشرق کے رہنے والے ہیں" میری پاور نے بات کو مختصر کرتے ہوئے کہا۔ "آؤ، سب باہر دھوپ میں چلیں"۔

"او میرے خدا یہ کام میرے بس کا تو نہیں" نیلی نے کہا۔ "یہ ہوا تو تمہاری چمڑی کجلا دے گی"

وہ سب کی سب باہر ہوا میں چلی گئیں، مگر نیلی وہیں کھڑی برابر ڈینگیں مارتی رہی، کہنے لگی "اگرچہ مجھے اس شہر میں بہت تھوڑے دن رہنا ہے مگر میں یہاں اپنا چہرہ مہرہ نہیں بگاڑوں گی" "مشرق میں تو ہر عورت اپنے جسم کو پاک صاف اور اپنے بالوں کو بالکل آئینہ کے مانند رکھتی ہے" واقعی نیلی کے ہاتھ صاف، سفید و شفاف اور نازک نازک تھے۔

اب باہر جانے کا وقت ہی نہ رہا تھا۔ تفریح ختم ہو چکی تھی۔ مس وائلڈر گھنٹی بجانے دروازے پر جا چکی تھیں۔

گھر لوٹ کر کیری پاپا سے اسکول میں پہلے دن کی بابت رات تک باتیں کرتی رہی یہاں تک کہ پاپا کو کہنا پڑا کہ وہ بہت باتونی ہے۔

"ارے لارا کو بھی تو کچھ بولنے کا موقع دو۔ لارا تم اس قدر خاموش کیوں ہو؟" کہا

کوئی ایسی ویسی بات ہے؟" پاپا نے استفسار کیا۔

لارا نے نیلی اولیسن کے بارے میں اور خود اس نے جو کچھ کہا تھا اور کیا تھا سب پاپا کو کہہ سنایا۔ اُس کا آخری جملہ یہ تھا "مس وائلڈر کو میری، پا اور مینی کو سیٹ سے اٹھا کر نیلی اولیسن کو ان کی سیٹ نہیں دینی چاہیئے تھی"۔

"لارا تمہیں کبھی بھی ایک معلم پر نکتہ چینی نہیں کرنا چاہیئے" ماں نے اُسے پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

یہ سنتے ہی لارا کے رخسار دفعتہً گرم ہو اُٹھے۔ وہ یہ جانتی تھی کہ اسکول جانے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی موقع نہیں ہو سکتا۔ مس وائلڈر پڑھنے لکھنے میں اس کی مدد کر سکتی تھیں اور اسے تو شکر گزار ہونا چاہیئے اور کبھی بھی اپنی اُستانی پر گستاخانہ انداز سے نکتہ چینی نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ فقط پڑھنے لکھنے میں ہوشیار بننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن پھر بھی اُسے یہی خیال کھٹک رہا تھا کہ جو کچھ ہوا وہ ہونا ہی نہیں چاہیئے تھا اور جو کچھ ہوا ہے وہ بہت ہی بے انصافی کی بات ہے۔

"ہاں تو یوں کہو کہ اولیسن خاندان نیویارک اسٹیٹ سے تعلق رکھتا ہے۔ کیا واقعی یہ بات ہے؟" پاپا نے مذاقاً کہا "ارے یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر شیخی ماری جائے"

لارا کو یاد آیا کہ پاپا بچپن میں نیویارک اسٹیٹ میں رہ چکے ہیں۔

بات جاری رکھتے ہوئے انھوں نے کہا "مجھے یاد نہیں کہ یہ کس طرح اور کیونکر ہوا مگر اولیسن کے پاس مینی سوٹا میں جو کچھ تھا سبھی ضائع ہو گیا تھا۔ اس بے چارے کے پاس اب دنیا میں سوائے ایک ذرا سے مکان کے اور کچھ نہیں ہے اُس کے کچھ لوگوں نے مجھے بتایا ہے کہ مشرق سے اُس کے آنے کے بعد سے وہ اُس کی مدد کر رہے ہیں کیونکہ فصل کے پیدا ہونے سے پہلے تو اس کا گزارا مشکل تھا۔ ہو سکتا ہے کہ نیلی اس لئے شیخی بگھارتی ہو کہ اس کا کچھ رعب دوسروں پر پڑ جائے۔ ایسی باتوں کو لارا مینی کیا خاطر میں لاؤں"

اس کے کپڑے تو بہت اعلیٰ قسم کے اور خوبصورت تھے۔" لارا نے احتجاجاً کہا "اور وہ تو کوئی کام کرتی ہی نہیں، اس کا ہاتھ منہ بہت صاف ستھرا رہتا ہے۔"

"تم اپنا دھوپ ٹوپ پہن جایا کرو" ماں نے کہا "اور جہاں تک اس کے خوبصورت لباس کا تعلق ہے وہ بھی اسی طرح کہیں سے نکل آیا ہوگا جس طرح سے کہ کسی گیت میں ہے کہ ایک نہایت ہی خوش پوش اور جامہ زیب اور حسین لڑکی پیپے میں سے نکل آئی تھی۔"

لارا کو تو نیلی سے کچھ ہمدردی ہونی چاہیئے تھی مگر ایسا نہ تھا۔ اس کی تو خواہش یہ تھی کہ اچھا ہوتا اگر نیلی اولیسن پلم کریک سے نہ آتی۔

پاپا کھانے کی میز سے اٹھے اور کھلے ہوئے دروازے کے قریب اپنی کرسی ڈالتے ہوئے بولے "لارا ذرا مجھے وہ وائلن تو لا کر دو۔ میں نے پچھلے روز کسی شخص کو ایک گانا گاتے سنا تھا، لاؤ میں بھی اسے گانے کی کوشش کروں، اس شخص نے سیٹی سے کورس کی دھن نکالی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری یہ وائلن اس آدمی کی سیٹی سے بازی لے جائے گی۔"

لارا اور کیری نے پلیٹیں بہت ہی آہستہ آہستہ صاف کیں تاکہ وہ گانے سے بھی لطف اندوز ہوتی رہیں، پاپا دھیمے ارمانوں بھرے سروں میں گا کر اپنے خوش نوا اور سریلے وائلن سے آواز ملا رہے تھے۔

ملو، مجھ سے ملو

جب تم سنو

مدھر آواز سروں کی

"مدھر آواز سروں کی" آواز وائلن سے نکلتی اور ہر سُر چڑیا کے سریلے گلے کی طرح شیرینی بکھیرتا دکھائی دیتا تھا "مدھر آواز سروں کی" وائلن بھی گانا ختم ہونے تک یہی نغمہ ریزی کرتا جب تک کہ گھور ہوتا ہوا اندھیرا چڑیوں کی چہکار سے گونج نہ اٹھا۔

اسی دوران میں لارا کے خیالات کی گتھیاں بھی سلجھ گئیں ذہن صاف ہوا اور کدورت دور ہوئی۔ اس نے سوچا کہ وہ اپنے طور پر بھلی رہے گی، نیلی اولیسن کے حقارت آمیز برتاؤ سے بالکل متاثر نہ ہوگی نیز اپنا رویہ مناسب رکھے گی۔

بارھواں باب

سردیوں کی موزوں قیام گاہ

سردی کے پورے خوش گوار موسم میں لارا اور کیری بہت مصروف رہیں۔ صبح میں وہ گھر کے چھوٹے چھوٹے کام کرنے کے بعد ناشتہ کرتیں اور اپنے کھانے کے ڈبے میں کھانا رکھ کر اور سکول کے کپڑے پہن کر قصبے کو جانے والے ایک میل لمبے راستے پر چل پڑتیں۔ چونکہ گھر میں رات ہونے سے پہلے بہت سا کام ختم کرنا ہوتا تھا۔ اس لئے وہ اسکول کے بعد گھر جلدی واپس آجاتی تھیں۔

ہفتے کو تمام دن کام بہت زیادہ ہوتا تھا کیونکہ اس دن قصبہ جانے کی جلدی بھی ہوتی تھی۔

پاپا کھودتے جاتے، لارا اور کیری اس میں سے آلو چنتی جاتیں۔ پتے توڑ کر شلجموں کو گاڑی میں ڈالنے میں پاپا کی مدد کرتیں، گاجریں، چقندر اور پیاز اکھیڑ کر اکٹھا کیا تو ٹماٹر اور جھڑبیری کے بیر بھی جمع کئے۔

جھڑبیری کے بیر چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں پر لگے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی پتیوں کے نیچے ڈنٹھلوں پر گھنگرو نما زردی مائل بھورے رنگ کے کاغذی بیروں کے گچھے لگے تھے جو سنہرے اور رس بھرے تھے۔

غلافی ٹماٹروں پر ہلکے بھورے رنگ کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ جب یہ غلاف ہٹائے گئے تو اندر سے زردی مائل سرخ ٹماٹر نکل آئے جو جھڑبیری سے بڑے تھے

لیکن اُن سُرخ ٹماٹروں سے بہت چھوٹے تھے جو اپنے سرخ چمکیلے رنگ پر اترائے جاتے تھے۔
تمام دن لڑکیاں تو اسکول میں تھیں اور ماں گھر میں سرخ ٹماٹروں، زرد ٹماٹروں اور چھڑبیری کے مربے تیار کرتی رہیں۔ انھوں نے اُن ہرے ٹماٹروں کا اچار تیار کیا جو برف باری کی وجہ سے پک نہ سکے تھے۔ گھر میں مربّوں، اچاروں اور مسالوں کی خوشبو میں پھیلی ہوئی تھیں۔
"اب کی بار جب ہم قصبہ جائیں گے تو اپنی ضرورت کی سب چیزیں ساتھ ہی لے جائیں گے۔ اور ہمیں جلدی ہی جانا چاہئے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ایک بار پھر اکتوبر کا برفانی طوفان ہمیں اس چھوٹے اور پتلی دیواروں والے مکان میں نظربند کر رکھے" پاپا نے کہا۔
"اب کی دفعہ تو سردی شاید پچھلے سال کی طرح سخت نہ ہوگی، موسم سے بھی یہی اندازہ لگتا ہے" لارا نے کہا۔
"نہیں تو۔ واقعی اس وقت موسم سے تو ایسا نہیں لگتا کہ سردی سخت ہوگی یا جلدی شروع ہو جائے گی" پاپا نے لارا کے قیاس سے اتفاق کیا "لیکن اب کی دفعہ میرا ارادہ ہے کہ جب سردی آئے تو ہم اس کے لئے تیار رہیں۔"
پاپا نے جئی کے بھُوسے اور چارے کو اکٹھا کر کے قصبے کی کھلیان کے قریب جمع کر دیا تھا نیز ٹماٹر، چقندر، شلجم اور گاجر بھی اسٹور کی علامت کے تہ خانوں میں جمع کر دی تھیں۔
پیر کی شام بلکہ گئی رات تک لارا اور کیری نے اپنے کپڑے، برتن اور کتابیں وغیرہ ٹھیک سے بندھوانے میں ماں کی مدد کی۔
اسی دوران میں لارا کو ایک راز کی بات معلوم ہوئی۔ جس وقت وہ گھٹنوں کے بل جھک کر ماں کی الماری کے نچلے خانے سے سردی کے کپڑے نکال رہی تھی تو سُرخ فلالینوں کے نیچے دبی ہوئی کوئی سخت چیز اُسے محسوس ہوئی۔ اس نے ٹٹولا تو ایک کتاب تھی۔ کتاب بالکل نئی تھی اور اس کی خوبصورت جلد ہرے کپڑے کی تھی جس پر سنہرے

نقوش بٹھائے گئے تھے کتاب کے صفحوں کے ہموار سپید تھے اور سنہرے کنارے خالص سونا معلوم ہوتے تھے۔ جلد پر دو خمیدہ سطروں میں یہ الفاظ بڑی خوبصورتی سے لکھے ہوئے تھے۔

ٹینی سن کی نظمیں

لارا قلالین کے نیچے چھپی ہوئی اس خوبصورت کتاب کو پاکر اس قدر متعجب اور خوش ہوئی کہ کتاب تقریباً اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور بکھر نے پر ایک جگہ سے کھل گئی۔ لیمپ کی روشنی میں اس کے نئے نئے صفحے نظر آئے جنہیں آج تک کسی نے نہیں چھوا تھا۔ ان صفحوں پر خوبصورتی اور صفائی سے چھپے ہوئے الفاظ جنہیں کسی نے نہیں پڑھا تھا جگمگ اُٹھے۔ سیدھی لال رنگ کی سطریں ہر مستطیل کے درمیان چھپی ہوئی تحریر کو یوں گھیرے ہوئے تھیں جیسے کہ یہ ایک خزانہ ہو سطروں کے باہر تمام صفحوں پر مناسب حاشیے تھے۔ بائیں طرف کے صفحے پر ایک چھوٹی سی سرخی جلی حروف میں لکھی تھی "نوٹرس ایٹرس"

اس سُرخی کے تحت پہلا لفظ "ہمت" تھا۔ لارا نے سانس لئے بغیر پڑھنا شروع کیا:۔

کہا یہ اُس نے کہ ہمت سے کامرانی ہے
یہ موج بے کراں ہے رہنما سوئے ساحل
قریبِ "شام" وہ اک ایسی ارض پر پہنچے
جہاں سدا ہی سماں مثلِ شام رہتا تھا
طرف ساحل پہ یوں بے کیف ہوا چلتی تھی
جیسے درماندہ کوئی خواب پریشاں دیکھے
چاند وادی پہ چمکتا تھا بصد آب و تاب
جیسے کوئی . . . . .

لارا حیرت زدہ رہ گئی۔ اسے دفعتہً احساس ہوا کہ وہ کیا کر رہی تھی۔ ہو سکتا ہے ماں نے اس کتاب کو چھپایا ہو۔ لارا کو اس کے پڑھنے کا کوئی حق نہ تھا۔ یہ خیال آتے ہی اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور پھر کتاب بھی بند کر دی جو کچھ اس سے سرزد ہو گیا تھا اسے وہیں تک رکھا۔ مزید ایک لفظ بھی نہ پڑھا۔ وہ جانتی تھی کہ لالچ کو دل میں ہرگز جگہ نہ دی جانی چاہیئے۔

لہٰذا اس نے کتاب کو جہاں سے اٹھایا تھا وہیں رکھ دیا اور دراز بند کر دی۔ اب اُس کے اوپر والی دراز کھولنے کے لیے اُسے سمجھ نہ پڑا کہ آگے کیا کرے۔ خیال گزرا کہ اس نے جو کچھ کیا ہے ماں کو بتا دینا چاہیئے اور یہ قیاس کیا کہ ماں نے اس کتاب کو انھیں اچنبھے میں ڈالنے کے لئے چھپایا ہوگا۔ جونہی اس پر اس نے تیزی سے سوچا اس کا دل دھڑکنے لگا کہ شاید پاپا اور ماں نے اس کتاب کو وِنٹن، آیئوا میں خریدا ہوگا۔ اور کرسمس کے تحفے میں دینے کے لئے بچا کر رکھا ہوگا۔ کیونکہ لارا گھر میں سب سے بڑی لڑکی تھی اس لئے یہ کرسمس کا تحفہ اُسی کے لئے معلوم ہوتا تھا۔

اگر وہ ماں کو بتا دے گی تو ان کی کرسمس میں تحفہ دینے کی حسرت خاک میں مل جائے گی، پاپا اور ماں دونوں کو مایوسی ہوگی۔

کتاب کے اس سارے واقعہ میں تھوڑا ہی وقت صرف ہوا تھا۔ لیکن ایسا لگتا تھا جیسے وقت کافی گزر چکا ہو۔ ماں جلدی جلدی کمرے میں آئیں اور کہنے لگیں "لارا میں یہاں کا کام ختم کر لوں گی، اب تم جا کر سو جاؤ، تمہارے سونے کا وقت ہو چکا ہے"

"اچھا ماں" لارا نے کہا۔ اُسے معلوم تھا کہ ماں کو یہ ڈر تھا کہ کہیں نیچے کی دراز میں کتاب کو دیکھ لیں۔ اس سے پہلے کبھی بھی اُس نے ماں سے کوئی غلط بات نہیں چھپائی تھی لیکن اس وقت وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی۔

دوسرے دن اسکول سے چھٹی کے بعد لارا اور کیری گھر تک لمبا راستہ طے کرتے

کے بجائے سیکنڈ اسٹریٹ اور مین اسٹریٹ کے سرے پر پاپا کی اسٹور بلڈنگ میں رک گئیں جاڑوں بھر کے لئے پاپا اور ماں قصبے چلے گئے تھے۔

اسٹو اور برتنوں کی الماری باورچی خانہ میں سلیقے سے لگی تھی۔ اوپر کے کمرہ میں کھپریل کی ڈھلوان چھت کے نیچے مسہریاں بچھی تھیں اور ان پر تکیوں اور گدوں کے ڈھیر کے نیچے بچھونے بچھے بستر پڑے تھے۔ صرف بستر بچھانے کا کام ہی ایسا تھا جیسے ماں نے لارا اور کیری پر چھوڑ دیا تھا۔ لارا کو یقین تھا کہ کرسمس پر تحفہ میں دی جانے والی ٹینی سن کی نظموں کی کتاب ماں کی لکھنے کی میز میں چھپی تھی جسے اب وہ دیکھنے کی جرأت نہ کر سکتی تھی۔ لیکن جب بھی وہ لکھنے کی میز کو دیکھتی وہ سوچے بغیر نہ رہتی اُسے یہ خیال ضرور آتا:۔

چاندوادی پہ چمکتا تھا بصد آب و تاب
جیسے کوئی . . . .

"کس طرح؟ اُسے کرسمس تک اُس خوبصورت نظم کو یاد کرنے کے لئے انتظار کرنا ہوگا" کہا یہ اس نے کہ ہمت سے کام آتی ہے "یہ موج بے کراں ہے رہنما سوئے ساحل"۔ "قریب شام وہ اک ایسی ارض پر پہنچے' جہاں سدا ہی سماں مثلِ شام رہتا تھا" لارا کو کرسمس جلدی آتا معلوم نہ ہوتا تھا۔

اتنی دیر میں ماں نے اسٹور روم کو جو گھر کی نچلی منزل میں واقع تھا صاف ستھرا کر لیا تھا۔ آتش دان پر پالش ہوئی تھی کھڑکیوں پر نئے پردے لٹکے ہوئے تھے اور ستھرائی دیئے ہوئے فرش پر قالین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بچھے ہوئے تھے دونوں بڑی کرسیاں ایک کونے میں رکھی تھیں جہاں دھوپ آتی تھی۔ میری کی کرسی خالی تھی۔

کبھی کبھی تو لارا کو میری کی یاد اس قدر ستاتی تھی کہ وہ دکھی ہو جاتی تھی لیکن

اس کے اظہار سے کوئی فائدہ بھی نہ تھا۔ میری کالج میں تھی جہاں وہ خود بھی جانا چاہتی تھی۔ پاپا کو ایک ٹیچر نے لکھا تھا کہ وہ اچھی طرح ہے اور تیزی سے ترقی کر رہی ہے اور جلد ہی خط بھی لکھنے لگے گی۔

ان سب وجوہات کے پیش نظر کسی نے بھی اس خالی پن کا ذکر نہیں کیا جس کا سب کو ہی احساس تھا۔ خاموشی سے اور خوشی خوشی کھانا کے لئے میز پر دستر خوان چنا گیا۔ اور ماں نے جب کہا کہ "بہر حال ہم سب سردیاں کاٹنے ٹھیک ٹھاک پہنچ گئے ہیں" تو الفاظ ان کے رنج و غم کی غمازی کرتے معلوم ہوتے تھے گو ماں کو اس کا احساس نہ تھا۔ پاپا نے جواب دیا "ہاں، اب کی دفعہ ہم اس کے مقابلہ کے لئے بخوبی تیار ہیں۔"

صرف وہی نہیں تھے جنہوں نے سردی سے بچنے کے لئے کچھ انتظامات کئے تھے۔ قصبہ میں، سب ہی ان تیاریوں میں مصروف تھے۔ عمارتی لکڑیوں کے بنے احاطے کوئلے سے بھر دیئے گئے تھے۔ سوداگروں نے اپنے اسٹور سامان سے بھر لئے تھے۔ آٹا ملوں میں تھا اور گیہوں بیپوں میں بھرے تھے۔

"اگر ریلیں بھی چلنا بند ہو جائیں تو بھی پوری سردیوں ہمارے پاس جلانے کے لئے کوئلہ اور کھانے کے لئے کافی اناج ہوگا" پاپا نے فاتحانہ انداز سے کہا۔ کافی اناج اور کافی کوئلہ ہونے کی باعث انھیں بھوک یا سردی کا کوئی غم نہ تھا۔ بلکہ عافیت و خوشحالی کے خیال سے خاطر جمع تھے۔

لارا بے چاری اُس طویل اور خوشگوار صبح سیری سے محروم ہو گئی تھی جو اسے گھر پر رہنے اور وہاں سے اسکول آنے جانے کی صورت میں میسر تھی۔ اُسے اس سیر سے خوشی ہوا کرتی تھی۔ صبح میں اب اس کو کوئی جلدی نہ ہوتی کیونکہ گھر کے چھوٹے موٹے کام تو تھے ہی نہیں۔ پاپا کو فارم کا کام نہ ہوتا تھا اس لئے وہ گھر کے بہت سے کام کر لیا کرتے

تھے۔ ادھر کیری کو بھی اسکول جانے میں کم چلنا پڑتا تھا۔

بابا، ماں، اور لارا کو کیری کی بہت فکر تھی کیونکہ وہ جسمانی طور پر بہت کمزور تھی اور سردی کے گزشتہ حملہ سے اب تک پوری طرح سنبھلی نہیں تھی۔ اس لئے اس سے گھر کا چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نہیں لیا جاتا تھا۔ حالانکہ ماں اسے بہتر سے بہتر کھلاتی تھیں لیکن پھر بھی اس کا لاغرپن دور نہ ہوا تھا۔ عمر کے لحاظ سے اس کی جسامت بہت کم تھی، مختصر سے چہرے پر اس کی آنکھیں بہت بڑی لگتی تھیں۔ صبح میں اسکول جاتے وقت اگرچہ لارا اس کی کتابیں خود اٹھا کرلے جاتی تھی اور چلنا بھی صرف ایک ہی میل ہوتا تھا۔ لیکن پھر بھی میری اسکول پہنچتے پہنچتے تھک جاتی تھی۔ کبھی کبھی اس کے سر میں ایسا درد ہوتا تھا کہ وہ نظمیں بھی پڑھ کر نہ سنا پاتی۔ قصبے کی سکونت میں بہت سہولتیں تھیں اور کیری کے لئے یہ اور بھی زیادہ موزوں تھا۔

تیرھواں باب

اسکول کے دن

لارا اسکول میں مزے کر رہی تھی۔ اس کی جان پہچان اب بہت سی لڑکیوں سے ہو گئی تھی اور ایڈا، میری پاور اور مینی سے بہت گہری دوستی ہو گئی تھی۔ دوپہر کو تفریح کے وقت وہ ہمیشہ ساتھ ساتھ ہوتیں۔

خوشگوار موسم میں لڑکے بلا کھیلتے اور کبھی کبھی تو وہ گیند اسکول کی عمارت کے باہر پھینک دیتے اور ہانپتے کھیلتے گیاہستان کی گھاس میں اسے پکڑنے کے لئے دوڑتے۔ اکثر وہ لارا کو دعوت دیتے "لارا آؤ ہمارے ساتھ کھیلو، آجاؤ۔"

لارا کے لئے اس عمر میں کھیلنا اور دوڑنا گو بڑی بچکانہ حرکت تھی۔ لیکن اُسے دوڑنا کودنا، گیند پکڑنا اور پھینکنا اس قدر پسند تھا کہ کبھی کبھی کھیلوں میں شرکت کر ہی لیتی تھی لڑکے چھوٹے عمروں کے بچے تھے۔ لارا ان سب کو پسند کرتی تھی۔ جب کبھی کھیل میں گڑبڑ پیدا ہو جاتی تو وہ کوئی شکایت نہ کرتی ایک دن اس نے چارلی کو کہتے سنا "وہ لڑکی تو ہے مگر بداخلاق نہیں ہے۔"

لارا کو یہ سن کر خوشی ہوئی۔ جب چھوٹے چھوٹے لڑکے ہی ایک بڑی لڑکی کو اچھا سمجھتے ہیں تو پھر تو سب ہی اُسے اچھا سمجھیں گے۔

دوسری لڑکیاں جانتی تھیں کہ لارا حقیقت میں شوخ و چنچل نہ تھی۔ دوڑنے کودنے سے اس کا منہ لال پڑ جاتا تھا اور اس کے بالوں میں لگے ہوئے کانٹے بھی ڈھیلے ہو جاتے تھے۔ ایڈا کبھی کبھی کھیل میں حصہ لیتی تھی۔ میری پاور اور مینی تو صرف تحسین اور لطف کی نظر

سے کھیل دیکھتی رہتیں۔ مگر نیلی ادلیس کبھی کسی کھیل میں دلچسپی بھی نہ لیتی تھی۔
اگرچہ سب اُس سے اصرار کرتے مگر نیلی کبھی ذرا سا ٹہلنے کے لئے بھی باہر نہ نکلتی تھی اور کہتی تھی کہ سب کھیل کود اس کے لئے غیر موزوں ہے۔ "اُسے ڈر ہے کہ کہیں اس کا نیویارک کا حسن و جمال پھیکا نہ پڑ جائے" ایڈا نے مزاقاً کہا۔
"میرے خیال میں تو وہ اسکول میں اس لئے ٹھہرتی ہے تاکہ مِس وائلڈر کے ساتھ دوستی بڑھا سکے، وہ ہمیشہ انہیں سے باتیں کیا کرتی ہے" میری پاور نے اپنا خیال ظاہر کیا۔
"کوئی بات نہیں اُسے کرنے دو، ہمارا وقت اس کے بغیر بھی بہت اچھا گزرتا ہے" مینی نے کہا۔
"مِس وائلڈر بھی نیویارک اسٹیٹ میں رہ چکی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں وہ دونوں بات چیت کیا کرتی ہیں" لارا نے اپنی رائے پیش کی۔
میری پاور نے مسکراہٹ بھری ایک طویل نظر لارا پر ڈالتے ہوئے اس کے ہاتھ کو دبایا اور کہا "نیلی کو کوئی بھی تو استانی کی منظورِ نظر نہیں کہتا" وہ اسی موضوع پر سوچ رہی تھیں۔ لارا کو چنداں اس کی پرواہ نہ تھی کیونکہ وہ کلاس میں پڑھنے لکھنے میں سب سے زیادہ تیز تھی اور اسے استانی کی منظورِ نظر بننے کی کوئی خواہش بھی نہ تھی۔
ہر روز شام کو لارا کھانے کے بعد سے سونے کے وقت تک پڑھا کرتی تھی۔ یہ وقت ایسا ہوتا تھا جب اُسے میری بہت یاد آتی تھی۔ دونوں ساتھ ساتھ اپنے اپنے سبق دہرایا کرتی تھیں۔ لیکن یہ لارا کو معلوم تھا کہ دور آئیووا میں میری بھی اسی وقت بیٹھی پڑھ رہی ہوگی۔ اور اسے کالج میں رکھنے اور تعلیم کے تمام حیرت انگیز مواقع سے فائدہ پہنچانے کے لئے لارا کو "سندِ معلمی" ضرور حاصل کرنا ہوگا۔
جب وہ، میری پاور اور ایڈا کے ساتھ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ٹہل رہی تھی تو یہ

باتیں اس کے ذہن میں ایک بجلی کی طرح کوند گئیں۔

"تمہیں معلوم ہے، میں کیا سوچ رہی ہوں؟" میتی نے پوچھا۔

"نہیں تو! کیا سوچ رہی ہو تم؟" سب نے پوچھا۔

"میں شرط لگاتی ہوں کہ تیلی اس قسم کی اسکیم بنا رہی ہے۔" میتی نے کہا۔ اور گاڑیوں کے راستے کی سمت سے آتی ہوئی گھوڑوں کی ایک جوڑی کی طرف اشارہ کیا۔ یہ بھورے مورگن گھوڑے تھے۔

اُن کی سُبک اور گول ٹانگیں تیزی سے حرکت کر رہی تھیں۔ اُن کے سُم گرد کے چھوٹے چھوٹے بگولے اٹھا رہے تھے۔ ان کے چمکدار کندھے زرق برق تھے، کالی ایالیں اور دُمیں ہوا میں لہرا رہی تھیں، کنوتیاں اگلی طرف کو مڑی ہوئی تھیں، اُن کی چمکدار آنکھیں ہر چیز کو خوشی خوشی دیکھتی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے سرخ پھندنے اُن کی لگاموں سے لٹکے ہوئے تھے۔ دھوپ ان کے بدن کے خوبصورت حصوں گردن کے خم اور گول اور فربہ پٹھوں کو اور بھی نمایاں کر رہی تھی۔ ان کے پیچھے ایک نہایت نئی اور خوش وضع بگھی جڑی ہوئی تھی جیسے لارا نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

جب گاڑی اُن کے قریب سے گزر گئی تو ایڈا نے پوچھا "لارا تم نے اظہار تعظیم کیوں نہیں کیا؟"

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہماری طرف اپنا ہیٹ ہلا رہا تھا؟" میری پاور نے کہا۔ لارا نے تو صرف خوبصورت گھوڑوں کو ہی دیکھا تھا کہ بگھی آناً فاناً نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"مجھے بے حد افسوس ہے، میری مراد قطعاً کسی قسم کی بدتہذیبی نہیں تھی۔" لارا نے کہا "گھوڑے تو شاعری کی طرح خوبصورت ہیں، ہیں نا!"

"یعنی تمہارا مطلب کہیں یہ تو نہیں کہ لارا اس آدمی سے کوئی مطلب نکالنا چاہتی ہے" میری پاور نے کہا، "کہا ہے کے لئے وہ تو اچھا خاصہ جوان ہے اور گھر بار والا بھی ہے۔"

میں نے تو اسے اُن گھوڑوں کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا تھا" میبنی نے کہا "میں شرطیہ کہتی ہوں کہ اس کا ارادہ اس بگھی میں سواری کرنے کا ہے۔ تم تو جانتی ہی ہو کہ وہ کبھی کبھی اس قسم کی اسکیمیں بنایا کرتی ہے۔ اور اب تو اس آدمی کے پاس ایک ایسی نفیس بگھی بھی ہے ــــ"

"اس آدمی کے پاس گزشتہ چار جولائی (یوم آزادی) پر تو کوئی بگھی نہ تھی" لارا نے کہا۔

"یہ حال ہی میں مشرق سے آئی ہے" میبنی نے انھیں بتایا۔ اس آدمی نے اپنی فصل کا اناج فروخت کرنے کے بعد اس کا آرڈر دیا تھا۔ اس کی فصل بہت عمدہ ہوئی تھی۔ میبنی کو ہمیشہ اس قسم کی خبریں معلوم رہتی تھیں۔ اس کا بھائی آرتھر اُسے یہ سبب بتایا کرتا تھا۔

میری پاور نے سرگوشی کے انداز میں کہا "میرے خیال میں تم ٹھیک ہی کہتی ہو۔ میں لارا سے آگے یہ بات نہ پہنچنے دوں گی"۔

لارا کو مس وائلڈر سے محض المانزو کے گھوڑوں والی بگھی پر سواری کرنے کی اجازت مانگتے ہوئے ایک طرح کے جرم کا سا احساس ہوتا تھا۔ پھر بھی وہ اکثر سوچا کرتی کہ اگر مس وائلڈر نے اس کے ارادے کو پسند کیا تو کسی نہ کسی دن اسے سواری کرنے کا موقع ضرور مل جائے گا۔

مس وائلڈر نے اسی سڑک پر اسکول کی عمارت سے کوئی پون میل کے فاصلہ پر ایک مکان لے لیا تھا اور وہ اسی مختصر مکان میں رہتی تھیں۔ المانزو اکثر صبح میں انہیں اسکول لایا کرتا تھا یا شام میں اسکول کے بعد انھیں گھر لے جانے کے لئے رُک جاتا تھا۔ جب کبھی لارا ان گھوڑوں کو دیکھتی تو اس کے دل میں یہی خواہش بیدار ہوتی کہ کبھی نہ کبھی تو مس وائلڈر اس سے سواری کرنے کو کہیں گی ہی کیوں کہ نیلی اولیسن کے مقابلہ

میں مینی تو کہیں زیادہ خوب رُو تھی۔

لارا نے جب سے یہ نئی بگھی دیکھی تھی اس کے دل میں سواری کرنے کی خواہش اور بھی بڑھ گئی تھی۔ ایسے خوبصورت گھوڑوں اور ایسی تیز رفتار بگھی کو دیکھ کر کس طرح وہ خود کو ان خیالات سے محفوظ رکھ سکتی تھی۔

"گھنٹی بجنے کا وقت ہو گیا ہے" ایڈا نے کہا اور سب اسکول کی طرف چل پڑیں۔ انھیں دیر تو نہیں ہوئی تھی۔ اسکول کے دروازے پر انھوں نے پانی کی بالٹی میں پڑے ہوئے ڈبے سے پانی پیا اور گرد سے اٹی ہوئی دھوپ سے تمتمائی اور گرمی سے جھلسی جھلسائی اندر داخل ہوئیں۔ نیلی بزرگ عورتوں کی طرح صاف ستھری تھی۔ اس کی جلد سفید اور شفاف اور اس کے سر کا ہر بال اپنی جگہ پر جما ہوا تھا۔

اس نے ان سب کی طرف حقارت سے دیکھا اور مسکرائی۔ جب لارا نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا تو نیلی نے حقارت اور تعجب کے اظہار کے لئے اپنے کندھوں اور ٹھوڑی کو ہلکی سی جنبش دی۔

"لارا تم اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہو؟" نیلی نے کہا "مس وائلڈر کہہ رہی تھیں کہ تمہارے پاپا کو اسکول کے معاملات میں کوئی خاص دخل نہیں ہے اور اُن کے اسکول بورڈ کا ممبر ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔" "کیوں"؟ لارا نے حیرت سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ انہیں اسکول کے معاملات میں اتنا ہی دخل ہے جتنا کسی اور کو ہو سکتا ہے اور میرے نزدیک تو کچھ زیادہ ہی ہے" ایڈا نے مستعدی سے کہا "ہے نا لارا"

"یقیناً ہے" لارا نے کہا۔

"ہاں، ہاں، ہے کیوں نہیں" میری پاور نے کہا "اُن کا دخل تو کچھ زیادہ ہی ہے کیونکہ لارا اور کیری ابھی اسکول میں ہیں جبکہ بورڈ کے دوسرے ممبروں کا اسکول میں کوئی بچہ نہیں پڑھتا۔" نیلی کو پاپا کے خلاف یہ سب کہتے ہوئے سن کر لارا غصے سے بھڑک گئی

تھی زینے کے قریب مس وائلڈر گھنٹی بجا رہی تھیں جس کی آواز لارا کو اس وقت بہت ناگوار تھی۔ اس نے کہنا شروع کیا "نیلی دراصل بات تو یہ ہے کہ تم سب لوگ تو شہری باشندے ہو، اگر تم قصبہ میں رہتی ہوتیں تو شاید تمہارے پاپا اسکول بورڈ کے ممبر ہوتے اور اس اسکول کے معاملات میں دخل بھی رکھتے۔"

نیلی یہ سن کر لارا کے طمانچہ مارنا چاہتی تھی۔ لارا نے اس کا ہاتھ اٹھتا دیکھا وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اس کے جواب میں اُسے نیلی کے طمانچہ نہیں مارنا چاہئے اور یہ کہ شاید وہ بھی ایسا نہ کرے گی، کہ نیلی نے جلدی سے اپنا ہاتھ نیچے کر لیا اور اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ خیر ہوئی کہ مس وائلڈر کمرے میں آ گئی تھیں۔

سب طالب علم کھٹ پٹ کرتے ہوئے بیٹھ گئے۔ لارا بھی اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ اب بھی وہ اس قدر غصے میں تھی کہ بمشکل دیکھ سکتی تھی۔ اُس کا غصہ اس کی بینائی پر حاوی تھا۔ ڈیسک کے نیچے سے ہاتھ لا کر ایڈا نے لارا کی غصے سے بھنچی ہوئی مٹھی میں ایک چٹکی لی، جس کا مطلب یہ تھا کہ "تم نے اچھا ہی کیا کہ نیلی کا مزاج درست کر دیا۔"

چودھواں باب

اسکول نکالا

اسکول میں مِس وائلڈر بھی کے لئے ایک معمہ بنی ہوئی تھیں پہلے ہی دن سے لڑکوں نے یہ کوشش شروع کردی تھی کہ وہ شرارت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے یہاں تک کہ مِس وائلڈر انہیں شرارت سے روکنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔ مگر کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ انہیں شرارت کرنے سے کیوں نہیں روکتی تھیں۔

پہلے پہل تو لڑکوں نے چلبلاپن شروع کیا اور پھر انہوں نے اپنی کتابوں اور سلیٹوں سے ہلکا ہلکا شور کرنا شروع کر دیا۔ جب تک شور سے کام میں خلل پیدا نہ ہوا مِس وائلڈر نے کوئی توجہ نہ دی۔ وہ شور کرنے والے لڑکوں سے سختی سے پیش نہ آئیں بلکہ ان کی طرف دیکھ کر مسکرائیں اور بہت ہی مہذب انداز میں ان سے خاموش رہنے کو کہا۔ وہ کہنے لگیں "مجھے معلوم ہے کہ تم لوگوں کو ابھی اس کا اندازہ نہیں ہے کہ تم دوسروں کے کام میں خلل اندازی کر رہے ہو۔"

ان کی یہ باتیں سن کر لڑکے لاجواب ہو گئے۔ لیکن جب وہ تختہ سیاہ کی طرف رخ کر لیتی تھیں تو شور اور بھی بڑھ جاتا تھا۔ لڑکوں نے کانا پھوسی بھی شروع کر دی تھی۔

ہر روز مِس وائلڈر باری باری سے ہر ایک کو کلاس میں خاموش رہنے کو کہتی تھیں جو شور نہیں مچاتے تھے انھیں بھی یہ سب باتیں سننا پڑتی تھیں۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد لڑکے کھسر پھسر کرتے، ایک دوسرے کا منہ چڑاتے اور کبھی کبھی اپنی جگہوں پر دھکا پیل بھی شروع کر دیتے تھے۔ کچھ لڑکیاں اپنی سلیٹوں پر ایک دوسرے کو لکھ لکھ کر دکھاتی تھیں۔

اتنا سب ہونے کے باوجود مس واٹلڈر نے کسی کو کوئی سزا نہ دی۔ ایک دن دوپہر کو جب مس واٹلڈر اپنے ڈیسک پر بیٹھی ہوئی تھیں، انھوں نے پورے اسکول کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرائی کہ وہ اُن سب سے اتنی اچھی طرح اور محبت سے کیوں پیش آتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ بچوں کو سزا دینے میں یقین نہیں رکھتیں بلکہ انہیں صرف محبت سے موہ لینا چاہتی ہیں نہ کہ ڈرا دھما کر۔ اور یہ کہ وہ ان سبھی کو چاہتی ہیں اور انہیں یہ یقین ہے کہ وہ سب بھی انہیں چاہتے ہیں۔ ان کی گفتگو کے اس انداز سے بڑی لڑکیوں کو کچھ مایوسی ہوئی۔

انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنی تقریر جاری رکھی "چڑیاں اپنے چھوٹے چھوٹے گھونسلوں میں ایک دوسرے سے مل جل کر گزر بسر کرتی ہیں" لارا اور ایڈا کو یہ سن کر بہت افسوس ہوا۔ مس واٹلڈر کی اس بات سے تو یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ چڑیوں کے بارے میں کچھ بھی نہ جانتی تھیں۔

مس واٹلڈر اس وقت بھی مسکراتی تھیں جب کہ ان کی آنکھوں سے پریشانی صاف عیاں ہوتی تھی۔ بس ان کا نیلی اولیسن کو دیکھ کر مسکرانا ہی کچھ حقیقی معلوم ہوتا تھا۔ انھیں نیلی اولیسن پر کامل بھروسہ تھا۔

"بہت خوب! اچھی خاصی بکواس لگتی ہے" مینی نے ایک دن تفریح کی چھٹی میں آہستہ سے کہا۔ مینی کھڑکی پر کھڑی لڑکوں کو گیند کھیلتے دیکھ رہی تھی اور مس واٹلڈر اور نیلی اسٹوو کے قریب کھڑی باتیں کر رہی تھیں۔ کھڑکی پر ٹھنڈک ضرور محسوس ہوتی تھی مگر کچھ دوسری لڑکیاں بھی وہاں کھڑی ہوئی تھیں۔

"میں نہیں کہہ سکتی کہ ان کی اس سلسلے میں کیا معلومات ہیں" میری پاور نے جواب دیا "تمہارا کیا خیال ہے لارا"

"نہیں، نہیں۔ بالکل ایسا تو نہیں۔ میرے خیال میں ان کی رائے بہت معقول

نہیں ہے۔ کتابوں میں جو کچھ ہے وہ سبھی تو جانتی نہیں ہیں مگر وہ اچھی خاصی پڑھی لکھی ہیں۔ سلارا نے کہا۔

"ہاں ہے تو" میری یاورنے اتفاق کیا۔ "مگر کیا ایک شخص جو کتابوں کے بارے میں سبھی کچھ جانتا ہے عقل سلیم کا بھی مالک ہو سکتا ہے؟ میں سوچتی ہوں کہ جب یہاں بڑے بڑے لڑکے آجائیں گے تو کیا حشر ہوگا۔ کیونکہ مس وائلڈر سے تو یہ چھوٹے چھوٹے بچے ہی نہیں سنبھلتے۔"

یہ سن کر مینی کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں، اور ایڈا ہنسنے لگی۔ لیکن میری سنجیدہ تھی اور لارا کچھ متفکر۔ وہ کہنے لگی "ہمیں اسکول میں کسی قسم کا ہنگامہ یا شرارت نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ خود اس کو تو محنت اور جانفشانی کے ساتھ جلد سے جلد معلمی کی سند حاصل کرنے کی تیاری میں لگے رہنا چاہئے۔

قصبہ ہی میں رہنے کی وجہ سے لارا اور کیری دوپہر کے وقفے میں گھر چلی جاتیں اور گرم گرم تازہ کھانا کھاتیں، اگرچہ اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھا لیکن پھر بھی گرم کھانا کیری کے لئے بہت مفید تھا۔ وہ اب بھی چہرہ سے تھکی تھکی اور لاغر سی لگتی تھی۔ اکثر اس کے سر میں اس قدر درد ہوتا تھا کہ وہ اپنے سبق کے ہجے بھی یاد نہ کر پاتی تھی۔ لارا اس سلسلے میں اس کی مدد کرتی تھی کیری صبح تک ایک ایک لفظ یاد کر لیتی تھی مگر جب اسکول میں اس سے پڑھنے کے لئے کہا جاتا تھا تو کوئی نہ کوئی غلطی ضرور کر دیتی تھی۔

ایڈا اور نیلی اپنا اپنا کھانا اسکول لے آتی تھیں اور مس وائلڈر بھی آتش دان کے قریب بیٹھ کر آرام سے کھانا کھاتی تھیں جب کچھ دوسری لڑکیاں کھانا کھا کر اسکول واپس آتیں تو ایڈا ان کے ساتھ ہو جاتی تھی لیکن نیلی دوپہر کے وقفہ کے پورے گھنٹے مس وائلڈر سے باتیں کیا کرتی تھی وہ اکثر دوسری لڑکیوں سے ایک ریاکارانہ انداز

میں کہا کرتی "آج ہی کل میں" میں ان مورگن گھوڑوں والی نئی بگھی پر سواری کرنے جا رہی ہوں، تم سب دیکھ لینا" انہیں اس کی بات میں کوئی شک نہ ہوتا تھا۔

ایک دن دوپہر کو اسکول آتے ہوئے، لارا کیری کو اس کا لبادہ اتروانے کے لئے آتش دان کے پاس گرما گھر میں لے گئی۔ مس وائلڈر اور نیلی وہاں کھڑی باتیں کر رہی تھیں۔ لارا نے مس وائلڈر کو ناپسندیدگی کے انداز سے کہتے سنا "ہوں، اسکول بورڈ" اور یہ کہہ کر دونوں نے لارا کی طرف طنز آمیز انداز سے دیکھا "مجھے گھنٹی بجانی ہے"۔ مس وائلڈر نے گھبرا کر کہا اور جب وہ لارا کے قریب سے گزریں تو انھوں نے لارا کی طرف دیکھا تک نہیں۔ لارا نے سوچا کہ شاید مس وائلڈر کو اسکول بورڈ سے کچھ شکایت ہے جو لارا کو دیکھتے ہی یاد آجاتی ہے اور یہ کہ پاپا اسکول بورڈ کے ممبر ہیں تو انھیں اس سے کیا مطلب۔

اس دن دوپہر کو کیری اپنے سبق کی تین ہجے پھر بھول گئی، لارا کو دلی افسوس ہوا۔ کیری بالکل سفید پڑ گئی تھی، اس کی حالت بہت قابلِ رحم تھی۔ وہ اپنی سی کوشش کرتی تھی مگر اس کی صورت سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سخت قسم کے دردِ سر میں مبتلا ہو گئی ہے۔ جب میری پیرڈسلی سے بھی کچھ غلطیاں ہوئیں تو لارا کو قدرے اطمینان ہوا۔

مس وائلڈر نے ہجے پوچھنا بند کر دیا اور رنجیدہ ہو کر کہنے لگیں "مجھے بہت افسوس اور مایوسی ہوئی، میری تم اپنی جگہ پر جاؤ اور اس سبق کو دوبارہ یاد کرو۔ اور کیری تم تختہ سیاہ پر جاؤ، میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ الفاظ "آبشار، علیحدہ اور اشتعال، بچا مکا" اس بار ٹھیک لکھ سکتی ہو یا نہیں"۔

انہوں نے یہ الفاظ کچھ خوشی کے انداز سے ادا کئے۔

لارا نے اپنی طبیعت پر قابو پانے کی کوشش کی مگر نہ کر سکی۔ وہ یہ دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئی کہ پورے اسکول کے سامنے بے چاری کیری کی تذلیل کی گئی ہے اور یہ کہ

اس کو سزا دینا بھی سراسر غلط ہے۔ یوں تو میمی کو بھی کچھ لفظ یاد نہیں تھے، مس وائلڈر نے میمی کو تو چھوڑ دیا لیکن کیری کو سزاوار ٹھیرایا۔ انھیں اتنا تو خیال ہونا چاہئے کہ کیری نے نحیف و زار ہونے کے بعد بھی اپنا سبق یاد کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ مس وائلڈر کے اس برتاؤ سے یہ ظاہر تھا کہ وہ پست ذہنیت کی مالک اور غیر منصف مزاج تھیں

لارا مجبور تھی کچھ بھی نہ کر سکتی تھی۔ بے چاری مظلوم کیری ہمت کر کے تختہ سیاہ تک گئی۔ وہ کانپ رہی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے بس رونے ہی والی تھی۔ لارا اس کے نازک نازک ہاتھوں کو مس وائلڈر کے دیئے ہوئے الفاظ لکھتے دیکھتی رہی۔ کیری کا رنگ برابر پیلا ہوتا جا رہا تھا مگر وہ برابر لکھتی رہی۔ یکایک کیری کا چہرہ اور بھی زردی مائل ہو گیا اور اس نے صافی رکھنے کے خانے کو ہاتھوں سے پکڑ لیا۔

یہ دیکھ کر لارا کھڑی ہو گئی اور اس نے کچھ کہنے کی اجازت کے لئے ہاتھ اٹھایا۔

مس وائلڈر کے دیکھنے پر وہ بولی "استانی جی کیری بیہوش ہوتی جا رہی ہے"۔

مس وائلڈر نے جلدی سے مڑ کر کیری کی طرف دیکھا اور کہا "کیری تم بیٹھ سکتی ہو" کیری کا چہرہ پسینے سے شرابور تھا۔ "آگے کی سیٹ پر ہی بیٹھ جاؤ" مس وائلڈر نے پھر کہا اور کیری ایک سیٹ پر جا بیٹھی۔

اب مس وائلڈر لارا کی طرف متوجہ ہوئیں "کیونکہ تم نہیں چاہتیں کہ کیری اپنی غلطیاں تختہ سیاہ پر لکھے، اس لئے اب تم ان کو تختہ سیاہ پر لکھو"۔

پورا اسکول لارا کی طرف متوجہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سب جم گئے ہوں۔ بڑی لڑکی ہونے کے ناتے کیری کے بدلے سزا کے طور پر تختہ سیاہ پر الفاظ لکھنا اس کی بے عزتی تھی۔ مس وائلڈر لارا کی طرف گھور رہی تھیں اور لارا بھی ان سے نظریں ملائے ہوئے تھی۔

لارا تختۂ سیاہ پر گئی، چاک اُٹھائی اور لکھنا شروع کردیا۔ اس کا چہرہ دہک رہا تھا مگر جب اس نے یہ محسوس کیا کہ کوئی بھی اس کا مذاق نہیں اُڑا رہا ہے تو وہ تیزی سے ایک کے بعد ایک تمام الفاظ لکھتی چلی گئی۔

لارا نے کئی بار، ایک دھیمی "شی، شی" کی آواز سنی۔ پورے کمرے میں حسب معمول شور شروع ہو گیا تھا۔ اس نے پھر "شی، شی" کی آواز سُنی۔

چارلی اسے اشارہ کر رہا تھا۔ اس نے چپکے سے کہا "شی، مت لکھو، کہہ دو کہ تم نہیں لکھ سکتیں، ہم سب تمہارا ساتھ دیں گے۔"

غصہ تو لارا کو بھی بہت آرہا تھا مگر اسکول میں گڑبڑ ہو جانے کا اندیشہ تھا وہ مسکرائی بھی اور غصّے سے چارلی کی طرف دیکھ کر سر کے اشارے سے منع کر دیا۔ وہ بے چارہ مایوس ہو کر بیٹھ رہا۔ مس وائلڈر لارا کو بہت ہی غصہ سے دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے سب دیکھ لیا تھا۔

لارا پھر تختۂ سیاہ کی طرف رُخ کر کے لکھنے لگی۔ مس وائلڈر نے لارا یا چارلی دونوں میں سے کسی سے کچھ نہ کہا۔ لارا آزردہ تھی اور سوچنے لگی "مس وائلڈر کو اس پر غصہ نہیں اتارنا چاہیے بلکہ ان میں تو یہ جرأت اور شرافت ہونی چاہیے کہ وہ اس بات کی ستائش کریں کہ لارا نے اسکول میں نظم و ضبط قائم رکھنے میں کس قدر مدد کی ہے۔"

اس دن اسکول کے بعد، چارلی اور اس کے بہن بھائی کلیرنس اور الفریڈ بھی لارا، میری، یا ورا اور میمی کے ساتھ ساتھ اسکول سے نکلے۔

"میں اس شریر بڑھیا کو کل ٹھیک کر دوں گا۔" کلیرنس نے اس قدر بلند آواز سے کہا کہ لارا نے سُن لیا۔ "میں اس کی کرسی میں ایک نکیلا پن لگا دوں گا۔"

"اور میں اسکول شروع ہونے سے پہلے اس کا ڈنڈا توڑ ڈالوں گا" چارلی نے وعدہ کیا، تاکہ اگر انہیں تمہاری شرارت کا پتہ چل بھی جائے تو وہ تمہیں مار نہ سکیں۔"

لارا ان کی طرف مڑی اور کہا "دیکھو بھائیو ایسا مت کرو، خدا کے لئے ایسا مت کرنا۔"

"ارے کیا بات ہے ذرا تفریح ہی سہی، اور پھر وہ ہمارے ساتھ کوئی زیادتی نہ کریں گی" چارلی نے بحث کی۔

"یہ بھی کوئی مذاق ہوا" لارا نے کہا "تم لڑکوں کو ایسا برتاؤ کسی بھی عورت کے ساتھ نہیں کرنا چاہئے۔ چاہے تم اُسے اچھا نہ سمجھو مگر میں تو یہ ہرگز نہ چاہوں گی کہ تم ایسا کرو۔"

"ضرور" کلیبرنس نے بات مان لی "بہت خوب۔ پھر تو میں نہیں کروں گا۔"

"ہم میں سے بھی کوئی نہیں کرے گا" الفریڈ اور چارلی نے بھی کہنا مان لیا۔

لارا کو یقین تھا کہ اگرچہ وہ اپنی حرکتوں سے باز رہنا نہیں چاہتے تھے لیکن اب وہ اپنے وعدے پر ضرور قائم رہیں گے۔

اس روز رات کو اپنا سبق پڑھتے پڑھتے کتاب سے نظر اٹھا کر لارا کہنے لگی "مس وائلڈر نہ تو مجھے پسند کرتی ہیں اور نہ کیری کو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ایسا کیوں ہے۔"

ماں یہ سن کر بنتے بنتے رک گئیں اور کہنے لگیں "تم غور تو کرو لارا کہ یہ کیا بات ہے" پاپا نے بھی اخبار منہ پر سے ہٹاتے ہوئے کہا "تم ان کو پہلے تو اپنے متعلق کسی قسم کی شکایت کا موقع ہی نہ ملنے دو۔ اس کے بعد دیکھو کہ تمہارے خیال میں کیا تبدیلی پیدا ہوتی ہے"

"میں تو پاپا کوئی ایسی وجہ شکایت نہیں پیدا ہونے دیتی جس سے وہ مجھ سے ناراض رہیں" لارا نے کہا۔

"میرے خیال میں تو نیلی اولیسن انھیں بھڑکاتی ہے" یہ کہہ کر اپنی کتاب دیکھنے لگی، اور دل ہی دل میں کہا "وہ نیلی اولیسن کی بات مانتی بھی بہت ہیں۔"

اگلے دن صبح، لارا اور کیری سویرے ہی اسکول پہنچ گئی تھیں۔ مس وائلڈر اور نیلی آتشدان کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہاں کوئی اور نہ تھا۔ لارا نے آداب بجا لائے اور گرمائی کے لئے جونہی آتش دان کی طرف بڑھی تو اس کا ہنگا کوٹ کی پرات کے پیچھے

ہوئے کنارے میں پھنس گیا۔

"اف رے عذاب!" لارا نے لہنگے کو جھٹک کر کے چھڑاتے ہوئے کہا۔

"لارا کیا تم نے اپنے کپڑے پھاڑ لئے" مس وانلڈر نے ترش روئی سے پوچھا "تم ہمارے لئے گوٹے کا ایک نیا پرات کیوں نہیں لادیتیں۔ تمہارے پاپا تو اسکول بورڈ کے ممبر ہیں اور جو کچھ تم چاہو تمہیں تو مل سکتا ہے"

لارا نے ان کی طرف تعجب خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا "نہیں تو، میں تو نہیں لا سکتی۔ میرے خیال میں اگر آپ چاہیں تو گوٹے کا نیا پرات ضرور منگا سکتی ہیں"

"بس تمہارا شکریہ" مس وانلڈر نے کہا۔

لارا نہ سمجھ سکی کہ مس وانلڈر نے اُس سے اس انداز میں گفتگو کیوں کی۔ نیلی یہ سب دیکھ چکی تھی۔ وہ جان بوجھ کر ایک کتاب کی طرف متوجہ تھی مگر اس کے زیر لب ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اُسے کیا کہنا چاہئے اس لئے اس نے کچھ بھی نہ کہا۔

اُس دن صبح کے وقت کمرے میں خوب شور و شر ہوا۔ مگر جن لڑکوں نے لارا سے شرارت نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ ان کی شرارت حسب معمول تھی۔ انہیں اپنے سبق یاد نہ تھے کیونکہ انہوں نے نہ پڑھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس صورت حال سے مس وانلڈر اس قدر سراسیمہ ہو گئیں کہ لارا کو ان کی حالت پر رحم آنے لگا۔

دوپہر کے بعد قدرے سکون اور خاموشی رہی۔ لارا اپنے جغرافیہ کے سبق پڑھ رہی تھی۔ برازیل کے جنگلوں کے بارے میں سوچتے سوچتے جب اُس نے کتاب سے نظر ہٹائی تو کیری اور میری پیرڈسلی کو مطالعہ میں مصروف پایا۔ دونوں ہجے کی کتاب کی طرف پوری طرح متوجہ تھیں۔ جب ہجے یاد کرتیں تو ان کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہلتے۔ انھیں اس کا احساس بھی نہ تھا کہ وہ پڑھنے کے دوران آگے پیچھے ہل رہی تھیں جس کی وجہ سے ان کی سیٹیں بھی اُن کے

ساتھ ہل رہی تھیں
لارا نے سوچا کہ شاید رفتہ رفتہ جو سیٹوں کو فرش سے جکڑے ہوئے تھے ڈھیلے ہو گئے ہیں
گے۔ سیٹ کے ہلنے جلنے کی کوئی آواز نہ ہوتی تھی اس لئے یہ کوئی خاص بات نہ تھی۔ لارا پھر
اپنی کتاب میں منہمک ہو گئی۔ وہ بندرگاہوں کے بارے میں سوچنے لگی۔ دفعتہً اس نے
مس واُلمڈر کے چیخنے کی آواز سُنی۔ وہ کہہ رہی تھیں "کیری اور میمی تم اپنی کتابیں تو رکھ دو
اور اس سیٹ کو ہلاتی رہو۔"

لارا نے نگاہ اٹھائی۔ کیری کی آنکھیں اور منہ حیرت سے پھیلے ہوئے تھے۔ اس کا ننھا
سا چہرہ ڈر کی وجہ سے سفید پڑ گیا تھا اور پھر خجالت سے کچھ سُرخ ہو گیا تھا۔ میمی اور
کیری نے اپنی کتابیں رکھ دیں اور نہایت انکساری اور خاموشی سے سیٹ کو ہلاتی رہیں۔

"پڑھنے کے لئے ہمیں مکمل خاموشی اور سکون کی ضرورت ہے" مس واُلمڈر نے وضاحت
کی۔ "اب آئندہ اگر کوئی یہاں کچھ گڑبڑ کرنا چاہتا ہے تو وہ جی کھول کر اس وقت تک کر سکتا
ہے جب تک وہ تھک نہیں جاتا اور اس کا دل نہیں بھرتا۔"

میمی پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا لیکن کیری اس قدر شرمندہ تھی کہ بس رونے ہی والی تھی۔

"لڑکیو! جب تک میں تمہیں منع نہ کروں سیٹوں کو برابر ہلاتی رہو" مس واُلمڈر نے کرخت
لہجے میں یہ کہہ کر اپنا رُخ تختۂ سیاہ کی طرف کر لیا اور لڑکوں کو حساب کے کچھ سوال سمجھانے لگیں
جو ان کی طرف بالکل دھیان نہیں دے رہے تھے۔

لارا پھر برازیل کے بارے میں سوچنے لگی۔ میمی سیٹ ہلاتے ہلاتے دلیری سے
سیٹوں کے درمیانی راستے کے مقابل کی قطار میں ایک دوسری سیٹ پر جا بیٹھی۔

کیری سیٹ کو برابر ہلاتی رہی لیکن دو طالب علموں کے بیٹھنے والی سیٹ اس چھوٹی
لڑکی کے لئے بہت بھاری تھی۔ آہستہ آہستہ سیٹ کی حرکت مدھم پڑ گئی۔

"کیری ہلاتی رہو" مس واُلمڈر نے دکھاوٹی پیار کے انداز سے کہا۔ انہوں نے

میمی سے کچھ نہ کہا۔

لارا کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ وہ خود پر قابو نہ پا سکی۔ بے انصافی اور چھوٹے پن کی وجہ سے وہ مس وائلڈر سے نفرت کرتی تھی۔ میمی سزا سے بچ کے الگ جا بیٹھی تھی اور مس وائلڈر نے اسے کچھ بھی نہ کہا تھا۔ کیری کے لئے پوری سیٹ کو تنہا ہلانا آسان نہ تھا۔ وہ پہلے ہی بہت کمزور تھی لارا نے خود پر قابو پانے کے لئے دانتوں سے اپنا ہونٹ کاٹ لیا اور خاموش بیٹھی رہی۔

اس کا خیال تھا کہ مس وائلڈر اب کیری کو ضرور معاف کر دیں گی۔ کیری کا رنگ سفید پڑ گیا تھا۔ وہ بھاری سیٹ کو برابر ہلا رہی تھی اور اس کی حرکت کم سے کم تر ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ وہ اس قدر تھک گئی کہ اپنا پورا زور لگانے پر بھی سیٹ کو بمشکل ہلا سکی۔

"اور تیز کیری، اور تیز" مس وائلڈر نے کہا "تم سیٹ کو ہلانا چاہتی تھیں اس لئے اب ہلاتی رہو۔"

لارا سے اب نہ رہا گیا۔ اس کا غصہ اس پر غالب آ گیا۔ وہ خود کو نہ روک سکی اور آپے سے باہر ہو گئی۔ اس نے چیخ کر کہا "مس وائلڈر اگر آپ اس سیٹ کو ہلوانا چاہتی ہیں تو یہ کام میں کر سکتی ہوں۔"

مس وائلڈر نے لارا کی بات کو بخوشی مان لیا "ہاں تو پھر تم ہی یہ کام کرو۔ کتاب رکھ دو اور بس اس سیٹ کو ہلاتی رہو۔" لارا نے سیٹوں کے درمیانی راستے سے اترتے ہوئے سرگوشی کی "کیری تم خاموش بیٹھ جاؤ اور آرام کرو" اور اس نے اپنے پیر فرش پر مضبوطی سے جما کر سیٹ کو ہلانا شروع کر دیا۔

پاپا ہمیشہ ٹھیک ہی کہتے تھے کہ وہ ایک چھوٹے سے فرانسیسی گھوڑے کی طرح مضبوط اور طاقتور تھی۔

"دھپ" سیٹ کے پچھلے پایوں کی فرش پر ضرب لگنے سے آواز ہوئی کہ "دھپ" سیٹ کے اگلے پایوں کی آواز آئی اور فرش میں کسے ہوئے تمام پیچ ڈھیلے ہو گئے۔

"دھب! دھب! دھب! دھب" سیٹ سے طبلہ کی تھاپ جیسی آواز پیدا ہونے لگی۔ لارا خوشی خوشی ہلاتی رہی اور کیری آرام سے بیٹھی رہی۔ سیٹ ہلاتے ہلاتے لارا غصہ کے مارے آگ بگولا ہو رہی تھی۔"

"دھب! دھب! دھب! دھب!" کے شور میں کوئی بھی نہ پڑھ سکتا تھا۔ مس وائلڈر کو اپنی آواز بھی مشکل سے سنائی دیتی تھی۔ انھوں نے ریڈر سوم پڑھنے والی کلاس کو پکارا مگر اس دھب دھب کی آواز میں نہ کوئی نظم پڑھ سکتا تھا اور نہ کسی کے پڑھنے کی آواز آتی تھی۔

دھب! دھب! دھب! دھب! ——!

مس وائلڈر چیخیں "لارا تمہیں اور کیری کو اسکول سے چھٹی ہے۔ تم باقی دن کے لئے گھر جا سکتی ہو۔"

"دھب!" سیٹ سے آخری آواز آئی اور اس کے بعد مکمل خاموشی چھا گئی۔

ان دونوں کے گھر بھیجے جانے کے بارے میں سب ہی نے سن لیا تھا۔ اس سے پہلے کسی کے ساتھ کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔ یہ تو کوڑے کی مار سے بھی زیادہ بری مار تھی۔ اسکول سے نکال دیا جانا ایک ناقابل برداشت سزا تھی۔

لارا اپنا سر بلند کئے رہی۔ اُسے غصہ کی وجہ سے کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ اس نے اپنی اور کیری کی کتابیں اکٹھی کیں۔ کیری لرزتی ہوئی دروازے پر جا کر کھڑی ہو گئی اور لارا کے کتابیں لے کر پہنچنے کا انتظار کرنے لگی۔ کمرے میں مکمل خاموشی تھی۔ میری پاور اور مینی بھی لارا سے کسی ہمدردی کا اظہار نہ کر سکیں۔ نیلی اولیسن بھی کتاب پر جھکی ہوئی تھی لیکن اُس کے زیر لب ایک عیارانہ مسکراہٹ تھی۔ ایڈا نے پھر بھی لارا کی طرف ہمدردانہ نگاہ سے دیکھا۔

کیری نے کمرے کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ جب لارا کمرے سے نکل گئی تو کمرے کا دروازہ بند ہو گیا۔

اسکول کے گیٹ کے باہر انھوں نے لبادوں کو لپیٹ لیا۔ اسکول کے باہر ہر چیز کچھ عجیب سی لگتی تھی کیونکہ وہاں کوئی نہ تھا۔ قصبے کو جانے والی سڑک بھی سنسان پڑی تھی۔ دو بجے تھے یہ ان کے گھر پہنچنے کا وقت نہ تھا۔

"اوہ لارا، اب ہم کیا کریں گے؟" کیری نے پوچھا۔

"ہم گھر ہی جائیں گے" لارا نے جواب دیا۔ اسکول کی عمارت اپنے پیچھے چھوڑتے ہوئے انھوں نے اپنے گھر کا رُخ کیا۔

"پاپا اور ماں کیا کہیں گے؟" کیری نے متفکر ہو کر پوچھا۔

"جب وہ کچھ کہیں گے تبھی معلوم ہو گا" لارا نے جواب دیا۔ "وہ تمہیں الزام نہ دیں گے، یہ تمہاری غلطی نہیں، یہ تو میری غلطی ہے کیونکہ میں نے اس سیٹی کو اس قدر زور زور سے ہلایا تھا۔ میں تو اس سے خوش ہوں، میں تو آئندہ بھی ایسا ہی کروں گی" اس نے کہا۔

کیری کو پرواہ نہ تھی کہ قصور کس کا ہے۔ جو کوئی بھی گھر جانے سے گھبراتے یا کتراتے اس کے لئے دنیا بھر میں آرام کی اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے، "اوہ لارا!" کیری نے کہا۔ اُس کا نرم و نازک ہاتھ لارا کے ہاتھ میں گھس گیا اور وہ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے بغیر کچھ کہے سنے چلتی رہیں۔ مین اسٹریٹ طے کرنے کے بعد جب گھر آ گیا تو لارا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور دونوں گھر کے اندر داخل ہو گئیں۔

پاپا اپنی ڈیسک سے لکھتے لکھتے اٹھ کھڑے ہوئے اور ماں بھی کرسی سے گھبرا کر کھڑی ہو گئیں۔ ان کا سوت گولا فرش پر لڑھکتا چلا گیا جس پر چھوٹی بلی جھپٹنے لگی۔

"خیریت تو ہے؟" ماں نے حیرت سے پوچھا "لڑکیو کیا بات ہے، کیا کیری کی طبیعت کچھ ناساز ہے؟"

"ہمیں اسکول سے گھر بھیج دیا گیا ہے" لارا نے کہا

ماں کرسی پر بیٹھ گئیں اور پاپا کی طرف مجبوری کے انداز سے دیکھنے لگیں۔ ایک

طویل خاموشی کے بعد پاپا نے پوچھا "ایسا کیوں ہوا؟" ان کی آواز کرخت تھی۔

"پاپا، یہ میری غلطی کی وجہ سے ہوا" کیری نے فوراً جواب دیا "میں غلطی کرنا نہیں چاہتی تھی مگر مجھ سے اور میمی سے ہو ہی گئی۔"

"نہیں یہ غلطی میری تھی" لارا نے تردید کی، اور پورا واقعہ سنا دیا۔ جب وہ سنا چکی تو سارے گھر میں پھر سناٹا چھا گیا۔ کچھ وقفے کے بعد پاپا غصے سے بولے "لڑکیو! تم کل صبح اسکول جاؤ گی، اور برابر جاتی رہو جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مس وائلڈر غلطی پر ہوں۔ مگر وہ ایک ٹیچر ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میری لڑکیاں اسکول میں کسی قسم کی گڑبڑ کریں۔"

"نہیں پاپا، ہم کبھی نہیں کریں گے" انھوں نے وعدہ کیا۔

"اچھا تو اب تم لوگ، اسکول کے کپڑے اتارو اور پڑھنے بیٹھو" ماں نے کہا۔ "دوپہر کا جتنا وقت باقی رہ گیا ہو اسے یہیں پڑھنے لکھنے میں صرف کرو۔ کل تم وہی کرنا جو پاپا نے کہا ہے۔ امکان یہی ہے کہ یہ سب ہنگامہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔"

اسکول بورڈ کا دورہ

لارا نے یہ محسوس کیا کہ اگلے دن صبح میں جب وہ اور کیری اسکول پہنچیں تو نیلی اولیسن کے چہرے پر حیرت اور مایوسی کے ملے جلے اثرات نمایاں تھے۔ نیلی کو پوری پوری امید تھی کہ وہ اسکول نہ آئیں گی۔

"اوہ لارا تم واپس آگئیں۔ میں بہت خوش ہوں" میری پاور نے کہا۔ ایڈا نے بھی گرم جوشی سے لارا کا بازو دبایا۔

"بہت اچھا کیا کہ مس وائلڈر کے تمہیں اسکول سے روکنے کے شرارت آمیز ارادوں کو تم نے کامیاب نہ ہونے دیا۔" ایڈا نے کہا۔

"میں کسی بھی چیز کو اپنی تعلیم کی راہ میں رکاوٹ نہ بننے دوں گی" لارا نے جواب دیا۔

"اگر تم اسکول سے نکال دی گئیں تو میرا خیال ہے کہ تم تعلیم حاصل نہ کر سکو گی" نیلی نے دخل دیتے ہوئے کہا۔

لارا نے اس کی طرف گھورتے ہوئے کہا "میں نے نکال دیئے جانے کے قابل کوئی خطا نہیں کی ہے اور نہ ہی میں کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔"

"مگر کیا تم کسی طرح سے اپنے پاپا کے ساتھ ساتھ اسکول بورڈ کی ممبر نہیں بن سکتیں؟" نیلی نے پھر ایک چٹکی لی "میں نہیں جانتی کہ تم پاپا کے اسکول بورڈ میں ہونے کے بارے میں کچھ کہو" لارا بپھر کر بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان باتوں سے تمہارا کیا تعلق ہے اور اگر ہے تو ——" گھنٹی بجنے لگی اور سب کلاس میں جا کر اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

کیری اور لارا پاپا کی نصیحت کے مطابق اپنے برتاؤ اور رویے میں محتاط تھیں۔ لارا کو اس وقت انجیل مقدس کی وہ آیت بھی یاد نہ آئی جس میں اُس پیالے اور تھال کا ذکر ہے جو فقط باہر ہی سے صاف تھے۔ لارا بھی دراصل اسی مثال پر پوری اُتر رہی تھی۔ اُسے مس وائلڈر سے نفرت تھی۔ کیری کے ساتھ مس وائلڈر کے غیر منصفانہ برتاؤ پر بہت جھلائی ہوئی تھی اور حالت یہ تھی کہ مس وائلڈر سے انتقام لئے بغیر رہنا بیحد شاق گزر رہا تھا۔ بظاہر تو وہ خوش اخلاقی کا ایک مجسمہ تھی مگر اندرونی طور پر دل میں بغض و انتقام کا جذبہ موجزن تھا۔

اسکول میں ایسا شور و غل کبھی برپا نہ ہوا تھا۔ کلاس روم میں ڈیسکیں کتابوں سے بجائی جارہی تھیں، پیر فرش پر رگڑے جارہے تھے اور طلبا کے کھسر پھسر کرنے کی آوازیں مسلسل گونج رہی تھیں۔ صرف بڑی لڑکیاں اور کیری خاموشی سے پڑھ رہی تھیں۔ اگر مس وائلڈر ایک طرف رخ کرتیں تو دوسری طرف شور و غل شروع ہو جاتا۔ دفعتاً ایک طرف سے ایک چیخ کی آواز آئی۔ چارلی جھٹ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ہاتھ کولھوں سے چپکے ہوئے تھے اور چلا رہا تھا۔ "ایک پن! میری سیٹ سے ایک پن نکلا ہے!"

اس نے مس وائلڈر کو دکھانے کے لئے ایک مڑا ہوا پن اٹھایا جس کو دیکھ کر انہوں نے غصہ سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے اور تندی سے کہا "چارلی تم یہاں آؤ" چارلی کلاس روم پر ایک شرارت آمیز نگاہ ڈالتے ہوئے لڑھکتا پڑھکتا مس وائلڈر کے ڈیسک کے پاس پہنچا۔

"ہاتھ پھیلاؤ!" انھوں نے حکم دیا اور اپنا رولر کا ڈنڈا تلاش کرنے لگیں۔ ڈیسک کے اندر بھی نہ ملا تو پوچھا "کیا کسی نے میرا رولر دیکھا ہے؟" کوئی جواب نہ ملنے پر مس وائلڈر کا چہرہ غصہ سے لال ہو گیا۔ انھوں نے چارلی سے کہا "اس کونے میں جا کر دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔"

چارلی کرنے کی طرف اپنے ہاتھ کو ٹھوں پر ملتا ہوا اس طرح گیا جیسے وہ اب بھی پن کی چبھن محسوس کر رہا ہو۔ کلیرنس اور الفریڈ یہ دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑے۔ مس وائلڈر جب تیزی سے ان کی طرف مڑیں تو چارلی نے بڑی تیزی سے ان کے پیچھے اپنی گردن پھیر کر کچھ ایسا منہ بنایا کہ کلاس کے تمام لڑکے مارے ہنسی کے لوٹ گئے۔ اس ہنسی کی وجہ جاننے کے لئے جب مس وائلڈر چارلی کی طرف مڑیں تو چارلی اس سے پہلے ہی اپنا منہ دیوار کی طرف کر چکا تھا۔

تین چار بار وہ بہت تیزی سے کبھی اس طرف کبھی اس طرف ہنسی کی وجہ معلوم کرنے کے لئے مڑیں مگر ہر بار چارلی اُن کا منہ چڑا کر پھرتی سے دیوار کی طرف منہ پھیر لیتا۔ پورے اسکول میں قہقہوں کا ایک ہنگامہ بپا تھا۔ بس لارا اور کیری کے چہروں سے ظاہر تھا کہ وہ اس ہنسی میں شریک نہ تھیں۔ البتہ دوسری بڑی لڑکیاں ہنسی روکنے کے لئے اپنے منہ رومال سے بری طرح دبائے بیٹھی تھیں۔

مس وائلڈر شور و شغب فرو کرنے کے لئے رولر نہ ملنے کی وجہ سے اپنی ڈیسک کو انگلیوں کی گانٹھوں ہی سے کھٹکھٹا رہی تھیں لیکن پھر بھی نظم و ضبط قائم نہ کر سکیں کیونکہ ہر منٹ چارلی کو اپنی نظر کی گرفت میں رکھنا بھی ان کے لئے ممکن نہ تھا چنانچہ حالت یہ تھی کہ جونہی انھوں نے اپنا رُخ کسی اور جانب پھیرا کہ چارلی نے پلٹ کر منہ چڑا دیا اور ساری کلاس نے بہ یک وقت قہقہہ مار کر اس کا لطف اُٹھایا۔

لڑکوں نے لارا سے گو وعدہ خلافی کا ارتکاب تو نہیں کیا لیکن شرارت میں وہ ضرور تجاوز کر رہے تھے جو ایک قابلِ اعتراض بات تھی۔ لارا نے اس میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا۔ سچ پوچھو تو وہ اُن سے بہت خوش تھی۔

جس وقت کلیرنس اپنی سیٹ سے پھسل کر نیچے گر کر نشستوں کی قطاروں کے درمیانی راستہ پر رینگ کر چل رہا تھا تو لارا اسے دیکھ کر مسکرا اٹھی تھی۔

تفریح کے وقفہ میں وہ اسکول ہی کے اندر رہی۔ اُسے یقین ہو چلا تھا کہ لڑکے مزید شرارت کا پروگرام بنا رہے ہیں، اس لئے وہ اپنے لئے ایک ایسی جگہ چاہتی تھی جہاں لڑکوں کی ہؤ ہا اس کے کانوں تک نہ پہنچ سکے۔

تفریح کے وقفے کے بعد تو غل غپاڑا اور بدنظمی نے بدترین شکل اختیار کر لی تھی کلاس کا وہ حصہ جو لڑکوں کے لئے مختص تھا وہاں لڑکے لڑکے آپس میں کاغذ کے گولے اور تیر بنا بنا کر پھینک رہے تھے۔ ساری چھوٹی لڑکیاں ایک دوسرے سے کھسر پھسر کر رہی تھیں اور ایک دوسرے کو پرزے لکھ لکھ کر دے رہی تھیں جس وقت مس وائلڈر تختۂ سیاہ پر لکھنے میں محو تھیں چپکے سے کلیرنس اور الفریڈ اپنی جگہ سے نکل کر سیٹوں کے درمیانی راستہ میں گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل جھک گئے اور پیچھے سے جا رہی بلی کی طرح دبے پاؤں اسی راستے سے دوڑ کر ان کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ ٹیک کر مینڈک کی طرح پھدکتے ہوئے آگے نکل گیا۔ پھر ان سب نے رضامندی حاصل کرنے کے لئے لارا کی طرف دیکھا اور لارا ایسی بنسی دیکھ کر مسکرا دی۔

"لارا تمہیں کس بات پر ہنسی آرہی ہے؟" مس وائلڈر نے تختہ سیاہ سے گھوم کر تندی سے پوچھا۔

"جی کیا میں ہنس رہی تھی؟" لارا نے اپنی کتاب سے نظریں اٹھا کر تعجب خیز انداز میں پلٹ کر پوچھا کمرے میں خاموشی تھی، لڑکے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایسا دکھائی دیتا تھا جیسے سبھی پڑھنے میں مشغول ہوں۔

"خیر۔ اب آئندہ اس کا خیال رکھنا" مس وائلڈر نے ترش روئی سے کہا اور پھر تختہ سیاہ کی طرف مڑ گئیں۔ جونہی مڑیں لارا اور کیری کے علاوہ سب نے بڑی زور سے قہقہہ لگایا۔

اس روز قبل از ظہر کے اوقات میں لارا خاموش خاموش سی رہی اس کی تمام تر

توجہ اپنے سبق ہی کی طرف رہی، مگر کبھی کبھی کیری کی طرف ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ضرور ڈالتی تھی۔ ایک بار جب کیری نے بھی لارا کی طرف دیکھا تو لارا نے فوراً اپنی انگلی ہونٹوں پر رکھ کر کچھ اس قسم کا اشارہ کیا کہ کیری نے جھٹ اپنی نظر کتاب کی طرف پھیر لی۔ مس وائلڈر جس طرف مڑتیں ان کے پیچھے شور و غل اور گڑبڑ مچنے لگتی جس سے وہ عاجز آگئی تھیں۔ چنانچہ اُس دن انھوں نے دو گھنٹے پہلے ہی اسکول کی چھٹی کر دی تھی۔ جس کی وجہ سے لارا اور کیری کو وقت سے پہلے گھر پہنچنے کا سبب بتانا پڑا تھا۔ انھوں نے اسکول کی ہنگامہ آرائی کا بھی ذکر کیا جس کو سن کر پاپا بہت سنجیدہ ہو گئے۔ لیکن انھوں نے اتنا ضرور کہا "دو لڑکیو! میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے برتاؤ پر حرف نہ آنے دو اور میری اس تاکید کو کبھی نہ بھولو۔"

لارا اور کیری نے پاپا کی نصیحت کو ہمیشہ یاد رکھا۔ اگلے دن ہنگامہ آرائی اور بھی زور شور سے ہوئی۔ سارا اسکول مس وائلڈر پر کھلم کھلا فقرے کس رہا تھا۔ لارا نے جس ابتدائی شرارت کو اپنے ہلکے سے تبسم سے منظوری دی تھی اُسے وہ اس درجہ بدتر ہوتے ہوئے دیکھ کر مشوش ہونے کے باوجود بھی اس کو فرو کرنے کے لئے اپنی طرف سے کوئی اقدام نہ کرنا چاہتی تھی۔ کیری کے ساتھ مس وائلڈر کا غیر منصفانہ برتاؤ اس کے دل سے نہ بھولتا تھا۔ وہ مس وائلڈر کو معاف کرنا نہ چاہتی تھی۔

اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ہر طالب علم مس وائلڈر کو بری طرح سے پریشان اور برہم کر رہا تھا۔ اور کھلم کھلا کھلا کر پھبتیاں اُڑا رہا تھا۔ نیلی نے جب دیکھا کہ ساری کلاس ہی شرارت کر رہی ہے اس لئے باوجود ٹیچر کی منظور نظر ہونے کے اس نے بھی شرارت میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ مس وائلڈر نے جتنی بھی اس سے رازدارانہ قسم کی باتیں کی تھیں نیلی نے ان کا بھانڈا پھوڑ دیا اور سب کچھ اپنی ہم جماعت لڑکیوں کو استہزا آمیز ہنسی کے ساتھ کہہ سنایا۔ اس نے ایک دن انھیں یہ بھی بتایا کہ مس وائلڈر کا اصلی نام الیزا جین تھا۔

"یہ ایک سربستہ راز ہے" نیلی نے کہا۔ "انھوں نے بہت عرصہ پہلے مجھے بتایا تھا اور"

نہیں چاہتیں کہ کسی اور کو اس بارے میں کچھ معلوم ہو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ایسا کیوں چاہتی ہیں؟ ایلیزا جین تو بہت اچھا نام ہے" ایڈا نے تعجب سے کہا۔

"میں تمہیں اس کی وجہ بتا سکتی ہوں" نیلی نے کہا "جب وہ ایک کم عمر لڑکی تھیں اور نیویارک اسٹیٹ میں رہتی تھیں تو ایک میلی کچیلی لڑکی اسکول آئی اور مس وائلڈر کو اس کے ساتھ بیٹھنا پڑا اور نیلی نے سب سننے والوں کو اپنے اور قریب کرتے ہوئے بہت ہی آہستہ سے کہا۔ اُن کے بالوں میں جوئیں پڑ گئیں۔

سب لڑکیوں نے اس گھناؤنی بات کو سنتے ہی بہ وجہ کراہت اپنے جسم کو پچھلی طرف ہلکی سی جنبش دی جس پر میری یا ورنے سمجھایا "نیلی! تمہیں اس قسم کی گری ہوئی باتیں ہرگز نہ کرنی چاہئیں"

"اگر ایڈا مجھ سے نہ پوچھتی تو میں کیوں کہتی؟" نیلی نے جواب دیا۔

"کیوں غلط بیانی سے کام لیتی ہو نیلی اولیسن میں نے تو اس قسم کی کوئی بات تم سے نہیں پوچھی تھی" ایڈا نے صاف صاف کہہ دیا۔

"بالکل تمہیں نے پوچھی تھی۔ خیر سنو تو سہی!" نیلی نے ایک مخصوص ہنسی اور رحران کے لب و لہجہ میں کہا "ابھی بات ہی کہاں ختم ہوئی ہے کچھ آگے بھی تو سنو۔"

مس وائلڈر کی والدہ نے ٹیچر کو اس واقع کی شکایت لکھ بھیجی جس پر ٹیچر نے اس میلی کچیلی لڑکی کو پھر کبھی اسکول میں نہ آنے دیا۔ طالب علموں کو بھی اس واقع کا پتہ چل گیا۔ مس وائلڈر کی والدہ نے ایک دن صبح جب کنگھی لے کر جوئیں نکالنی شروع کیں تو مس وائلڈر زار و قطار رو رہی تھیں اور چونکہ اس دن اسکول جانے کا وقت نکل چکا تھا اس لئے وہ کسی قیمت پر بھی اس دن اسکول جانے کے لئے تیار نہ تھیں۔ لیکن مجبوراً جانا ہی پڑا۔ جس وقت تفریح کا گھنٹہ ہوا تو ان کی جماعت کے سارے ساتھی مل کر

ان کے گرد حلقہ کرکے "کاہل" جوئیں بھری، لیزی جین ! کے آوازے کسنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت سے لے کر آج تک انھیں اپنے اصلی نام کو سننا تک گوارا نہیں ہے اور جب تک وہ اس مدرسہ میں رہیں انھیں یہی فقرہ کہہ کے چھیڑا جاتا تھا۔ نیلی نے اس واقعہ کو اس پُرلطف انداز سے سنایا کہ سب ہنس پڑیں لیکن بعد میں انھیں ایسی ہنسی پر کچھ خجالت سی محسوس ہوئی۔ چنانچہ سب نے تہیہ کر لیا کہ آئندہ نیلی پر اس کی بدانگی کی وجہ سے کسی قسم کا اعتبار نہ کریں گے۔

اب تو سکول میں اس درجہ غل غپاڑا اور دنگا برپا ہوتی تھی کہ اسے اسکول کہنا ہی غلط تھا۔ جب مس وائلڈر نے گھنٹی بجائی تو سارے طلبا خوشی خوشی کلاس کے اندر فوراً ہی جمع ہو گئے تاکہ انھیں خوب ستائیں۔ ایسی صورت میں مس وائلڈر کے لئے یہ قطعی ممکن نہ تھا کہ شرارت کرنے والے کو بہ آسانی پکڑ سکیں۔ شرارت تھی کہ بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی۔ لڑکے اپنی سلیٹیں اور کتابیں ڈیسک پر پٹخ رہے تھے۔ دو کاغذ کے تیر اور گولے بنا بنا کر اچھالتے، دانتوں کے درمیان انگلیاں رکھ کر بڑی تیز آواز سے سیٹی بجاتے اور سیٹوں کی قطار کے درمیان راستوں میں قلابازیاں لگا رہے تھے۔ اس طرح آپس میں خوب منظم اور متحد ہو کر اپنی گوناگوں شرارتوں سے وہ مس وائلڈر کی درگت بنا کر اپنے دل کی حسرت نکال رہے تھے۔

مس وائلڈر کے خلاف اس قسم کے مظاہرے سے لارا کو بڑی بے چینی اور گھبراہٹ سی محسوس ہونے لگی۔ لڑکے قابو سے باہر ہو چکے تھے اور ایسی سخت دھما چوکڑی مچی ہوئی تھی جو لارا کی پڑھائی میں خلل انداز ہو رہی تھی۔ لارا کو فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر وہ اپنے سبق ہی نہ سیکھ سکی تو پھر معلمی کی سند اُسے جلد از جلد کیونکر مل سکے گی۔ اور میری کے کالج کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے۔ اُس کے دل میں یہ وہم بھی پیدا ہوا کہ شرارت کی شہ دینے کی پاداش میں کہیں میری کا کالج جانا نہ چھوٹ جائے۔

اُسے اب کہیں جا کر یہ معلوم ہوا کہ ایسا ہر گز نہ کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن پھر بھی وہ مطلق نہ پچھتائی اور نہ ہی مس وائلڈر کو بخشنا چاہا۔ جب بھی اُسے کیری کے ساتھ مس وائلڈر کے رویے کا خیال آجاتا وہ ایک دہکتے ہوئے کوئلے کی مانند غصہ سے لال انگارہ بن جاتی۔

جمع کی صبح کو ایڈا نے اس شور و غل کی وجہ سے پڑھنے کی کوشش ہی ترک کر دی اور اپنی سلیٹ پر تصویریں کھینچنے لگی۔ طلباء کی ساری پہلی جماعت جسے الفاظ کے ہجے سنانے تھے عمداً ہجے غلط کر کر کے ہنسے جا رہی تھی۔ اس لیے جب مس وائلڈر نے پوری کلاس کو تختہ سیاہ پر جا کر لکھنے کے لیے حکم دیا تو انہوں نے خود کو تختہ سیاہ کے پاس پہنچے ہوئے طلباء اور سیٹوں پر بیٹھے ہوئے طلباء کے درمیان پھنسا ہوا پایا۔ ایڈا بڑے انہماک سے سلیٹ پر کچھ بنا رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اپنے پیر بھی ہلاتی جاتی تھی اور دھیمے سُروں میں کچھ گا بھی رہی تھی۔ لارا اپنے کانوں کو اپنی مٹھیوں سے ڈھانپ کر مطالعہ کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی تھی۔

جب مس وائلڈر نے اسکول کو تفریح کے وقفہ کے لیے چھوڑا تو اس وقت ایڈا نے لارا کو وہ تصویر دکھائی جو اس نے اپنی سلیٹ پر بنائی تھی۔ یہ مس وائلڈر کا ایک بہت ہی عمدہ کارٹون تھا جس کے نیچے ایڈا نے یہ اشعار لکھ دیئے تھے۔

بس ہنسنے کھیلنے کے لئے ہمارا اسکول ہے
ہنسو اور موٹے ہو جاؤ یہ یہاں کا اصول ہے
سبھی کاہل جو ہیں بھری لزی جین پر ہنستے ہیں
یہاں تک کہ پسلیاں دُکھنے لگتی ہیں۔

"مجھے تو صحیح طور پر شعر کہنا آتا نہیں" ایڈا نے کہا۔ میری پاور اور مینی کارٹون کی تعریف کر کر کے ہنسے جا رہی تھیں۔

میری پاور نے کہا "تم لارا سے کیوں مدد نہیں لیتیں، وہ تو شعر خوب کہہ لیتی ہے"
"ارے ہاں لارا" کیا تم براہ کرم میری مدد کر سکو گی؟" ایڈا نے دریافت کیا۔
لارا نے سلیٹ اور پنسل سنبھالی اور کوئی ترنم سوچ کر اس پر لفظوں کی بندش
اس سے محض ایڈا ہی کو خوش کرنا نہیں بلکہ ذرا اپنی بھی اہلیت و طباعی دکھانی مقصود
تھی۔ اشعار یہ تھے ؎

اسکول کے جانے میں مزا تو بڑا ہے
ہنسنے سے محض، ایک ٹن وزن بڑھا ہے
ہم کاہل اور جوئیں والی، لزی جین پر
ہنستے ہنستے تھک جاتے ہیں۔

لارا کے شعروں کو پڑھ کر ایڈا اور دوسری سب سہیلیاں بے حد محظوظ ہوئیں۔ میری پاور
نے کہا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ لارا شعر خوب کہہ لیتی ہے" اتنا کہا ہی تھا کہ مس وائلڈر
نے گھنٹی بجا دی اور وقفۂ تفریح چٹکیوں میں گذر گیا۔

لڑکے خوب شور مچاتے ہوئے کلاس میں آ گئے۔ لڑکیوں کے قریب سے
گزرتے ہوئے چارلی کی نظر سلیٹ پر پڑی، تو ایڈا نے ہنس کر سلیٹ اس کو
دے دی۔

لارا نے اس پر بڑی بے قراری لیکن بہت ہی دبی ہوئی آواز سے کہا "ارے
کیا کرتی ہو" لیکن سلیٹ ایڈا کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ دوپہر تک سلیٹ کو لڑکوں نے
آپس میں خوب گشت کرایا۔ لارا ڈر رہی تھی کہیں مس وائلڈر اس سلیٹ کو ضبط نہ
کر لیں جس پر ایڈا کا بنایا ہوا کارٹون اور اس کی تحریر تھی۔ لارا کو اطمینان کا سانس
لینا اسی وقت نصیب ہوا جب گشت کے بعد سلیٹ ایڈا کے پاس پہنچ گئی۔ ایڈا نے

جلدی سے سلیٹ کو صافی سے پونچھ پانچھ کر تصویر اور تحریر کے سارے نشان مٹا دیے۔
جب دوپہر کے کھانے کے لئے اسکول میں وقفہ ہوا اور طلبا دباہر کی چمکیلی دھوپ کا مزہ لیتے ہوئے اپنے گھر جا رہے تھے تو لارا نے مین اسٹریٹ کے راستہ بھر لڑکوں کو اپنی لکھی ہوئی ہجویہ رُباعی کو مل کر گاتے ہوئے سنا۔

اسکول کے جانے میں مزا تو بڑا ہے
ہنسنے سے محض، ایک ٹن وزن بڑھا ہے
ہم کاہل اور جوئیں والی، لزی جین پر
ہنستے ہنستے تھک جاتے ہیں۔

یہ ہنگامہ دیکھ کر لارا کا دم رُکنے لگا اور ایک منٹ کے لئے تو وہ سکتہ میں پڑ گئی۔ اُس نے چیخ کر کہا۔

"انھیں ایسا نہ کرنا چاہیئے! ہم انھیں روکیں گے، میری پاور، مینی، چلو جلدی کرو" اس نے پکارا "لڑکو سنو! چارلی، کلیرنس!"

"وہ کہاں سنتے ہیں" مینی نے کہا "ہم انھیں کسی طرح بھی نہیں روک سکتے"
مین اسٹریٹ پر پہنچ کر لڑکے اپنا اپنا راستہ لے رہے تھے اور اب صرف باتیں کر رہے تھے۔ لیکن ابھی لارا نے اطمینان کا سانس ہی لیا تھا کہ ایک لڑکے نے اس کی وہی رباعی چھیڑ دی اور پھر دوسرے بھی اس کے ساتھ مل کر گانے لگے۔ ساری مین اسٹریٹ ان کی آوازوں سے گونج رہی تھی اور تان بھی اس مصرع پر ٹوٹ رہی تھی

"کاہل، جوؤں والی، لزی جین"

"ارے تف ہے! انھیں عقل کیوں نہیں آتی" لارا نے بڑی بے چینی سے کہا۔
"لارا! بس ایک ہی راستہ ہے اس عذاب سے بچنے کا کسی سے نہ کہو کہ یہ ہجویہ اشعار کس نے لکھے ہیں" میری پاور نے مشورہ دیا۔ "ایڈا کی طرف سے تو مجھے کچھ

یقین ہے" میں اور مینی بھی کسی سے نہ کہیں گے۔ کیوں مینی تمہارا کیا خیال ہے؟"

"قسم صلیب کی، تم مجھ پر پورا بھروسہ رکھو" مینی نے وعدہ کیا "لیکن نیلی الفین سے کس طرح بھگتیں؟"

"اُسے تو کچھ بھی معلوم نہیں، وہ تو تفریح کے پورے وقفہ میں مس وائلڈر سے باتوں میں مشغول تھی" میری پاور نے یاد دلایا۔ "اور کہیں تم خود ہی تو ان سے نہ کہہ دو گی کہیں لارا؟"

"جی نہیں، بشرطیکہ ماں اور پاپا ہی براہ راست مجھ سے نہ پوچھ بیٹھیں" لارا نے جواب دیا۔

"ممکن ہے کہ وہ پوچھیں ہی نہ، پھر تو کسی کو معلوم ہی کیوں ہونے لگا" میری پاور نے لارا کو تسلی دینے کی کوشش کی۔

جس وقت لارا اور کیری اپنے والدین کے ساتھ گھر میں دوپہر کا کھانا کھا رہی تھیں تو ادھر سے کہیں چارلی اور کلیرنس انہی خوفناک مصرعوں کو گاتے ہوئے جا رہے تھے۔ پاپا نے سنا تو کہنے لگے "یہ گانا مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی سنا، کیا تم نے کبھی کا ہل، جنوں والی لڑکی جین کے متعلق کوئی گانا سنا ہے؟"

"جی کبھی نہیں" ماں نے جواب دیا "یہ کوئی اچھا گانا تو معلوم نہیں ہوتا"

لارا بالکل خاموش تھی، اسے رہ رہ کے خیال آ رہا تھا کہ وہ کبھی ایسی آفت میں نہ پھنسی تھی۔

اسکول کی عمارت کے آس پاس لڑکے وہی مصرعے الاپ رہے تھے۔ نیلی کا بھائی ولی بھی انکے ساتھ تھا۔

اسکول کے اندر ایڈا اور نیلی مس وائلڈر سے کافی فاصلہ پر ایک کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے نیلی نے مس وائلڈر کو بتا دیا ہو کہ ہجو یہ اشعار کس نے لکھے تھے۔

نیلی غضبناک نظر آ رہی تھی اور جاننا چاہتی تھی کہ ان اشعار کو کس نے لکھا ہے، لیکن نہ تو ایڈا نے اور نہ ہی کسی اور نے اُسے کچھ بتایا۔ قیاس یہی تھا کہ اس کا بھائی ولی ضرور جانتا ہوگا یا معلوم کرے گا اور نیلی اُس سے معلوم کر کے مس وائلڈر کو بتا دے گی۔

مدرسہ ختم ہونے کے بعد اُسی دن، رات کے وقت اور پھر سنیچر کے روز بھی لڑکے اُسی گیت کو گاتے ہوئے سنے گئے۔ سب دھوپ سے روشن اور صاف شفاف موسم میں باہر گھوم رہے تھے اور گاتے بھی جا رہے تھے۔ اس وقت لارا کی یہی دلی خواہش تھی کہ کاش ایک ایسا سخت برف کا طوفان آجائے کہ ان سب کو گھر بھگا دے۔ لارا بے حد خفیف ہو رہی تھی کیونکہ اُس کی ہی وجہ سے نیلی کو اس کی برائیاں کرنے اور چغلیاں کھانے کا موقع ملا تھا۔ منہ ان سب باتوں کے لئے خود کو ذمہ دار ٹھیراتی تھی مگر مس وائلڈر کو اس سے بھی زیادہ۔ اگر مس وائلڈر نے کیری کے ساتھ ذراسی بھی معقولیت کا برتاؤ کیا ہوتا تو لارا اس مصیبت میں ہرگز گرفتار نہ ہوئی ہوتی۔

اس دن دوپہر کو میری پاور لارا سے ملنے آئی۔ سنیچر کے دن اکثر وہ اور لارا ایک دوسرے کے گھر جاتیں اور مل بیٹھ کر کام کیا کرتیں۔ دونوں صحن کے قریب والے کھلے اور ہوادار کمرے میں بیٹھ گئیں۔

لارا میری کو کرسمس کے تحفہ کے طور پر کالج بھیجنے کے لئے سفید ملائم اُون کی ایک شال بن رہی تھی تو میری پاور اپنے والد صاحب کے لئے کرسمس کے دن پہننے کے لئے ایک ریشمین نکٹائی بن رہی تھی۔ ماں بھی ہنڈولا کرسی پر بیٹھی ہوئیں کچھ بُنائی کر رہی تھیں اور کبھی کبھی اپنے گرجا سے شائع ہونے والے اخبار "ایڈوانس" میں سے بعض دلچسپ باتیں انھیں پڑھ کر سناتی تھیں۔ مگر لس کھیلتی پھر رہی تھی اور کیری گدّے کی سلائی کر رہی تھی۔

ان دنوں دوپہر بہت ہی خوشگوار ہوتی۔ موسم سرما کی دھوپ کمروں کے اندر تک چلی آتی تھی۔ مگر آتش دان کی وجہ سے کافی گرم رہتا تھا۔ بلی کا بچہ اب اچھی خاصی بلی بن چکا تھا۔ یہ بلی یا تو قالین پر پڑی دھوپ سینکتی رہتی یا دروازہ سے اپنی خم کی ہوئی پیٹھ ٹیک کر اپنی میاؤں سے متوجہ کر کے باہر جانے کی اجازت چاہتی تاکہ کوئی آوارہ کتا گھر کے اندر گھسنے نہ پائے۔

یہ بلی سارے قصبہ میں مشہور ہو گئی تھی۔ اپنی صاف ستھری تیلی اور سفید کھال، سبک
جسم اور لمبی دُم کی وجہ سے اتنی خوبصورت دکھائی دیتی تھی کہ جو شخص بھی اسے دیکھتا اُس کو
پیار سے ہاتھ لگانے کی کوشش کرتا لیکن یہ بلی سوائے اس گھر کے افراد کے جہاں وہ پلی بڑھی
تھی کسی غیر آدمی سے ہرگز مانوس نہ ہوتی تھی۔ اگر کوئی اجنبی آدمی اس پر ہاتھ پھیرنے یا تھپکنے
کی کوشش کرتا تو وہ غرا کر اس کا منہ اپنے پنجوں سے نوچ لینے کے لئے چھلانگ لگا دیتی بالعموم
گھر کے کسی نہ کسی آدمی کو ضرور چلانا پڑتا "اس بلی کو نہ چھیڑیئے" تاکہ باہر سے آنے والا ملاقاتی
خبردار ہو جائے۔

اُس بلی کو گھر کے اگلے دروازے کے زینہ پر قصبہ کی طرف رُخ کر کے بیٹھے رہنا بےحد
بھاتا تھا۔ لڑکے اور بعض دفعہ بڑی عمر کے آدمی بھی محض تفریحاً کسی ناواقف کتے کو اس پر
لگا دیتے تھے۔ بلی اطمینان سے خاموش بیٹھی ہوئی کتے کو اس پر جھپٹتے سے غُرّش کرتے یا بھونکتے
ہوئے دیکھتی رہتی لیکن بلا کی چوکنی رہتی حالانکہ ظاہری طور پر ایسی نہ معلوم ہوتی تھی۔ جونہی
کتا اس پر حملہ آور ہوتا تو یہ سنسنی خیز چیخ مار کر اور ہوا میں اونچی اچھل کر سیدھی کتے کی پیٹھ پر
پنجے گاڑ کر بیٹھ جاتی۔ اور کتا وہاں سے بوکھلا کے بھاگ نکلتا۔ بلی اُس کی پیٹھ پر آرام سے
سواری کرتی ہوئی چلی جاتی اور کتا گھبراہٹ کے مارے ٹائیں ٹائیں کرتے ہوئے بے تحاشا
دوڑا چلا جاتا۔ جب بلی دیکھتی کہ گھر سے کافی دور نکل آئی ہے تو چپکے سے حواس باختہ کُتے
کی پیٹھ پر سے نیچے کود کر فاتحانہ شان سے اپنی دُم کو ہوا میں بلند کئے ہوئے خراماں خراماں
اپنے گھر لوٹ آتی۔ کوئی کتا جس کو اس بلی سے ایک دفعہ سابقہ پڑ چکا ہو دوسری دفعہ اس کے
قریب تک نہ پھٹکتا تھا صرف اَن جانا کتا ہی اس پر حملہ کرنے کی حماقت کر سکتا تھا۔

سنیچر کی دوپہر کی سی خوش وقتی اپنا جواب نہ رکھتی تھی۔ اس پر بیری پادری کی دوستی
نے تو گھر کی رونق میں چار چاند لگا دیئے تھے اور بلی کے کرتبوں سے بھی کافی تفریح طبع کے
موقع فراہم ہوتے تھے۔ لیکن لارا صحیح معنوں میں ان کا لطف نہ اٹھا سکتی تھی کیونکہ اس

کو ہر دم یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ لڑکے کہیں دوبارہ اس بھیانک گیت کو زور زور سے گانے نہ لگیں۔ اُسے اپنے سینہ پر ایک پُر ملال کیفیت کا بار محسوس ہوتا تھا۔

کبھی وہ سوچتی "مجھے پاپا اور ماں کو سارے واقعات کہہ سنانا چاہئیں تا کہ یکسوئی ہو سکے اور دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو جائے" لیکن پھر اس کے دل میں مس ڈاملڈر کے خلاف غم و غصہ کا جو الاؤ کبھی بھڑکنے لگتا۔ اُسے یہ بھی خیال آتا تھا کہ اُن ہجویہ اشعار کو لکھتے وقت اس کی نیت کوئی نقصان پہنچانے کی تو تھی نہیں اور نہ ہی اس نے انہیں پڑھائی کے گھنٹوں میں لکھا تھا بلکہ تفریحی وقفہ میں لکھا تھا۔ یہی کچھ ایسی اور ہی پیچیدہ اور دشوار باتیں تھیں کہ اس پر الزام وارد کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اور جیسا کہ ماں نے کہا تھا شاید یہ قضیہ سر پر سے ہوا کی طرح گذر جائے۔ سچ ہے کہ جتنا کسی جھگڑے کا ذکر کم کیا جائے گا۔ اتنا ہی وہ ختم بھی ہو گا۔ اس کے باوجود بھی اُسے ایسے دکھائی دیتا تھا جیسے کہ کوئی اس کے پاپا کو ان سارے واقعات سے مطلع کر رہا ہو۔

میری یاور بھی ذہنی کوفت میں مبتلا تھی۔ دونوں نے ذہنی کوفت کی وجہ سے شال اور نکٹائی کی بنائی میں ایسی غلطیاں کیں کہ دوبارہ بنائی کرنی پڑی۔ اس سے پہلے کسی سنیچر کی دوپہر میں اتنی کم بنائی نہ ہوئی تھی۔ دونوں سہیلیوں میں سے کسی نے بھی اسکول کے متعلق ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نہ نکالا۔ اسکول سے ان کی ساری دلچسپی رخصت ہو چکی تھی اور اسکول کے حالات کے پیش نظر انہیں پیر کی صبح میں اسکول کے کھلنے اور پڑھنے کے لئے جانے کی امید نہ تھی۔

پیر کی صبح اسکول میں ہنگامہ آرائی اور بھی بدترین شکل اختیار کر گئی تھی۔ پڑھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لڑکے سیٹیاں بجانے، بلیوں کی آوازیں نکالتے اور سیٹوں کی قطاروں کے درمیانی راستوں میں کود پھاند اور قلابازی میں مصروف تھے۔ کیری کے سوائے سب ہی چھوٹی عمر کی لڑکیاں ایک دوسرے کے ساتھ کُھسر پُھسر کر رہی تھیں اور ہنس رہی

تھیں اور ایک سیٹ سے دوسری سیٹ پر بھاگی بھاگی پھر رہی تھیں مس وائلڈر کی آواز "خاموش رہو بھئی! ارے بھئی خاموش رہو!" مشکل سے سنائی دیتی تھیں۔

دریں اثناء دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی جس کو لارا اور ایڈا نے بھی سُنا کیونکہ وہ دروازے کے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا۔ جب دوبارہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی تو ایڈا نے اپنا ہاتھ اٹھایا لیکن مس وائلڈر نے توجہ نہ دی۔

اچانک داخلہ کے اندرونی دروازے کو بڑی زور سے کھٹکھٹایا گیا جسے ہر ایک نے سنا۔ دروازہ کھلا اور شور خاموشی میں بدل گیا۔ جونہی پاپا کمرہ جماعت میں داخل ہوئے سارے کمرے میں موت جیسی خاموشی چھاگئی۔ ان کے پیچھے دو آدمی اور بھی تھے جنہیں لارا نہ جانتی تھی۔

"آداب عرض، مس وائلڈر" پاپا نے کہا "اسکول بورڈ کے فیصلہ کے مطابق وقت آگیا ہے کہ اسکول کا معائنہ کیا جائے۔"

"کام شروع کرنے کے لئے وقت بھی قریب ہو چلا ہے" مس وائلڈر نے جواب دیا۔ جس وقت مس وائلڈر نے دوسرے دو صاحبان کو سلام کا جواب دے کر آور آگے بڑھ کر ان کا پاپا کے ساتھ ساتھ استقبال کیا تو چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا تو دوسرا جاتا تھا۔ معائنہ کنندگان کلاس کے سرے پر ہی کھڑے ہوئے جماعت کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔

ہر طالب علم بت کی طرح خاموش بنا بیٹھا تھا اور لارا کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ "ہم نے سُنا ہے کہ آپ کے مدرسہ میں ان دنوں کچھ بدنظمی پیدا ہو گئی ہے" لمبے قدوالے آدمی نے سنجیدگی کے ساتھ لیکن مہربانی کے انداز سے پوچھا۔

"جی ہاں صحیح ہے، میں تو ایسے موقع پر آپ حضرات کی تشریف آوری سے بہت خوش ہوں تاکہ میں واقعہ کی حقیقت کو آپ کے سامنے پیش کرسکوں" مس وائلڈر نے تیوری پر بل ڈال کر کہا "اس مدرسہ میں جس قدر بدنظمی اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے اس کی بانی مبانی

لارا انگالس ہی ہے کیونکہ اس کے دماغ میں یہ خبط سمایا ہوا ہے کہ جب اس کے والد اسکول کی مجلس انتظامی کے رکن ہیں تو وہ خود بھی اسکول کو بہت اچھی طرح سے چلا سکتی ہے۔ جی، یہ امر واقعہ ہے جناب انگالس صاحب! اور شیخی سے کہتے پھرتی ہے کہ وہ خود اسکول کو زیادہ خوبی سے چلانے کی اہلیت رکھتی ہے۔ عقل مند نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ اس کی باتیں میرے کانوں تک نہ پہنچ سکیں گی، لیکن پہنچ کر ہی رہیں" مس وائلڈر نے لارا کی طرف خشم گیں نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

لارا اپنے متعلق اس غلط شکایت کو سن کر دم بخود بیٹھی ہوئی تھی۔ اُسے مطلق یہ امید نہ تھی کہ مس وائلڈر اس کے خلاف اتنے سفید جھوٹ بولنے پر اُتر آئیں گی۔

"مس وائلڈر مجھے یہ سب سن کر بہت افسوس ہوا، مگر مجھے یقین ہے کہ لارا کا ارادہ کسی قسم کی شرارت یا بدنظمی پھیلانے کا نہیں تھا" پاپا نے کہا۔

لارا نے کچھ کہنے کے لئے اپنا ہاتھ اٹھایا لیکن پاپا نے سر کی خفیف سی جنبش دکھا کر اُسے روک دیا۔

"ساری مصیبت تو یہ ہے کہ وہ لڑکوں کی بدنظمی پھیلانے اور شرارت کرنے پر ابھارتی ہے" مس وائلڈر نے واشگاف کہہ دیا۔ لارا انگالس ہی تو ہر قسم کی نافرمانی اور شرارت کے لئے انہیں اُکساتی رہتی ہے۔"

پاپا کی آنکھوں سے زندہ دلی کی جھلک نمایاں ہو رہی تھی۔ جس وقت انہوں نے چارلی کی طرف دیکھ کر اسے مخاطب کیا "میرے عزیز نوجوان، میں نے سنا ہے کہ تمہیں اپنی سیٹ کے نیچے ایک گری ہوئی پن رکھ کر بیٹھنے کی شرارت پر سزا دی گئی ہے!"

"نہیں جناب ایسا نہیں ہے" چارلی نے عرض کیا، جو اس وقت معصومیت کا نمونہ بنا ہوا تھا، "مجھے تو صرف اس پر بیٹھ کر اٹھنے کی سزا ملی ہے نہ کہ مسلسل بیٹھے رہنے کی" اس جواب کو سن کر ایک زندہ دل رکن نے بے اختیار ہنسی کو ذرا سا کھانس کر دبا دیا۔ سنجیدہ چہرے والے رکن کی مونچھیں بھی کسی قدر متحرک ہوئیں۔ مس وائلڈر کا چہرہ مارے غصہ کے گہرا سرخ پڑ گیا۔ پاپا بہت ہی سنجیدہ نظر آ رہے تھے۔ بھلا کسی اور کی مجال کیا کہ ذرا سا بھی مسکرا دے۔

الغرض پاپا نے دھیرے دھیرے لیکن اثرانگیز لہجے میں ایک مختصر سا لکچر دیا۔
"مس وائلڈر ہم یہ آپ کو واضح طور پر بتا دینا چاہتے ہیں کہ اسکول کے اندر جہاں تک نظم وضبط قائم کرنے کا سوال ہے مجلسِ انتظام مدرسہ آپ کی پوری پوری مدد کرے گی"
اور طلباء کی طرف کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے نصیحت آمیز طریقہ سے کہا "تم سب طالب علموں کو مس وائلڈر کا حکم تہِ دل سے بجا لانا چاہیئے اپنا برتاؤ درست رکھنا چاہیئے اور اپنے سبق دل لگا کر سیکھنے چاہئیں ہم اس مدرسہ کو ایک بہت ہی اعلیٰ نمونہ کا مدرسہ دیکھنا چاہتے ہیں اور ہم اسے ایسا ہی بنا کر رہیں گے۔
جب پاپا نے اس طرح سے کہا تو ویسا ہی کر کے بھی دکھانا چاہتے تھے اور بغیر کئے چین سے بیٹھنے والے نہ تھے۔
کمرۂ جماعت پر کامل سکوت چھایا ہوا تھا۔ مدرسہ کی مجلس انتظامیہ کے اراکین مس وائلڈر کو خدا حافظ کہہ کر رخصت ہونے کے بعد بھی یہی کیفیت رہی۔ نہ کوئی کانا پھوسی تھی اور نہ کوئی بے چینی کی حرکت نظر آرہی تھی ہر طالب علم مصروف مطالعہ تھا اور ایک کے بعد دوسری جماعت نہایت مستعدی کے ساتھ اپنا سبق کمرۂ جماعت کی خاموش فضا میں سنا رہی تھی۔
گھر پہنچنے کے بعد بھی لارا خاموش ہی تھی اس کو خدشہ لگا ہوا تھا کہ نہ معلوم پاپا اس سے کس قسم کی بازپرس کریں گے۔ پاپا کے کچھ کہنے سے پہلے گزرے ہوئے واقعات کے متعلق کچھ کہنا لارا کے لئے مناسب نہ تھا۔ پاپا نے رات کے کھانے کی تمام تیاریاں مکمل ہوتے اور لمپ کے گرد کھانے کی میز پر سب کے مل بیٹھنے سے پہلے کچھ نہ کہا پھر اخبار پڑھنا چھوڑ کر لارا کی طرف دیکھتے ہوئے دھیمی آواز سے کہنے لگے "چلو اب تم مجھے وہ بات سمجھاؤ جو تم نے کسی سے کہی تھی جس سے تم مس وائلڈر پر یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ تم بھی مدرسہ کو بخوبی چلا سکتی ہو اس بناء پر کہ میں مدرسہ کی مجلس انتظامیہ میں ہوں"۔
"پاپا میں نے ایسا تو کبھی نہیں کہا" نہ ہی ایسی بات میرے حاشیۂ خیال تک میں

کبھی آئی" لارا نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ کہا۔
"میں جانتا ہوں کہ تم نے ایسا نہیں کہا تھا" پاپا نے کہا
"لیکن پھر بھی تم نے کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور کی ہے جس سے مس وائلڈر کو اس قسم کا گمان پیدا ہوا۔ وہ کیا بات تھی مجھے خوب سوچ کر بتاؤ۔"
لارا نے اپنی یادداشت پر بہت زور ڈالا۔ وہ اس سوال کا جواب دینے کے لیے مطلق تیار نہ تھی خود کو بے گناہ تصور کرنے اور مس وائلڈر کو جھوٹ بولنے کی گنہگار ٹھہرانے کے علاوہ اس نے غور ہی نہ کیا کہ مس وائلڈر نے آخر ایسا کیوں کہا تھا۔
کچھ دیر کے بعد پاپا نے یاد دلانے کے لئے لقمہ دیتے ہوئے کہا "کیا تم نے کسی سے میرے اسکول کی مجلس انتظامیہ میں ہونے کے بارے میں ذکر کیا تھا؟"
اس کو سن کر لارا کا ذہن اس طرف منعطف ہوا جب نیلی اولیسن اکثر اس کا تذکرہ کیا کرتی تھی، لیکن لارا نے تو کبھی اس کا ذکر تک اپنی زبان پر لانا گوارا نہیں کیا پھر اس کے بعد لارا کو وہ لڑائی یاد آئی جب نیلی اولیسن اس کے طمانچہ رسید کرتے کرتے رہ گئی تھی تب جا کے لارا نے کہیں اپنے والد کو بتایا "نیلی اولیسن نے مجھ سے ایک دفعہ کہا تھا کہ مس وائلڈر کہہ رہی تھیں کہ آپ اسکول کی مجلس انتظامیہ کے رکن ہوں تو کیا ہوا اسکول کے معاملات میں کوئی دخل نہیں دے سکتے۔ جس پر میں نے کہا . . .!"
لارا اس قدر غضبناک ہو گئی تھی کہ اسے صحیح طور پر یہ بھی یاد نہ رہا کہ اس نے نیلی اولیسن کو جواب کیا دیا تھا۔" میں نے یہی کہا کہ آپ اسکول کے معاملات میں اتنا ہی دخل رکھتے ہیں جتنا کہ کوئی دوسرا رکن رکھتا ہے، پھر میں نے کہا، یہ بُرا ہوا کہ تمہارے والد کی شہر کے اندر کسی قسم کی ملکیت نہیں ہے، اگر تمہارا شمار گاؤں والوں میں نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ تمہارے والد کو بھی اسکول کی مجلس انتظامی کا رکن بننے کا موقع مل سکتا۔"
"اوہو لارا" ماں نے رنجیدہ ہو کر کہا "اسی بات نے تو اسے ناراض کر دیا۔"

"میں جانتی بھی یہی تھی" لارا نے کہا "میرا ارادہ تو اسے پاگل بنا دینے کا تھا" جس وقت ہم ٹلم کریک میں رہتے تھے تو وہ میرا اور میری کا تمسخر اڑایا کرتی تھی اس لئے کہ ہم اُن دنوں دیہات کی رہنے والی لڑکیاں تھیں۔ اب خود اُسے پتہ چل گیا ہوگا کہ اس قسم کی طعن و تشنیع کا کیا اثر ہوتا ہے۔"

"لارا، لارا،" ماں نے حیران و پریشان ہو کر احتجاج کیا "تم کیونکر اب تک اس قدر بے رحم اور کینہ پرور رہ سکتی ہو؟ وہ تو برسوں پرانی بات ہو چکی۔"

"اس نے تو آپ کی شان میں بھی گستاخی کی تھی۔ اور جیک کے ساتھ بھی ذلیل برتاؤ کیا تھا" لارا نے کہا اور آنسو بھر آنے سے اُس کی آنکھیں دکھنے لگیں۔

"خیر پرواہ نہ کرو" پاپا نے کہا "جیک تو ایک اچھا کتا تھا۔ اب تو وہ اپنے ٹھکانے بھی پہنچ چکا۔ اچھا تو نیلی سے جو کچھ تم نے کہا تھا اس کو توڑ مروڑ کر مس وائلڈر کو جا لگایا اور یہی حرکت اس کی اس سارے فساد کی جڑ تھی، بس میں سمجھ گیا۔" یہ کہہ کر انہوں نے اخبار اٹھایا۔ "ہاں، لارا، ممکن ہے کہ تم نے اس واقعہ سے کوئی کارآمد سبق لیا ہو، ذرا اسے بھی یاد رکھنا، جو کتا ہڈی لے کر آئے گا وہی لے کر بھی جائے گا۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی اور کیری نے پھر سے ہجے یاد کرنا شروع کر دیا۔ ماں نے کہا "میں تمہارے البم میں کچھ لکھنا پسند کروں گی لارا، اگر تم اُسے مجھے لا دو۔"

لارا، بالاخانہ میں جا کر اپنے صندوق سے البم نکال لائی اور ماں نے ڈیسک پر بیٹھ کر اپنے چھوٹے سے سیپ کے بنے ہوئے قلم سے بڑی غور و فکر کر کے لکھنے کے بعد عبارت کو لمپ کی حرارت سے خشک کر کے لارا کو واپس کر دیا۔

کریم کے رنگ کے صاف اور سپاٹ صفحہ پر ماں نے نہایت ہی خوش خط تحریر لکھی تھی۔ لارا نے پڑھا۔

"اگر دانش مندی کے طریقوں کو تم ہوش مندی سے تلاش کرو۔

تو ان پانچ چیزوں کو کبھی نہ بھولو
کہ تم کس سے بول رہے ہو
کس کے بارے میں بول رہے ہو
اور کس طرح، اور کس وقت اور کس جگہ

تمہاری چہیتی ماں
سی، ایل، انگالس

ڈی اسمیٹ، نومبر ۱۵ر سنہ ۱۸۸۱ء

نام والے کارڈ

موسم سرما کی ساری تیاریاں مکمل کر لینے کے بعد ایسے نظر آنے لگا جیسے سردی پڑے گی نہیں۔ دن میں مطلع بالکل صاف رہتا اور سورج آسمان پر بڑی آب و تاب سے چمکتا تھا۔ سطح زمین برف آلود نہ تھی۔

جب اسکول کی موسم خزاں کی میعاد ختم ہو چکی تو مس وائلڈر واپس مینی سوٹا چلی گئیں جہاں وہ رہتی تھیں۔ ان کی جگہ جو نئے ٹیچر مسمی مسٹر کلیو بیٹ تشریف لائے بڑے خاموش طبع، ارادہ کے مضبوط اور پابند اصول آدمی تھے۔ سوائے سبق پڑھنے کی دھیمی آوازوں کے اب اسکول میں ذرا بھی بے جا گو لاہٹ سنائی نہ دیتی تھی۔ سیٹوں کی قطاروں میں اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا ہر طالب علم دل لگا کر پڑھتا ہوا نظر آتا تھا۔

بڑی عمر والے سب لڑکے اسکول آرہے تھے۔ انھیں میں کیپ گارلینڈ بھی تھا جس کے چہرے کا رنگ موسمی اثرات کی وجہ سے گہرا سرخ بھورا پڑ گیا تھا۔ اس کے ہلکے رنگ کے بال اور ہلکی سی نیلی آنکھیں قریب قریب سفید دکھائی دیتی تھیں۔ اس کی مسکراہٹ میں کوندے کی سی لپک اور شعاع آفتاب کی سی گرمجوشی تھی۔ اس کو ہر شخص اس لئے جانتا تھا کہ اس نے پچھلے سرما میں المانزو وائلڈر کے ساتھ اپنی جان تک کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بہت خطرناک اور دشوار راستوں سے لوگوں کو بھوک سے مرنے سے بچانے کے لئے گیہوں فراہم کی تھی۔ اسکول آنے والوں میں بین ووڈورتھ، فریڈ گلبرٹ جن کے والد نے خرابی موسم کی وجہ سے ریلیں بند ہو جانے پر آخری ڈاک لانے کا انتظام کیا تھا، اور ریلی کے بھائی آرتھر جانسن بھی تھے۔

کیونکہ برف نہیں پڑی تھی اس لئے ظہر کے وقفہ تفریح میں لڑکے میدان میں نکل کر

بیس بال کھیلتے تھے لیکن بڑی لڑکیوں نے باہر نکل کر کھیلنا بند کر دیا تھا۔

نیلی بنائی کرتی، ایڈا اور مینی اور میری یا در کھڑکی کے پاس کھڑی ہو کر گیند کا کھیل دیکھتیں۔ لارا بھی کبھی کبھار ان کے ساتھ جا کر کھیل دیکھ لیا کرتی تھی لیکن بالعموم وہ اپنی ڈیسک پر ہی بیٹھی پڑھتی رہتی تھی کیونکہ اس کو ہر وقت عجلت ہی نہیں بلکہ ایک طرح کا اندیشہ سا لگا رہتا تھا کہ اگر وہ سخت محنت نہ کرے گی تو نہ امتحان ہی پاس کر سکے گی اور نہ سولہ سال سال کی عمر تک سند معلمی ہی حاصل کر سکے گی۔ اب عمر بھی اس کی کوئی پندرہ برس کی ہو گئی تھی۔

بارہ بجے کے تفریح کے گھنٹے میں ایڈا نے لارا کو ترغیب دلاتے ہوئے کہا "چلی آؤ لارا، آجاؤ، ذرا دیکھو تو سہی یہ کتنا دلچسپ گیند کا کھیل ہو رہا ہے۔ پڑھنے کے لئے تو سال بھر پڑا ہوا ہے، ابھی سے اتنا زیادہ پڑھ کے کیا کرو گی"؟

لارا نے اس کے اصرار پر اپنی کتاب بند کر دی اور خوشی محسوس کی کہ اس کی سہیلیاں اس کی صحبت کی خواہش مند ہیں۔ نیلی نے حقارت آمیز انداز سے اپنے سر کو جنبش دیتے ہوئے طنزاً کہا "میں خوش ہوں کہ مجھے اپنے خاندان کی پرورش کے لئے ٹیچر نہیں بننا ہے کیونکہ میرے خاندان کے پاس اتنا کچھ ہے کہ مجھے کمانے کی بھی ضرورت نہیں"۔

لارا نے بڑے صبر اور برداشت کے ساتھ، بہت ہی نرم لہجہ میں اور بڑی شیریں کلامی سے کہا "یہ ٹھیک ہے نیلی تمہیں ٹیچر بننے کی ضرورت نہیں ہے مگر تم یہ جانتی ہو کہ ہم ان غریب لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کی مدد ان کے مشرقی امریکہ میں رہنے والے رشتہ دار کرتے ہیں"۔

نیلی کو یہ سنتے ہی ایسے زور کا اشتعال پیدا ہوا کہ بولتے ہوئے بُری طرح سے ہکلانے لگی۔ میری پاور نے جب یہ حالت دیکھی تو جھگڑا نمٹانے کے لئے مخل ہو کر ٹھنڈے دل سے اس کو سمجھایا۔ "اگر بالفرض لارا مدرسی کا پیشہ اختیار کرنا چاہتی ہے تو میری سمجھ میں نہیں

آنا کہ اس سے کسی کو کیا مطلب۔ لارا بڑی چاق و چوبند لڑکی ہے اور بہت اچھی معلمہ ثابت ہوگی۔"

"جی ہاں بالکل صحیح ہے" ایڈا نے کہا۔ "وہ تو اتنی آگے نکل گئی ہے کہ ـــ" ایڈا کہتے کہتے رک گئی کیونکہ کیپ گارلینڈ دروازہ کھول کر اندر آ گیا تھا۔ وہ سیدھا قصبہ سے آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا دھاری دار کاغذ کا تھیلا تھا۔

"لڑکیو! ذرا میری طرف" کہتے ہوئے اُس نے میری پاور کی طرف بھرپور مسکراہٹ سے دیکھ کر تھیلے کو اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "کچھ مٹھائی چکھے گا؟"

میری لینے بھی نہ پائی تھی کہ ٹیلی نے بڑی پھرتی سے تھیلے کو جھپٹ لیا اور کہنے لگی "او کیپ! تمہیں یہ کیسے پتہ چلا کہ مجھے اس قسم کی مٹھائی بے حد مرغوب ہے؟ یہ ہے بھی قصبہ کی سب سے تحفہ مٹھائی" اور گارلینڈ سے آنکھیں چار کر کے اس طرح سے مسکرائی کہ لارا نے پہلے کبھی اسے اس طرح سے مسکراتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ کیپ گارلینڈ کچھ ہراساں دکھائی دیا مگر بعد میں خود ہی جھینپ گیا۔

"اے لڑکیو! کیا آپ لوگوں کو مٹھائی سے کچھ رغبت ہے"؟ ٹیلی بڑے فیاضانہ انداز سے ہر ایک کے آگے بڑی تیزی کے ساتھ مٹھائی کی تھیلی ہری تھیلی پیش کرتی گئی اس کے بعد خود بھی اس میں سے مٹھائی کا ایک ٹکڑا نکال کر تھیلی اپنے اسکرٹ کی جیب میں رکھ لی۔

کیپ نے میری پاور کی طرف معذرت طلبی کی نظروں سے دیکھا لیکن موخرالذکر نے اپنے سر کو ایک جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ کیپ کو یقین تو تھا نہیں مگر وہ یہ کہہ کر "جی مجھے خوشی ہوئی کہ آپ کو مٹھائی پسند آئی۔" وہاں سے گیند کھیلنے چلا گیا۔

دوسرے دن اسی وقفہ میں کیپ دوبارہ ویسی ہی مٹھائی لے کر آیا اور میری پاور کو دینے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اس دفعہ بھی ٹیلی نے اس کو حسب سابق ہتھیا لیا اور

اس کی طرف مسکراہٹ سے دیکھتے ہوئے کہنے لگی " اوکیپی تم اتنے پیارے لڑکے ہو کہ میرے واسطے اور بھی زیادہ مٹھائی لے آئے ہو" نیلی نے اس بار اپنی سہیلیوں کو مٹھائی کے لئے پوچھا تک نہیں، اُلٹے کیپ ہی سے متوجہ اور ہم کلام رہی اور بڑے نیازمندانہ انداز سے مخاطب ہو کر کہا " آپ بھی ضرور کچھ لیجئے کیپی، سب کی سب تو مجھے ہی ہڑپ نہیں کر لینی چاہیے " کیپ نے مٹھائی کا ایک ٹکڑا لے لیا اور نیلی باقی مٹھائی کو اپنا ہی حصہ سمجھ کر وہیں ٹکڑے ٹکڑے ہضم کر گئی اور کیپ کی شان میں قصیدہ خوانی بھی کرنے لگی کہ وہ کیسا خوبرو، سرو قد اور تنومند نوجوان ہے

کیپ گو مجبوراً دکھائی دے رہا تھا لیکن نیلی کے اس سخرے پن سے کافی محظوظ بھی ہوا۔ لارا سمجھ گئی تھی کہ نیلی پر قابو پانا کیپ کے بس کی بات نہیں ہے۔ میری پاور اتنی چھوٹی سی بات پر نیلی سے ٹکر لینے میں اپنی توہین سمجھتی تھی۔ لارا نے خفگی کے پیرایہ میں تعجب کا اظہار کیا کہ مٹھائی ہی کا کیا سوال، نیلی جیسی بھی اس لائق ہو گئی کہ جو چاہے حاصل کرے۔

جب تک مسٹر کلیویٹ نے اسکول کی گھنٹی نہ بجا دی نیلی نے کیپ کو اپنے ہی ساتھ باتوں میں لگائے رکھا۔ دوسرے ساتھی ان دونوں سے ایسے الگ الگ سے رہے جیسے کچھ معلوم ہی نہیں۔ لارا نے پہل کر کے اپنا آٹوگراف البم پیش کرتے ہوئے میری پاور سے درخواست کی کہ وہ اس میں کوئی دل نشین اور عقل افروز بات جو اسے یاد آئے لکھ دے۔ اتنا سننا تھا کہ سب ہی لڑکیوں نے ایک دوسرے کے البموں میں کوئی نہ کوئی دانشمندی کی بات لکھنی شروع کر دی۔ چونکہ نیلی کے پاس کوئی البم نہ تھا اس لئے وہ بیٹھی منہ تکتی رہی۔

میری پاور نے ڈیسک پر بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ اور روشنائی استعمال کر کے نہایت خوشخط عبارت میں چند پسندیدہ اشعار تحریر کئے جن کو پڑھنے کے لئے اس کے ساتھی لکھائی ختم ہونے تک شدت سے منتظر تھے۔

آخرش سوکھ ہی جائیں گے یہ وادی کے گلاب
اور جائے گا گزر عہدِ اُمنگ، عہدِ شباب

پھول دنیا کے حقیقت میں ہیں اک موج سراب
دوستی اپنی رہے گی مگر دائم شاداب

لارا کا البم اب تو ادبی جواہر پاروں کا ایک انمول مرقع بن گیا تھا۔ اس کی ماں نے جو اشعار لکھے تھے وہ بھی اس میں مرقوم تھے اور دوسرے صفحہ پر ایڈا کے ہاتھ سے لکھے ہوئے اشعار تھے:

یادوں کے سنہرے مندر میں
اک سُندر موتی اور سچے
ایڈا کی محبت کا ضامن

ایڈا۔ بی۔ رائٹ

کیپ تھا کہ بار بار نظریں بچا کر ان کی طرف دیکھتا جاتا لیکن کسی نے بھی اس کی بانیلی کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ لارا سے میتی جانسن نے اپنے البم میں کچھ لکھنے کی خواہش کی جس پر لارا نے کہا "میں ضرور لکھ دوں گی بشرطیکہ تم بھی میرے البم میں کچھ لکھ دو"

"میں حتی الامکان اس کی کوشش کروں گی لیکن پھر بھی میں میری جیسی خوش خط عبارت نہ لکھ سکوں گی جس کے آگے کاپر پلیٹ کی کندہ عبارت بھی ہیچ دکھائی دیتی ہے" مینی نے کہا اور آرام سے بیٹھ کر درج ذیل اشعار لکھ دیئے۔

وہ نام جو میں لکھ رہی ہوں
جب اس صفحہ پر دھندلا پڑ جائے
اور تمہارے البم کے صفحوں کا رنگ
مرور زمانہ سے پھیکا پڑ جائے
پھر بھی تم بہ نظر لطف میری یاد اپنے دل میں تازہ رکھنا

مجھے نہ بھولنا
اور میں جہاں بھی رہوں گی
تمہاری یاد میرے دل سے محو نہ ہو گی

مینی جانسن

گھنٹی بجی تو سب اپنی اپنی جگہ پر جا بیٹھے۔ اس دن دوپہر کے وقفہ میں نیلی نے اس طرز سے آٹو گراف البموں پر لعن طعن شروع کر دی جیسے کوئی دیرینہ بھڑاس نکال رہی ہو۔ "یہ تو اب متروک ہو چکے ہیں" اس نے کہا۔ "میرے پاس بھی ایک البم تھا لیکن اب میں کسی قیمت پر بھی پرانی اور متروک چیزوں میں سے ایک کو بھی برداشت نہیں کر سکتی" اس کی بڑ کا کسی نے یقین نہ کیا۔ نیلی پھر کہنے لگی "امریکہ کے مشرقی علاقہ میں جس جگہ کی میں رہنے والی ہوں وہاں تو نام والے کارڈوں کا رواج عام ہے۔"

"نام والے کارڈ کیا ہوتے ہیں" ایڈا نے پوچھا۔

نیلی نے پہلے تو کچھ حیرت کا اظہار کیا، پھر مسکرا کر کہنے لگی "تم میرے زبانی طور پر سمجھانے سے قطعی نہ سمجھ سکو گی۔ میں اپنا کارڈ تمہیں دکھانے کے لئے اسکول لاؤں گی لیکن میں تمہیں دوں گی نہیں کیونکہ تمہارے پاس اس کے عوض مجھ کو دینے کے لئے اسی قسم کا کوئی کارڈ ہو گا نہیں۔ قاعدہ یہی ہے کہ ان کارڈوں کا آپس میں ایک دوسرے سے تبادلہ کیا جاتا ہے۔ امریکہ کے مشرقی علاقہ میں تو اس کا گھر گھر چرچا ہے۔"

اس دفعہ بھی نیلی کی بات کا کسی کو یقین نہ آیا۔ اگر آٹو گراف البموں کا رواج ہی اٹھ گیا ہوتا تو پھر ان کی البمیں نئی نئی چھپ کر کیونکر بازار میں فروخت ہوتیں؟ لارا کے البم ہی کو دیکھو جسے اس کی ماں نے پچھلے ستمبر وِنٹن، آئیووا سے خرید کر دیا تھا۔

اسکول کی چھٹی کے بعد گھر لوٹتے ہوئے مینی جانسن نے کہا "نیلی تو محض ڈینگ مار رہی تھی۔ مجھے تو یقین نہیں آتا کہ اس کے پاس نام والے کارڈ ہوں گے اور شاید ان کا

کہیں وجود بھی ہوگا۔"

اگلے دن صبح میری پاور اور بینی جانسن لارا سے ملنے کے لئے اتنی بے قرار تھیں کہ لارا کے گھر کے قریب جاکر اس کے برآمد ہونے کا شدید انتظار کرنے لگیں۔ میری پاور نے نام والے کارڈوں کے متعلق معلومات فراہم کرلی تھیں۔ بینک کے متصل اخبار کے دفتر میں جہاں سے جیک ہاپ اپنا اخبار شائع کرتے تھے یہ کارڈ ملتے تھے کارڈ رنگین تھے اور ان پر پھولوں اور پرندوں کی رنگین تصویریں چھپی ہوئی تھیں۔ مسٹر ہاپ خریدار کی فرمائش پر ان کارڈوں کے اوپر نام بھی چھاپ دیتے تھے۔

"مجھے یقین نہیں آتا کہ نیلی اولیسن کے پاس کوئی نام والا کارڈ ہوگا" بینی نے بڑے وثوق سے کہا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ہم سے کچھ دیر پہلے ہی پتہ چلا لیا ہے کہ اس قسم کے کارڈ یہاں کس دکان سے مل سکتے ہیں۔ اب وہ مسٹر ہاپ ہی کے ہاں سے خرید کر ہم سے جھوٹ موٹ کہہ دے گی کہ یہ خاص مشرقی علاقہ کے بنے ہوتے ہیں۔"

"کس حساب سے بکتے ہیں" لارا نے دریافت کیا۔

"قیمتی چھپائی اور تصویروں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں" میری نے بتایا "میں نے سیدھے سادے طرز پر چھپے ہوئے ایک درجن کارڈ پچیس سینٹ میں طے کئے ہیں۔"

لارا نے مزید کچھ نہ کہا۔ میری پاور کے والد درزی تھے اور ان کا کام پوری طرح خوب چلتا تھا۔ لیکن فی الحال قصبہ میں نہ تجارتی کا کام تھا اور نہ ہی موسم بہار تک اس کی کوئی توقع تھی۔ پاپا کے ذمہ گھر پر پانچ آدمیوں کی پرورش اور میری کے کالج کے اخراجات تھے۔ لہٰذا ایک تفریحی شغل کے خاطر پچیس سینٹ خرچ کر دینا محض حماقت تھی۔

اُس دن صبح نیلی حسب وعدہ اپنے ساتھ نام والے کارڈ نہیں لائی جس وقت

نیلی سردی میں دور سے چل کر اِسکول آنے کے بعد اپنے ہاتھ اسٹوو پر سینک رہی تھی
اور جونہی سب لڑکیاں اسٹوو کے گرد جمع ہو گئیں تو میں نے نیلی سے مخاطب ہو کر
ان کارڈوں کے متعلق پوچھا "الٰہی خیر ہو" مجھے تو ان کے متعلق بالکل یاد ہی نہ رہا" ایسا لگتا ہے
کہ جب تک میں اپنی اُنگلی میں یادداشت کے لئے کوئی گرہ نہ باندھ لوں گی مجھے یاد
نہیں رہے گا۔" نیلی نے بات بناتے ہوئے کہا' جس کو سن کر مِنّی نے میری پادر اور
لارا کی طرف دیکھتے ہوئے آنکھوں آنکھوں میں کہا "میں نے کہتی تھی کہ یہ ایسے ہی کرے گی۔"

اُسی روز ظہر کے وقفہ میں کیپ پھر تیسری دفعہ وہی مٹھائی لایا جب معمول
نیلی دروازہ کے قریب موجود تھی۔ کیپ کو دیکھتے ہی اس نے کوکنا شروع کر دیا اُو'
او' کیپی" کہتے ہوئے اس نے مٹھائی کی تھیلی پر جھپٹا مارا ہی تھا کہ لارا نے فوراً آگے بڑھ
کر مٹھائی کی تھیلی کو اس کے ہاتھ سے چھڑا کر میری پادر کے حوالے کر دیا اور نیلی ہکا بکا
ہاتھ پسارے ہوئے رہ گئی۔

اس واقعہ کو دیکھ کر سبھی کو کچھ حیرانی سی ہوئی۔ لارا بھی اس سے متاثر ہوئی۔
اس کے بعد کیپ کے سارے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی' اور اس نے لارا کی طرف تشکر
آمیز نظر ڈالتے ہوئے جونہی میری کی طرف دیکھا تو میری نے کہا "آپ کا شکریہ' ہم سب
اب خوب مزے لے لے کر مٹھائی کھائیں گے۔" میری نے فوراً ہی سب میں مٹھائی بانٹ
دی۔ کیپ گیند کھیلنے کے لئے ان سے رخصت ہوتے ہوئے اُن کی طرف مڑ کر خوشی
کے مارے زور سے ہنس پڑا۔

میری نے مدعو کرتے ہوئے کہا "تم بھی ایک ٹکڑا اٹھا لو' نیلی"

"ضرور"! نیلی نے اپنے لئے مٹھائی کا بڑے سے بڑا ٹکڑا چھانٹ لیا۔ اور کہنے
لگی "مجھے واقعی کیپ کی لائی ہوئی مٹھائی بے حد پسند آتی ہے' لیکن وہ خود ہمیشہ
بنائے جاؤ بے وقوف اس اکھڑ کو۔"

میری کا چہرہ غصہ سے سرخ پڑ گیا تھا لیکن اس نے زبان سے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا' لیکن لارا نے طیش میں آ کر کہا " مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ تم اس سے تبھی خوش ہو گی جب وہ تمہیں خوب مینڈ نے کا موقع دے ۔ تمہیں یہ بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ مٹھائی وہ میری کو دینے کے لئے ہی لا رہا تھا "

نیلی نے بڑی دون کی لیتے ہوئے کہا " رہنے بھی دو' میرے آگے اس کی حقیقت ہی کیا ہے' چاہوں تو اسے انگلیوں پر نچا ڈالوں ۔ میں نے اس کے جگری دوست' وہ نوجوان مسٹر وائلڈر کو سمجھنا چاہتی ہوں جس کا نام بھی کچھ مزاحیہ سا ہے ۔ خیر تم دیکھ لو گی " اور دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا تھی " دیکھنا میں اس کے اُن گھوڑوں کے پیچھے لگی ہوئی بگھی پر سوار ہو کر جی بھر کے گھومنے جا رہی ہوں "

لارا کو یقین تھا کہ نیلی اپنی یہ خواہش تو پوری کر ہی لے گی لیکن اس کو تعجب تو اس بات کا تھا کہ مس وائلڈر کے ساتھ اس کی اتنی گاڑھی دوستی ہونے کے باوجود بھی اسے مس وائلڈر کے بھائی نے اب تک بگھی کی سواری کی دعوت نہیں دی تھی ۔ رہا اپنا معاملہ سو لارا جانتی ہی تھی کہ اس دل پسند تفریح سے لطف اندوز ہونے کے سارے مواقع اس نے آپ اپنے ہاتھ سے برباد کئے ہیں ۔

میری پاور نے جن نام والے کارڈوں کا آرڈر دیا تھا وہ اگلے ہفتہ چھپ کر تیار ہو چکے تھے' لہذا اپنی سہیلیوں کو دکھانے کے لئے میری انہیں اپنے ساتھ اسکول لے گئی بہت ہی ہلکے سبز رنگ کے نہایت ہی خوشنما کارڈ تھے وہ ۔ ہر کارڈ پر ایک خوبصورت تصویر چھپی ہوئی تھی جس میں سنہری چھڑی پر بیٹھا ایک پرندہ گیت گاتے جھولتے ہوئے دکھایا گیا تھا ۔ تصویر کے نیچے جلی حروف میں میری پاور لکھا ہوا تھا ۔ میری نے اپنے نام کا ایک ایک کارڈ مینی' ایڈا اور لارا کو دے دیا حالانکہ ان کے پاس کوئی ایسا کارڈ نہ تھا جو تبادلہ میں میری کو دیتیں ۔

اُسی دن نیلی بھی اپنے کارڈ اسکول لے کر آئی تھی۔ اس کے کارڈوں کا رنگ ہلکا زرد تھا جن پر خوشنما پھولوں کے گلدستہ کی تصویر بنی ہوئی تھی جس کے نیچے لہردار پٹی کے اندر "پادروں کے لئے" تحریر تھا۔ نیلی کا پورا نام قلمی حروف میں کارڈ کے بیچوں بیچ چھپا ہوا تھا۔ بالکل خرید و فروخت کے ڈھنگ پر اس نے اپنا کارڈ میری کو دے کر میری کا کارڈ اپنے لئے حاصل کر لیا۔

اگلے دن مینی نے بھی تھوڑے سے کارڈ خریدنے کا ارادہ کیا۔ اُس کے والد نے اُسے پیسے دے دیئے تھے اور وہ اسکول کے بعد اپنے کارڈوں کا آرڈر دینے کے لئے اس شہر پر بازار جانا چاہتی تھی کہ اس کی سہیلیاں بھی اُس کے ساتھ چلیں۔ لیکن ایڈا نے اپنی مجبوری نہایت خندہ پیشانی سے اس پر ظاہر کر دی "مجھ کو تو اس طرح سے وقت ہرگز ضائع نہ کرنا چاہیئے کیونکہ تم تو جانتی ہی ہو میں ایک منہ بولی بیٹی ہوں، مجھے تو جلد از جلد گھر پہنچ کر حتی المقدور گھریلو کام انجام دینے ہوتے ہیں۔ میں نام والے کارڈوں کے لئے کسی کچھ کبھی نہیں سکتی۔ فادر براؤن جو مذہبی مبلغ ٹھہرے، ان کے نزدیک ایسی چیزیں موجب کدورت ہیں۔ اس لئے مینی جب تم اپنے کارڈ لے آؤ گی تو میں ان کو ہی دیکھ کر خوش ہو لیا کروں گی۔"

جب ایڈا ان سے رخصت ہو گئی تو میری پادر نے کہا "کتنی پیاری لڑکی ہے ایڈا۔ کیوں ہے نا؟" ایڈا سے سب ہی کو انس و محبت تھی۔ لارا خود بھی ویسی ہی بننا چاہتی تھی لیکن ممکن نہ تھا۔ اس کے دل میں ایک مخفی رشک تھا کہ کاش میری پادر اور مینی کی طرح اس کے پاس بھی نام والے کارڈ ہوتے۔

کارڈ خریدنے کے لئے جب تینوں سہیلیاں اخبار کے دفتر پہنچیں تو مسٹر آپ چھپائی کے کام میں مصروف تھے۔ ان کے ایپرن پر سیاہی کے دھبے لگے ہوئے تھے۔ انھوں نے کارڈوں کے بہت سے نمونے کاؤنٹر پر لاکر پھیلا دیئے تاکہ پسند کر لئے جائیں۔ ایک سے ایک بڑھیا کارڈ تھا۔ اور انھی میں رکھے ہوئے نیلی کے کارڈ پر جب لارا کی نظر پڑی تو نیلی کی

جھوٹ کا بھانڈا پھوٹ گیا کہ اس نے بھی اپنے کارڈ یہیں سے خریدے ہیں نہ کہ مشرقی علاقہ سے۔

کارڈ خوشنما اور نہایت ہی دیدہ زیب تھے، کچھ کے کنارے سنہرے بھی تھے پھولوں کے گلدستوں کی تصویریں چھ قسم کی تھیں جن میں سے انتخاب کیا جا سکتا تھا۔ ایک تصویر میں پھولوں کے اندر ایک گھونسلہ بنا ہوا تھا جس کے کناروں پر دو چڑیاں بیٹھی ہوئی تھیں جن کے سروں کے اوپر لفظ "محبت" لکھا ہوا تھا۔

"یہ کارڈ تو صرف نوجوان لڑکوں کے لئے مناسب ہے" مسٹر ہاپ نے انہیں سمجھایا۔ "ایسے کارڈ پیش کرنے میں تو صرف نوجوان لڑکے کچھ بے باک ہوتے ہیں"

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا" بینی نے شرما کر دبے ہوئے لہجہ میں کہا۔

چونکہ لڑکیوں کو اپنے اپنے کارڈ منتخب کرنے میں مشکل واقع ہو رہی تھی اس لئے مسٹر ہاپ نے اُن سے کہا "آپ نہایت آرام و اطمینان کے ساتھ پسند کرتی رہیں جب تک میں اپنے اخبار کی چھپائی میں لگا رہتا ہوں"

اتنا کہہ کر وہ جہاں سے کام چھوڑ کر آئے تھے وہیں چلے گئے۔ ڈھلے ہوئے حروف کے ٹھپوں پر انھوں نے سیاہی پھیری اور پھر اُن پر سفید کاغذ کے تاؤ رکھ دیئے جس وقت بینی اپنے لئے ایک ہلکے نیلے رنگ کا کارڈ پسند کر کے فارغ ہوئیں، چراغ روشن کرنے کا وقت ہو چکا تھا۔ مسٹر ہاپ نے فوراً چراغ جلا دیا۔ اب لڑکیاں دیری کے ڈر سے جلدی جلدی اپنے اپنے گھروں کیلئے روانہ ہو گئیں۔

جس وقت لارا دم سادھے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ پاپا ہاتھ دھو رہے ہیں اور ماں میز پر کھانا لگا رہی ہیں۔ ماں نے چپکے سے پوچھا "اتنی دیر تک کہاں رہیں لارا؟"

"مجھے افسوس ہے ماں میں نے نہیں سمجھا تھا کہ اتنی دیر لگ جائے گی لیکن ایک ذرا سے کام میں لگ ہی گئی" لارا نے معذرت چاہتے ہوئے نام والے کارڈوں کا ماجرا کہہ سنایا لیکن اپنی زبان سے نہ کہا کہ وہ خود ان کارڈوں کی کتنی دلدادہ ہے۔ پاپا نے اس کو بتایا کہ جیک نے بھی

اپنے ساتھ اس قسم کی نادر چیزیں لے کر عنقریب ہی قصبہ میں آنے والا ہے۔
جب پاپا نے پوچھا "ان کی قیمت کیا ہوتی ہے؟" تو لارا نے بتایا کہ سستے سستے کارڈ پچیس سینٹ فی درجن ملتے ہیں۔
اب قریب قریب سونے کا وقت ہو چکا تھا۔ لارا اس وقت پڑھتے پڑھتے امریکہ کی ۱۸۱۲ء کی جنگ کے متعلق کچھ اپنے ذہن میں سوچتے ہوئے اگلی دیوار پر نظریں جمائے تھی کہ پاپا نے اپنا اخبار تہہ کر کے نیچے ڈال دیا اور آواز دی "لارا"
"جی ہاں، پاپا؟"
"کیا تم کو بھی ان نئی چلن کے کچھ کارڈوں کا شوق ہے؟ بتاؤ تو سہی" پاپا نے اس سے دریافت کیا۔
"چارلس، میں بھی یہی بات بس پوچھنا ہی چاہتی تھی" ماں نے کہا۔
"جی ہاں، صحیح ہے، میرا دل انہیں حاصل کرنا چاہتا تو ہے" لارا نے اعتراف کیا۔ "لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ میرے لئے ناگزیر ہی ہوں"
پاپا نے مسرت سے جگمگاتی ہوئی آنکھوں سے لارا کو دیکھتے ہوئے اپنی جیب سے کچھ چاندی اور نکل کے سکے نکال کر اس کو دیئے "میرا خیال ہے کہ ان پیسوں میں تو کارڈ آجائیں گے" انہوں نے کہا "چلو تمہارا مقصد تو حل ہوا"
لارا پیسے لینے میں جھجک رہی تھی "کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان کارڈوں کی مجھے حقیقی ضرورت ہے؟ کیا ہم یہ خرچ برداشت کر سکتے ہیں؟" لارا نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔
ماں نے کہا "دیکھو لارا! جو کچھ تمہارے پاپا اپنی خوشی سے تمہارے لئے کر رہے ہیں ٹھیک ہے کہیں تم ان کی مرضی پر تو نکتہ چینی نہیں کر رہی ہو؟" لارا چونک کر فوراً کہہ اٹھی "میرے مشفق پاپا آپ کا شکریہ"
اس کے بعد ماں نے تعریف کرتے ہوئے کہا "لارا تم ایک بڑی نیک لڑکی ہو

اور ہماری بھی یہی آرزو ہے کہ تم بھی اپنی ہم عمر لڑکیوں کی خوشیوں میں برابر کی شریک رہو۔ اگر تم سے ہو سکے تو کل ہی صبح اسکول جانے سے پہلے اپنے کارڈوں کا آرڈر دے آؤ۔"

اُس رات لارا کو اپنے بستر پر میری کی عدم موجودگی کا خیال کر کے کچھ ندامت سی محسوس ہونے لگی۔ اس کو یہ احساس ہوا کہ وہ حقیقت میں اتنی بھلی نہیں ہے جتنی ماں، میری اور ایڈا براؤن ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ نام والے کارڈوں کا خیال کر کے اُسے بڑی خوشی بھی ہوتی تھی محض اس لئے نہیں کہ وہ بہت خوبصورت تھے بلکہ کچھ اس لئے بھی کہ اُن سے اس کی حریف نیلی اولیسن کے منہ پر چپت پڑے گی اور اس کے پاس بھی ویسے ہی عمدہ کارڈ ہوں گے جیسے میری پاور اور مینی کے پاس ہیں۔ مسٹر ہاپ نے بدھ کے دن بارہ بجے تک لارا کو کارڈ چھاپ کر دے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اُس دن تو لارا کو کھانے تک کی پرواہ نہ تھی۔ ماں نے برتن دھونے سے چھٹی دیدی اور وہ دوڑی دوڑی اخبار کے دفتر پہنچی۔ وہاں اس کے کارڈ تیار رکھے تھے ہلکے گلابی رنگ کے کارڈ جن پر خوش رنگ گلاب کے پھولوں اور دوسرے ہلکے نیلے رنگ کے پھولوں کے گلدستہ کی تصویر چھپی ہوئی تھی اور اس کے نیچے مہین اور صاف سنہرے حروف میں پورا نام لارا ایلزابتھ انگالس چھپا ہوا تھا۔

ٹھیک وقت پر اسکول پہنچنے کی جلدی میں لارا ان کارڈوں کو اچھی طرح جی بھر کے دیکھ سکی۔ وہ سیکنڈ اسٹریٹ سے ہوتی ہوئی، کنارے والی پٹری پر تیز تیز چلی جا رہی تھی کہ ایکا ایکی ایک نئی اور چمکدار بگھی اس کے قریب آ کر رک گئی۔

جب لارا نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو اسے بھورے مورگن گھوڑوں کی جوڑی دیکھ کر حیرت سی ہوئی۔ جواں عمر مسٹر وائلڈر ایک ہاتھ میں اپنی ٹوپی پکڑے ہوئے بگھی کے قریب کھڑا تھا۔ اپنا دوسرا ہاتھ لارا کی طرف بڑھا کر کہنے لگا "اسکول تک بگھی میں سوار ہو کر چلنا پسند کرو گی کیا؟ اس طرح تم جلد پہنچ جاؤ گی۔"

اس نے لارا کا بازو پکڑ کر سہارا دیتے ہوئے لارا کو بگھی پر بیٹھنے میں مدد دی اور بعد

میں خود بھی سوار ہوا اور اس کے برابر بیٹھ گیا۔ لارا اپنی حیرانی، شرمیلے پن، اور اُس پر لطف کیفیت کی وجہ سے جو اُسے ان خوبصورت گھوڑوں کی بگھی کی سواری سے حاصل ہو رہی تھی تقریباً گنگ تھی۔ گھوڑے اپنی ہلکی دلکی چال سے چلے جا رہے تھے اور کلم کے انتظار میں ان کی کنوتیاں بار بار پیچھے مڑتی رہتی تھیں۔

"میں — میں لارا انگالس ہوں" لارا نے مسٹر وائلڈر سے مخاطب ہو کر کہا۔ حالانکہ یہ بے وقوفی کی بات تھی لیکن بے چاری کرتی بھی کیا۔ ایسے موقع پر کچھ نہ کچھ تعارف بھی ضروری تھا۔

"میں تمہارے والد کو جانتا ہوں اور تمہیں بھی قصبہ ہی میں ایک عرصہ سے جہاں تہاں دیکھتا چلا آرہا ہوں" مسٹر وائلڈر نے جواب دیا۔ "میری بہن اکثر تمہارا تذکرہ کرتی تھی"

کتنے خوبصورت گھوڑے ہیں! کیا نام ہیں ان کے؟" لارا نے دریافت کیا، حالانکہ لارا ان گھوڑوں کے ناموں سے بخوبی واقف تھی لیکن بات کرنے کے لئے کسی نہ کسی بہانے کی متلاشی تھی۔

"اس قریب والے گھوڑے کا نام لیڈی ہے اور دوسرے کا پرنس ہے" وائلڈر نے بتایا۔

لارا دل سے یہی چاہتی تھی کہ کاش گھوڑے خوب تیزی سے دوڑیں بلکہ تیز رفتاری کی حد کو جا پہنچیں لیکن زبان سے کہہ نہ سکتی تھی چونکہ لحاظ و ادب مانع تھا۔

لارا نے موسم اور موسمی حالات کے بارے میں کچھ باتیں کرنی چاہیں لیکن وہ بھی بے محل معلوم ہوئیں۔

اُسے گفتگو کے لئے کوئی مناسب موضوع ڈھونڈنے سے بھی نہ ملا، اور اس سارے عرصے میں فاصلہ صرف ایک بلاک کی عمارتوں کی لمبائی کے برابر طے ہوا۔

"میں اچھے نام والے کارڈ دے رہی تھی" لارا خود بخود بڑبڑانے لگی۔

"سچ مچ؟" مسٹر وائلڈر نے کہا "میرے پاس تو بالکل سیدھے سادے کارڈ تھے"

جنہیں میں نے مینی سوٹا میں خریدا تھا"

مسٹر وائلڈر نے جھٹ اپنی جیب سے ایک کارڈ نکال کر لارا کو پیش کیا۔ اس نے گھوڑوں کی باگیں اپنے دستانہ چڑھے ہوئے ہاتھ میں اس طریقہ سے پکڑ رکھی تھیں کہ ان کے تسمے انگلیوں کے بیچ میں سے گزرتے تھے تاکہ باگوں کی گرفت کو حسب ضرورت ڈھیلا یا سخت کیا جا سکے۔ کارڈ جو اس نے لارا کو دیا تھا بالکل سادہ اور سفید رنگ کا تھا جس کے بیچوں بیچ قدیم انگریزی حروف میں اس کا پورا نام المانزو جیمس وائلڈر چھپا ہوا تھا۔

"یہ ایک بخیر ملکی قسم کا نام ہے" اس نے مذمت کے لہجہ میں کہا۔

لارا نے اس نام میں کچھ خوبیاں ڈھونڈ نکالنے کی کوشش بھی کی، لیکن اس کے سوائے کچھ اور نہ کہہ سکی کہ "واقعی یہ نام تو کچھ عجیب سا ہے"

"کیا کیا جائے، یہ نام دوسروں کی پسند کا نتیجہ ہے" اس نے اپنی تیوری بگاڑ کر کہا۔ "میرے بزرگوں کا یہ توہم آمیز خیال ہے کہ خاندان میں کسی نہ کسی رکن کا نام المانزو ضرور ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ آج سے صدیوں پہلے صلیبی جنگوں کے زمانے میں ہمارے کسی بڑھے نے بھی کسی صلیبی جنگ میں حصہ لیا تھا اور ان کی جان ایک عرب نے جس کا نام المنظور تھا بچائی تھی۔ لہذا کچھ عرصہ کے بعد انگلستان میں یہی نام المنظور بگڑ کر المانزو ہو گیا جو اب تک چلا آ رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب اس پر کوئی مزید اصلاح کی گنجائش نہیں ہے"

"میری دانست میں یہ ایک بڑا دلچسپ نام ہے" لارا نے بڑے دیانتدارانہ انداز سے کہا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس نام کی وجہ تسمیہ اچھی ہی سمجھی تھی۔ لیکن اب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے کارڈ کا کیا کرے۔ واپس کرنا بھی بد اخلاقی کی بات تھی یہ بھی خیال آتا تھا کہ اس طرح سے دینے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ بالکل ہی مفت کے اپنے پاس رکھ لیا جائے۔ لارا بڑے تذبذب میں گرفتار تھی اور اس کارڈ کو اس طرح سے اپنے

ہاتھ میں پکڑے رہی کہ اگر المانزو اُسے واپس لینا چاہے تو آسانی سے لے سکے۔ جب گھوڑوں کی جوڑی سیکنڈ اسٹریٹ کے نکڑ سے مڑنے لگی تو لارا ہراساں ہو کر اس اُلجھن میں پڑ گئی کہ اگر المانزو نے اپنا دیا ہوا کارڈ واپس ہی نہ لیا تو کیا اُس کو اس کے عوض اپنے نام کا کارڈ پیش کر دینا چاہیے۔ اس کو یہ بھی خیال آیا کہ نیلی نے اسے بتایا بھی تھا کہ نام والے کارڈوں کا آپس میں تبادلہ کرنا ہی صحیح طریقہ ہے۔

لیکن پھر بھی کچھ نہ بنا۔ المانزو تو گھوڑوں کو ہانک رہا تھا، وہ اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔

"کیا آپ — کیا آپ اپنا کارڈ واپس لیجئے گا؟" لارا نے آخر اس سے دریافت کر ہی لیا۔

"تم چاہو تو اپنے پاس رکھ سکتی ہو" المانزو نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ کیا اس کے بدلے میں میرا کارڈ لینا چاہتے ہیں" لارا نے بندھی ہوئی گڈی میں سے ایک کارڈ نکال کے دے دیا۔

المانزو نے اُسے لے کر بہت غور سے دیکھا۔ "کوئی ہرج نہیں، بڑا ہی لاجواب کارڈ ہے یہ" یہ کہتے ہوئے اس نے کارڈ اپنی جیب میں رکھ لیا۔

اتنے میں وہ اسکول پہنچ چکے تھے۔ المانزو باگیں کھینچ کر نیچے کود پڑا، اپنی ٹوپی سر سے اتار لی اور لارا کو بگھی سے نیچے اترنے میں مدد دینے کے لئے اپنا ہاتھ اُس کے آگے بڑھا دیا۔ اُترتے وقت لارا کو کسی ایسی مدد کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن پھر بھی زمین پر آہستگی سے اترتے ہوئے اس نے المانزو کے دستانے پر اپنی انگلیوں کے سروں سے خفیف سا سہارا لے ہی لیا تھا۔

"بگھی کی سواری کے لئے آپ کا بہت بہت شکریہ" لارا نے بڑے خلق کے ساتھ کہا۔

"اس کا ذکر نہ کیجئے" المانزو نے جواب دیا۔ المانزو کے بال کالے رنگ کے نہ تھے جیسا کہ لارا سمجھ رہی تھی بلکہ ان کا رنگ گہرا بھورا تھا۔ اس کی آنکھیں اتنی گہری نیلی تھیں کہ اس کے موسم زدہ چہرے کے سیاہی مائل بھورے رنگ پر بڑی دل کش نظر آتی تھیں

اور اس کی نگاہیں مستحکم، متوازن اور حقیقت شناس ہونے کے علاوہ ان سے بشاشت اور خوش مزاجی بھی ٹپکتی تھی۔

کیپ گارلینڈ نے مسٹر وائلڈر کو دیکھ کر بہ آواز بلند "ہیلو وائلڈر!" کہہ کر ملاقات کی سلام علیک کی آواز دی تو وائلڈر بھی اپنا ہاتھ اس کے جواب میں ہاتھ ہلاتے ہوئے بگھی ہانکتے ہوئے آگے نکل گیا۔ مسٹر کلبوٹ اسکول کی گھنٹی بجا رہے تھے اور لڑکے جماعتوں میں داخل ہو رہے تھے۔

جس وقت لارا اپنی سیٹ پر پہنچ کر بیٹھ چکی تو ایڈا کو بس اتنی ہی مہلت ملی کہ خوشی خوشی لارا کا ہاتھ بھینچ کر اس کے کان میں یہ کہہ سکے "اے کاش تم اس کا چہرہ دیکھ سکتیں جس وقت تم بگھی پر بیٹھی ہوئی اسکول آئی تھیں!" میری پاور اور مینی سیٹ کی قطاروں کے درمیانی راستوں کے پرے بیٹھی ہوئی لارا کو مسکرا کر دیکھ رہی تھیں مگر نیلی تھی کہ اپنا منہ لارا کی طرف سے عمداً پھیر کر کہیں اور دیکھ رہی تھی۔

سترھواں باب

میل ملاپ کا جلسہ

ایک دن سنیچر کی دوپہر میں میری پادر ہانپتی ہوئی لارا کے پاس یہ خبر سنانے کے لیے آئی کہ فرنیچر اسٹور کے اوپر والے مسز ٹکینک ہیم کے گھر میں اگلے جمعہ کی شب خواتین کی انجمن فلاح و بہبود اپنا جلسہ کر رہی ہے۔ اس کے گالوں پر خفیف سی گلابی رنگت اس کی انبساط انگیز کیفیت کو آشکار کر رہی تھی۔

"اگر تم چلو گی تو میں بھی چلوں گی، لارا" میری پادر نے کہا۔ "کیا ہی خوب ہو اگر مسز انگالس رضامند ہو جائیں؟"

حالانکہ میری پادر سے لارا کو بے حد الفت تھی لیکن لارا نے اس سے جلسے کے متعلق کچھ بھی پوچھنا پسند نہ کیا کیونکہ اس وقت اس کے کوئی بات ذرا سی مزاحم ہو رہی تھی۔ میری پادر بے حد خوش پوش لڑکی تھی اور بڑے نفیس لباس پہنتی تھی کیونکہ اس کے کپڑے خود اس کے والد ہی جو ایک مانے ہوئے درزی تھے سی دیا کرتے تھے۔ اور وہ اپنے بالوں کو بہت ہی دیدہ زیب جوڑے کی شکل میں بنوائے رکھتی تھی۔

ماں نے اس میل ملاپ کے مقامی جلسہ میں لارا کو جانے کی اجازت دے دی۔ اُن کو بھی اسی وقت علم ہوا تھا کہ قصبہ کی خواتین بھی اس قسم کی ایک امدادی انجمن کا قیام عمل میں لائی ہیں۔

سچ پوچھو تو بات یہ تھی کہ پا اور ماں دونوں کو بڑی مایوسی ہوئی تھی جس وقت پلم کریک کے رہنے والے، ان کے چہیتے دوست، تقدس مآب آلڈن صاحب

کا تقرر تبلیغ و ارشاد کے لئے قصبہ میں نہ ہو سکا۔ ریورنڈ آلڈن صاحب خود بھی اسی قصبہ کے مبلغ بننے کے بڑے خواہش مند تھے اور کلیسا کی مجلسِ انتظام نے انہیں اس کی منظوری بھی دے دی تھی لیکن جب وہ قصبہ میں تشریف لائے اور دیکھا کہ ان کی جگہ پر ریورنڈ براؤن صاحب پہلے ہی مامور ہو چکے ہیں تو پھر وہ امریکہ کے مغربی علاقہ میں جہاں آبادکاری ہو رہی تھی مبلغ کی حیثیت سے چلے گئے۔

یوں تو پاپا اور ماں دونوں مقامی کلیسا کی سرگرمیوں سے ہمیشہ دلچسپی رکھتے تھے اور ماں کا بھی کلیسا کی خاطر خواتین کی فلاح و بہبود کے کاموں میں حصہ لینا ناگزیر تھا لیکن پھر بھی ریورنڈ آلڈن صاحب کے رہنے پر انہیں جتنی مسرت ہو سکتی تھی اتنی نہ تھی۔

اگلے ہفتہ پھر لارا اور میری باوراس میل ملاپ کے جلسہ میں شریک ہونے کے لئے انتظار کی گھڑیاں گن رہی تھیں کیونکہ اس میں شرکت کے لئے دس سینٹ دینے پڑتے تھے اس لئے میری اور ایڈا اپنی شرکت کے متعلق متشکک تھیں اور نیلی نے تو صاف کہدیا تھا کہ اُسے اس جلسہ سے مطلق دلچسپی نہیں۔

لارا اور ایڈا دونوں کو جمعہ کا دن بہت دور دکھائی دیتا تھا اور شب جمعہ کا بہت شدید انتظار تھا۔ اس دن اسکول سے لوٹنے کے بعد لارا نے اپنے اسکول کے کپڑے بھی نہ بدلے بلکہ اُن پر ہی ایپرن پہن کر اس کے بند کو ٹھوڑی کے نیچے باندھ لیا۔ رات کا کھانا معمول سے پہلے ہی تناول کیا گیا اور لارا کھانے پینے کے برتن دھو دھا کر رکھ دینے کے بعد جلسہ میں جانے کی تیاری میں لگ گئی۔

ماں نے اس کے لباس کو بڑی ہوشیاری سے برش سے صاف کرنے میں مدد دی کیونکہ یہ شہزادیوں کے طرز پر بنا ہوا نہایت ہی نفیس بھورے رنگ کے اون کا قیمتی لباس تھا جس کا اونچا اور کڑا کالر ٹھوڑی تک پہنچتا تھا اور لہنگے کے کنارے جوتوں سے رگڑتے تھے۔ بے حد عمدہ لباس تھا۔ کفوں اور کالر کے کناروں پر سرخ مغزی لگی ہوئی تھی اور

سامنے کی طرف اوپر سے نیچے تک بھوری سی ہی سیبنگ کے بنے ہوئے بٹن لگے ہوئے تھے جن کے بیچوں بیچ ننھا سا شطرنج کا نمونہ ترشا ہوا تھا۔

سامنے والے کمرہ میں جہاں لیمپ جل رہا تھا لارا آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر برش اور کنگھی کے ذریعہ اپنے بالوں کو اپنی خواہش کے مطابق بہت ہی نظر افروز اسٹائل سے سنوارنے کی کوشش میں لگی رہی لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔

بالآخر بیزار ہو کر التجا آمیز لہجے میں کہا "آؤ ماں کیا آپ میری خواہش کے مطابق پیشانی پر لٹکتے رکھنے کے لیے سامنے کے بالوں کو تراشنے کی اجازت دیں گی۔ میری پادری بھی اپنے بالوں کی آرائش اسی طرح سے کرتی ہے جس سے بالوں کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔"

"تمہارے بال تو ویسے بھی بہت اچھے لگتے ہیں" ماں نے کہا "شک نہیں کہ میری پادری ایک بڑی نفیس مزاج اور سلیقہ مند لڑکی ہے لیکن اس کے بال کاڑھنے کا اسٹائل بڑا لغو ہے اور اگر میں اُسے 'دیوانی جھاڑ' کہوں تو غلط نہ ہوگا"

"لارا آپ کے بالوں کی خوبصورتی میں کوئی کلام نہیں، کیسے سنہرے، کتنے لمبے اور کس قدر گھنیرے اور چمکدار ہیں" کیری نے لارا کی دلداری کرتے ہوئے کہا۔

لارا اب بھی آئینے میں اپنے عکس کو بے دلی سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا دھیان بار بار پیشانی پر بکھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے بالوں کی طرف جاتا تھا۔ جب انہیں برش سے پیچھے پلٹا دیا جاتا تو بڑے بالوں کے اندر چھپ جاتے تھے۔ اب لارا نے یہ کیا کہ ان سب کو کنگھی کے ذریعہ ماتھے پر ایک پتلی سی جھالر کی شکل میں گرا دیا۔

"اب ذرا ملاحظہ فرمائیے گا ماں!" لارا نے بڑی منت و سماجت کے انداز سے کہا "میں میری پادری کی طرح بالوں کی کوئی ہاں یا وہ چھٹائی نہیں کروں گی بلکہ صرف اتنے ہی رکھوں گی کہ ان سے ماتھے پر پھیلانے کے لئے حلقے بن سکیں۔"

"اچھا، چلو ایسے ہی کر لو" ماں نے اجازت دے دی۔

لارا نے ماں کی سلے دانی سے قینچی لی اور آئینہ میں دیکھ کر اپنی پیشانی کے اوپر کے بالوں کو ایک پتلی سی جھالر کی شکل میں جس کی چوڑائی تقریباً دو انچ ہو گی کاٹ لیا۔ پھر اپنی اپنی سلیٹ کی لمبی پنسل کا ایک سرا ہیٹر پر گرم کر کے اس کا ٹھنڈا سرا ہاتھ میں پکڑ کے گرم سرے کے اطراف ترشے ہوئے بالوں کو زور سے لپیٹ لپیٹ کر لچھے دار بنا لیا۔

بقیہ بالوں کو کنگھے سے پیچھے کی طرف کر کے ایک لمبی چوٹی گوندھ لی جسے کنڈلی کی شکل میں گدی پر لپیٹ کے پن کے ذریعہ کس دیا۔

"اچھا اب میری طرف پلٹو! ذرا میں بھی تو تمہیں دیکھوں" ماں نے کہا۔

لارا ماں کی طرف رخ کر کے کھڑی ہو گئی، اور ان سے پوچھا "بتایئے ماں، اب میں کیسی لگتی ہوں"

"بھئی بہت اچھی لگتی ہو" کیا کہنے۔ ماں نے مان لیا۔ لیکن اس کے باوجود جو بالوں کی قدرتی خوبصورتی تراشنے سے پہلے تھی وہی مجھے بہت زیادہ پسند ہے"

"ذرا میری طرف تو مڑو تا کہ میں بھی دیکھوں" پاپا نے کہا اور کامل ایک منٹ تک غور سے دیکھنے کے بعد اتنے خوش ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے مسرت ٹپکتی تھی کہنے لگے "بہت خوب، اگر تمہیں یہ دیوانی جھالر اتنی مرغوب ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ تم نے اس سے فائدہ ہی اٹھایا" اور پاپا پھر اپنا اخبار پڑھنے لگے۔

کیری نے بھی بہت دھیمی آواز سے کہا "میرے خیال میں بھی بالوں کی آراستگی کا یہی بہت اچھا طرز معلوم ہوتا ہے تم بہت ہی دلچسپ دکھائی دیتی ہو"

لارا نے اپنا بھورے رنگ کا کوٹ پہنا اور نیلا استر لگا ہوا بھورے رنگ کا گوٹہ دار اونی کپڑا سر پر اوڑھ لیا جس کے لمبے لمبے سرے گردن کے اطراف گلوبند کی طرح لپیٹے جاتے تھے اور جس کے بھورے اور نیلے حاشیوں پر خوبصورت چنٹیں پڑی ہوئی تھیں۔

لارا نے ایک بار پھر آئینہ میں خود کو دیکھا خوشی کے مارے اس کے رخساروں سے

گلابی رنگت پھوٹی پڑتی تھی۔ ماتھے پر بالوں کے گھنگھریالے حلقے بہت زیب دے رہے تھے۔ سر پر رکھے ہوئے ہڈ کے گوشوں کے نیچے لگے ہوئے نیلے رنگ کے استر کی وجہ سے اس کی نیلی آنکھیں اور بھی زیادہ نیلی دکھائی دیتی تھیں۔

ماں نے اسے ایک دس سینٹ کا نقرئی سکہ دیتے ہوئے کہا" لو لارا جاؤ اور اپنا وقت ہنسی خوشی گزار آؤ مجھے امید ہے کہ تم جہاں بھی ہوگی اخلاق و آداب کا دامن ہرگز ہاتھ سے جانے نہ دوگی۔"

پاپا نے پوچھا "کیرولین، اگر میں اسے جلسہ گاہ کے دروازے تک چھوڑ آؤں تو کیا بہتر نہ ہوگا؟"

"ابھی شروع رات ہی ہے اور گلی کے اس پار ہی تو جانا ہے میری پا ورھی ساتھ رہے گی"

ماں نے جواب دیا۔

لارا تاروں کی چھاؤں میں گھر سے جلسہ گاہ کی طرف چل پڑی۔ پہلی شرکت کے خیال سے خفیف سی دھڑکن بھی محسوس کر رہی تھی۔ سرد ہوا میں اس کی ناک سے سانس بھی سفید بھاپ کی مانند نکل رہا تھا۔ لوہے کے سامان اور دوائیوں کی دوکان کے سامنے جلتے ہوئے لیمپ کی روشنی سے فٹ پٹری پر کہیں کہیں روشنی کے لمبے لمبے پٹے پڑے ہوئے تھے اور سنگر فرنیچر اسٹور کے اوپر دو کھڑکیاں تیز روشنی سے جگمگا رہی تھیں۔ میری پاور درزی خانہ سے برآمد ہوئی اور لارا کے ساتھ درزی خانہ اور فرنیچر اسٹور کے بیچ والے زینے سے اوپر چڑھ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔

مسز ٹینک ہیم نے دروازہ کھول کر خوش آمدید کہا۔ چھوٹے سے قد کی خاتون تھیں، لباس ان کا سیاہ تھا جس کے گلے اور کلائیوں پر سفید لیس کے جھرمٹ بنے ہوئے تھے۔ میری پاور اور لارا سے دس دس سینٹ لے لینے کے بعد کہا "اس طرف آؤ تاکہ میں تمہیں اپنے لبادوں کو رکھنے کی جگہ بتا دوں۔"

جس جلسہ میں شرکت کے لیے لارا کو کامل ایک ہفتہ تک انتظار کرنا پڑا تھا اس میں شرکت کے لیے پہنچ چکی تھی کچھ لوگ ایک روشنی سے معمور کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے مسز ونٹینبیم کے پیچھے پیچھے تیزی سے چلتے ہوئے اس کمرے میں سے ہو کر چھوٹے سے سونے کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے لارا کو پریشانی سی محسوس ہوئی۔ لارا اور میری باورا نے اپنے اوور کوٹ اور کنٹوپ بستر پر اتار کر رکھ دینے کے بعد بڑے کمرے کی کرسیوں پر خاموشی سے جا بیٹھیں۔

جانسن صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کھڑکی کے قریب آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ کھڑکیوں پر سوئٹزر لینڈ کے بند کی دار پردے پڑے ہوئے تھے۔ اس کے سامنے پالش کی ہوئی بیچوں بیچ رکھی جانے والی میز پر ایک بڑا سا شیشے کا لمپ روشن تھا جس پر سفید چینی کا فانوس چڑھا ہوا تھا۔ فانوس پر سرخ گلاب کے پھولوں کی رنگین تصویریں چھپی ہوئی تھیں۔ لمپ کے قریب ہری مخملی جلد والا فوٹوؤں کا البم رکھا ہوا تھا۔

سارا فرش چمکدار اور ملائم بیل بوٹے دار قالین سے ڈھکا ہوا تھا جس کے بیچوں بیچ کمرہ گرم کرنے کا ایک عدد بلند اور پالش کیا ہوا ہیٹر رکھا تھا۔ دیواروں کے برابر بچھی ہوئی کرسیاں پالش شدہ لکڑی کی تھیں ایک صوفہ پر ڈسورتھ صاحب اور ان کی بیگم بیٹھے ہوئے تھے جس کی پیٹھ اونچی اور خوب پالش کی ہوئی تھی۔ کناروں پر لگے ہوئے ہاتھ رکھنے کے سہارے بھی پالش کی ہوئی لکڑی کے بنے ہوئے تھے اور جائے نشست پر بہت ہی چمکدار اور ملائم سیاہ بال دار پارچہ منڈھا ہوا تھا۔

لکڑی کے تختوں کی بنی ہوئی دیواریں بالکل ویسی ہی تھیں جیسی لارا کے گھر کے اگلے کمرے کی تھیں۔ ان پر ایسے لوگوں اور مقامات کی تصویریں کافی تعداد میں لگی ہوئی تھیں جنہیں لارا جانتی ہی نہ تھی بعض تصویریں تو آب زر چڑھے ہوئے بڑے بڑے بھاری چوکھٹوں کے اندر لگی ہوئی تھیں۔ ٹنک ہیم صاحب فرنیچر اسٹور کے مالک جو ٹھہرے۔

کیپ گارلینڈ کی بڑی بہن فلورنس بھی اپنی والدہ کے ساتھ وہاں موجود تھی۔ بنر جیسا صاحب اور دوا فروش کی بیوی بریڈلے صاحبہ یہ سب لوگ اچھے اچھے لباس میں ملبوس خاموش بیٹھے تھے۔ چنانچہ میری باورا اور لارا بھی خاموش بیٹھی رہیں ان کی سمجھ میں ہی

نہ آتا تھا کہ بات کریں تو کیا کریں۔

اتنے میں کسی کے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ ٹینک ہم صاحبہ جلدی سے گئیں دروازہ کھلا اور پادری براؤن صاحب مع اپنی بیگم صاحبہ کے اندر تشریف لائے۔ ان کی بلند بانگ آواز سے کمرہ گونج سا اٹھا" اور حاضرین سے خوشی خوشی ملاقات کرنے کے بعد ٹینک ہم صاحبہ سے اس گھر کے متعلق جو وہ بیاچوز یٹس میں چھوڑ آئی تھیں گفتگو کرنے لگے۔

پادری صاحب نے کہا "چونکہ ہم سب یہاں نو وارد ہیں اس لئے قدرتی امر ہے کہ ہمیں یہ جگہ پسند نہیں آتی۔"

" اگرچہ لارا کو پادری جان براؤن صاحب کی پر وقار اور بارعب شخصیت مرعوب کر رہی تھی لیکن وہ ان کو دل سے پسند نہ کرتی تھی اس لئے کہ اس نے اپنے پاپا کی زبانی یہ سنا تھا کہ پادری صاحب اوسا واٹمی والے اُس جان براؤن کے چچا زاد بھائی لگتے تھے جس نے کن ساس میں مارکاٹ کے ذریعہ ۱۸۶۱ء کی امریکی عوامی جنگ کا آغاز کیا تھا پادری صاحب کی شکل جان براؤن سے بہت مشابہ تھی جس کی تصویر لارا کی نصاب تاریخ کی کتاب میں چھپی ہوئی تھی۔

پادری براؤن صاحب کے بڑے سے چہرے پر ہڈیاں زیادہ نمایاں تھیں آنکھیں گھنی اور سفید بھوؤں کے نیچے اندر کی طرف دھنسی ہوئی اور ایسی کہ ان کے مسکرانے پر بھی ان کی ہولناکی و وحشت کم نہ ہوتی تھی۔ ایک ڈھیلا ڈھالا کوٹ اُن کے لحیم شحیم جسم پر لٹک رہا تھا جس کی آستینوں میں سے نکلے ہوئے بڑے بڑے ہاتھ شکل میں بھدے اور سخت نظر آتے تھے اور انگلیوں کے گٹے بھی بڑے بڑے تھے اپنے لباس اور ظاہری وضع قطع سے پادری صاحب صاف ستھرے نہ تھے ان کی لمبی سفید ڈاڑھی منہ کے اردگرد تمباکو پینے کی وجہ سے زرد سی ہو گئی تھی۔

پادری صاحب بہت باتونی آدمی بھی تھے۔ ان کے تشریف لانے کے بعد ہی جہاں بھی باتیں

میں مشغول ہو گئے تھے لیکن میری پاور اور لارا خاموشی ہی بیٹھی رہیں۔ کیونکہ وہ بہ نظرِ آدابِ اخلاق چاہتی بھی یہی تھیں لیکن اس حالت میں بیٹھے بیٹھے ان کی بے قراری بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ غرض کافی دیر کے بعد ٹرننگ ہام صاحبہ نے باورچی خانہ سے کھانے کی رکابیاں لانی شروع کیں ہر رکابی کے اندر تھوڑی سی انڈوں اور دودھ کی بنی ہوئی فیرنی اور ایک عدد کیک کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔

لارا نے اپنا حصہ کھا لینے کے بعد میری پاور سے چپکے سے کہا "چلو اب گھر چلیں" میری نے بھی کہا "چلو اٹھو، میں چل رہی ہوں" انہوں نے پاس ہی رکھی ہوئی تپائی پر کھائی ہوئی رکابیاں رکھ دیں۔ اپنے کوٹ اور کنٹوپ پہن لئے اور ٹرننگ ہام صاحبہ سے رخصت ہوئیں۔

گھر جانے والی سڑک پر پہنچ کر کچھ دیر بعد لارا نے پھر ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اگر اسی کا نام باہمی میل ملاقات کا جلسہ ہے تو تف ہے، مجھے ایسے جلسے قطعی پسند نہیں"

"نہ ہی مجھے پسند ہیں" میری پاور نے تسلیم کیا "اے کاش میں گئی نہ ہوتی، میرے دس سینٹ بچ جاتے"۔

جب لارا گھر پہنچی تو پاپا اور ماں نے اس کی طرف تعجب خیز نگاہوں سے دیکھا۔ کیری نے بھی بڑے تفتیش آمیز طریقے سے پوچھا "کہو لارا خوب ہنسی خوشی وقت گزرا؟" "اجی نہیں بالکل نہیں" لارا نے اعتراف کیا "میرے بجائے اگر آپ تشریف لے جاتیں، ماں تو زیادہ مناسب تھا۔ میری پاور اور میرے سوائے وہاں کوئی اور ہم عمر لڑکی نہ تھی جس سے ہم بات بھی کر سکتے"۔

"یہی سب سے پہلا میل ملاپ کا جلسہ تھا" ماں نے معذرت خواہی کے انداز سے کہا۔ "جب یہاں کے لوگوں میں زیادہ سے زیادہ شرکت کا شوق بڑھے گا تو یہ جلسے بھی زیادہ دلچسپ ہونے لگیں گے۔ یہاں سے نکلنے والے اخبار ایڈوانس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گرجا گھر کے تحت منعقدہ باہمی میل ملاپ کے جلسے بہت پسند کئے جا رہے ہیں"۔

اٹھارہواں باب

ادبی سوسائٹی

کرسمس قریب آگیا تھا مگر ابھی برف نہ پڑی تھی ابھی تک کوئی طوفان نہ آیا تھا۔ صبح میں زمین پالے اور کہرے سے سفید ہوجاتی جو سورج نکلنے کے بعد اڑنے لگتا۔ جس وقت لارا اور کیری اسکول کے لئے روانہ ہوئیں تو راستے میں پیڑی کے نچلے حصوں اور راستوں کی سایہ دار جگہوں پر پالا موجود ہوتا تھا۔ ٹھنڈی ہوا ان کی ناک کو سن اور بنا انگلیوں والے دستانوں میں ان کے ہاتھوں کو بے حس کردیتی۔ جس کی وجہ سے وہ منہ پر لپیٹے ہوئے مفلروں کو ہٹا کر بات چیت بھی نہ کر سکتی تھیں۔

ہوا میں ایک قسم کی ویرانیت تھی، سورج چھوٹا معلوم ہوتا تھا اور آسمان پر پرندوں کا نام و نشان نہ تھا۔ بیکراں نخلستان میں گھاس پامال اور بے جان سی ہوگئی تھی۔ اسکول کی عمارت بھی پرانی اور اجاڑ سی معلوم ہوتی تھی۔

ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ تو سردی شروع ہوگی اور نہ ختم۔ اسکول جانے اور گھر واپس آنے، اسکول میں سبق یاد کرنے اور گھر پر اسے دھرانے کے علاوہ کوئی مشغلہ نہ تھا "آنے والا دن بھی آج ہی جیسا ہوگا" لارا سوچنے لگی کہ اس کی پوری زندگی میں پڑھنے اور پڑھانے کے علاوہ شاید ہی کوئی اور دلچسپی شامل ہوسکے۔ اور یہ کہ اب کی بار تو میری کی عدم موجودگی کی وجہ ہے کرسمس بھی پہلے کی طرح نہ منایا جاسکے گا۔

ماں کی لکھنے کی میز کی دراز میں چھپی ہوئی کتاب لارا کو پھر یاد آئی۔ جب بھی لارا زینے کے قریب رکھی ہوئی اس میز کے قریب سے گذرتی تو اسے اس نظم کا خیال آجاتا جسے

وہ پوری طرح پڑھ بھی نہ سکی تھی ۔

"کہا یہ اس نے کہ ہمت سے کامرانی ہے
یہ موجِ بیکراں ہے رہنما سوئے ساحل"

یہ خیال اس کے ذہن میں اتنی بار ابھرا تھا کہ یہ بھی اب پرانا سا لگتا تھا۔ کرسمس کے موقع پر کتاب ملنے کے انتظار میں بھی اب پہلا سا اشتیاق باقی نہ تھا۔

آج پھر جمعہ کی شب تھی۔ لارا اور کیری نے حسب معمول پلیٹیں صاف کیں اور اپنی کتابیں لیمپ کی روشنی میں میز پر لے آئیں۔ پاپا اپنی کرسی پر بیٹھے اخبار پڑھنے میں مصروف تھے۔ ماں بھی آہستہ آہستہ اپنی جھولا کرسی میں جھول رہی تھیں اور بنائی میں مصروف تھیں۔ ان کی بننے کی سلائیاں ہمیشہ کی طرح کھڑکھڑا رہی تھیں۔ لارا نے تاریخ کی کتاب کھولی مگر اس کا دل پڑھنے کو بالکل نہ چاہا۔ اس نے اپنی کرسی کو پیچھے کی طرف کھسکا کر کتاب بند کر دی اور اسے زور سے میز پر پٹخ دیا۔

ماں اور پاپا لارا کی اس حرکت سے چونک پڑے اور اس کی طرف حیرت سے دیکھنے لگے۔

"مجھے بالکل پرواہ نہیں" اس نے چلا کر کہا۔ میں پڑھنا نہیں چاہتی۔ میں کچھ اور بھی سیکھنا نہیں چاہتی۔ میں اسکول میں بھی کبھی نہ پڑھاؤں گی۔

ماں یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں اور حیران و ششدر تھیں۔

"لارا" انہوں نے کہا "میرا خیال ہے کہ تمہیں قسم نہیں کھانا چاہئے۔ آپے سے باہر ہونا، غصہ کرنا اور اس طرح چیزوں کو اٹھانا پٹخنا اتنا ہی برا ہے جتنا کہ زبان سے کچھ کہنا۔ اس قسم کی بیہودہ باتیں ہمیں زیب نہیں دیتیں"

لارا نے یہ سب سنا مگر جواب نہ دیا۔

"کیا بات ہے لارا؟ پاپا نے پوچھا "تم پڑھنا اور اسکول میں پڑھانا کیوں نہیں چاہتیں؟"

"پاپا میری سمجھ میں بھی نہیں آتا کہ میرا دل یہ کیوں چاہتا ہے" للا نے مایوسی کے عالم میں جواب دیا "میں ہر چیز سے اُکتا گئی ہوں۔ میرا دل کسی نئی بات کا متلاشی ہے۔ میں مغربی ملک میں جانا چاہتی ہوں۔ میرا دل بچوں کی طرح کھیلنے کودنے کو چاہتا ہے مگر میں کافی بڑی ہو گئی ہوں" یہ کہکر وہ تقریباً سسکنے لگی۔ یہ ایک ایسی بات تھی جس کی اُمید اُس سے نہ تھی۔ "یہ کیا حرکت ہے للا؟" ماں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"خیر کوئی بات نہیں" پاپا نے تسلی دیتے ہوئے کہا "بات یہ ہے کہ تم ان دنوں بہت زیادہ پڑھتی رہی ہو۔"

"اچھا تو آج شام اپنی کتابیں اٹھا رکھو" ماں نے کہا "یوتھ کمپینین کے آخری بنڈل میں ابھی کچھ ایسی کہانیاں ہیں جو ہم نے نہیں پڑھی ہیں۔ تم اس میں سے ایک ہم لوگوں کو پڑھ کر سناؤ۔ کیا خیال ہے تمہارا اس بارے میں؟"

"ٹھیک ہے ماں" للا نے مایوسانہ لہجے میں جواب دیا۔ اس وقت تو اس کا دل کہانی پڑھنے کو بالکل نہ چاہ رہا تھا۔ اسے خود بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے مگر پھر اس پر بھی نہ کھلتا تھا کہ اُسے کیا ہو گیا ہے۔ وہ یوتھ کمپینین نامی کتاب اٹھا لائی اور میز کے قریب اپنی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی "کیری تم اپنی پسند کی کہانی اس میں تلاش کر لو" للا نے کہا۔ بہت تحمل اور صبر سے للا نے بلند آواز میں پڑھنا شروع کیا۔ کیری اور گریس آنکھیں پھیلائے سن رہی تھیں۔ ماں کی جھولا کرسی برابر آگے پیچھے ہل رہی تھی اور ان کی بنائی کی سلائیاں کھڑکھڑا رہی تھیں۔ پاپا گلی کے باہر واقع فلر کی لوہے کے سامان کی دوکان میں آتشدان کے قریب جمع ہونے والے کچھ دوستوں سے گپ کرنے اور شام گذارنے گئے ہوئے تھے۔

مگر تھوڑی ہی دیر میں دروازہ کھلا اور پاپا یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے "کیرولین، اور للا کیو، اپنے لبادے اور ٹوپ وغیرہ پہن لو، اسکول کی عمارت میں ایک میٹنگ ہے۔"

"دنیا میں جو کچھ بھی ہو اس میں۔۔۔۔" ماں نے کہا۔

"وہاں تو ہم بھی جا رہے ہیں" پاپا نے بتایا "بات یہ ہے کہ ہم لوگوں نے ایک ادبی سوسائٹی قائم کی ہے"

ماں نے بنائی کا کام ایک طرف رکھ دیا اور کہنے لگیں۔ "لارا اور کیری تم اپنے اپنے لبادے اوڑھ لو تب تک میں گریس کو ٹھیک ٹھاک کرتی ہوں" تھوڑی ہی دیر میں وہ پاپا کے لالٹین کی روشنی کی رہنمائی میں چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جب ماں نے چراغ بجھا دیا تو پاپا نے لالٹین اٹھالیا "چراغ بھی لیتے چلیں تو اچھا رہے گا۔ اسکول میں ہمیں مزید روشنی کی ضرورت پڑے گی" انھوں نے وضاحت کی۔

کچھ دوسری لالٹینیں بھی دکھائی دے رہی تھیں جو مین اسٹریٹ کی طرف سے آتیں اور سیکنڈ اسٹریٹ کے اندھیرے میں غائب ہو جاتیں۔ پاپا نے مسٹر کلیوٹ کو آواز دی وہ اسکول کی کنجیاں لے آئے تھے۔ دوسرے لوگ بھی لیمپ لائے تھے۔ مسٹر کلیوٹ نے ایک بڑا لیمپ اپنے ڈیسک پر روشن کیا گیرالڈ فلر نے دیوار میں ایک کیل ٹھوک کر اسپرٹین کے بھیجے والا ایک لیمپ لٹکا دیا۔ میٹنگ کی وجہ سے انہوں نے اپنا اسٹور بند کر دیا تھا۔ سبھی دوکاندار اپنی اپنی دوکانیں بند کر کے میٹنگ میں شرکت کے لئے آ رہے تھے۔ قصبے کے تقریباً سبھی لوگ آئے تھے پاپا کے لیمپ سے اسکول کی عمارت میں خاص روشنی ہو گئی تھی۔

جب مسٹر کلیوٹ نے کمرے میں جمع لوگوں سے خاموش رہنے کی درخواست کی تو تمام سیٹیں بھر چکی تھیں یہاں تک کہ لوگ کرسیوں کے پیچھے بھی کھڑے تھے۔ انہوں نے سب کو بتایا کہ اس میٹنگ کا مقصد ایک ادبی سوسائٹی کے قیام کو عمل میں لانا تھا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اس ضمن میں سب سے پہلی بات ممبروں کی حاضری ہو گی اور اس کے بعد ایک عارضی چیرمین کے انتخاب کے لئے نام تجویز کئے جائیں گے اور سب سے آخر میں ہم مستقل حیثیت کے ممبروں کے انتخاب کے لئے ووٹ ڈالیں گے۔۔

جو لوگ اس جلسے میں موجود تھے ان سب نے ان باتوں کو عجیب سا محسوس کیا

اور انہیں بظاہر اس میں کوئی دلچسپی نظر نہ آئی۔ لیکن یہ سوال کہ صدر کا انتخاب عمل میں آئے گا" ضرور دلچسپ تھا۔ پاپا اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہنا شروع کیا "مسٹر کلیوٹ اور بھائیو، ہم جس مقصد کے لئے یہاں آئے ہیں وہ ہے اپنی طبیعت کو خوش و خرم بنانا اور ہنسنا بولنا۔ اس وقت کسی قسم کے ادارے کا ترتیب دینا زیادہ ضروری نہیں ہے۔

میں نے جو کچھ دیکھا اور سمجھا وہ یہ ہے کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد لوگوں کا دھیان ادارے کی طرف تو رہتا ہے مگر جس مقصد کے لئے اس کا قیام عمل میں آتا ہے۔ اس طرف سے ہٹ جاتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہم جو کچھ کرنا چاہتے ہیں وہ ہمارے سامنے ہے اگر ہم ابھی سے انتخاب کرنا اور ادارے کے قیام کے سلسلے میں ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیں گے تو شاید ہم ادارے کے اعلیٰ کارکن کا انتخاب اتفاق رائے سے نہ کر سکیں گے اس لئے میرا تو یہی مشورہ ہے کہ ہم بغیر کسی تاخیر کے جو کچھ ہمیں کرنا ہے وہ شروع کر دیں۔ اسکول کے استاد مسٹر کلیوٹ ہمارے درمیان موجود ہیں جو ہماری رہنمائی کر سکتے ہیں۔ یہ ہر میٹنگ میں، آئندہ ہونے والی میٹنگ کا پروگرام تیار کیا کریں گے۔ اس کے علاوہ جو صاحب بھی عمدہ مشورہ دینا چاہیں وہ دے سکتے ہیں اور اس سلسلے میں جس کسی کے تعاون کی ضرورت ہوگی وہ اپنی پوری کوشش سے پروگرام کو کامیاب بنائے گا تاکہ دوسرے ساتھیوں کا وقت بخوبی گذر سکے۔"

"انگالس! یہ ہوئی بات" مسٹر کلینسی نے اپنی مترنم آواز میں کہا۔ جب پاپا بیٹھ گئے تو بہت سے لوگوں نے تالیاں بجائیں۔ مسٹر کلیوٹ نے کہا "جو لوگ اس پروگرام سے اتفاق کرتے ہیں وہ "اے" کہیں" اور "اے" کی آواز کے ایک بلند آہنگ کورس کے ذریعہ سب نے اپنی رضامندی ظاہر کی۔

اس کے بعد ایک منٹ تک خاموشی رہی۔ مسٹر کلیوٹ بولے "اس میٹنگ کے لئے تو ہمارے پاس کوئی پروگرام نہیں ہے" کسی نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "جناب ابھی تو ہم لوگ گھر

واپس جانے کے موڈ میں نہیں ہیں۔ باہر نے گانے کے پروگرام کا مشورہ دیا ایک دوسرے صاحب نے کہا مسٹر کلیوٹ یہاں آپ کے کچھ شاگرد بھی ہوں گے اُن سے کچھ نظمیں سنوا دیجئے یہ کیسا رہے گا؟ اس کے بعد ایک اور آواز آئی "الفاظ کی ہجے کا مقابلہ کیسا رہے گا؟"
"ہاں یہ بات بہت مناسب ہے۔ بس الفاظ کے ہجے کا مقابلہ ہی رکھئے" سب نے اتفاق کیا۔

مسٹر کلیوٹ نے پاپا اور گیرالڈ فلر کو لیڈر مقرر کیا۔ جب ان دونوں نے کمرے کے سامنے والے کونوں میں اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر نام پکارنا شروع کئے تو خاص تفریح رہی۔ لارا بے چینی سے اپنی باری کا انتظار کر رہی تھی۔ کیونکہ پہلے بڑے بوڑھوں کا انتخاب ہوا۔

ایک ایک کر کے نام پکارے گئے اور دونوں طرف، دونوں پارٹیوں کی قطاریں لمبی لمبی ہوتی جا رہی تھیں لارا کا نمبر ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اُسے یہ ڈر تھا کہ کہیں پاپا کے پکارنے سے پہلے گیرالڈ فلر اُس کا نام نہ پکار لیں۔ اس کا دل پاپا کی مخالف پارٹی میں شرکت کرنا نہ چاہتا تھا۔ اب آخر میں بہت ہی تشویش کن وقفہ تھا۔ یہ پاپا کے انتخاب کی باری تھی، اگرچہ انہوں نے کچھ ایسا مذاق کیا کہ سب ہنسنے لگے، مگر لارا یہ دیکھ رہی تھی کہ وہ کچھ جھجک رہے تھے۔ آخر کار انہوں نے فیصلہ کر کے لارا کا نام پکار ہی لیا۔

لارا لپک کر گئی اور پاپا کی پارٹی کی قطار میں کھڑی ہو گئی۔ اس کے بعد گیرالڈ فلر نے فوسٹر کا نام پکارا جو معمر لوگوں میں آخری تھے۔ وہ لارا کے سامنے والی قطار میں کھڑے ہو گئے۔ شاید پاپا نے انہیں اپنی پارٹی میں شامل کر لیا ہوتا کیونکہ وہ معمر تھے مگر انہیں تو لارا کو لینا تھا۔ لارا کو یقین تھا کہ مسٹر فوسٹر کو اس کے مقابلے میں زیادہ ہجے یاد نہ ہوں گے۔ وہ ایک بستی کے رہنے والے تھے اور بیل گاڑی چلاتے تھے۔ گذشتہ موسم سرما میں وہ ہرنوں کے ایک گلے پر جو ٹھیک نشانے پر بھی تھا، فائر کرتے ہوئے المانزو وائلڈر کی گھوڑی "لیڈی" سے گر پڑے تھے اور گھوڑی بھاگ گئی تھی۔

اسکول کے تمام بچوں کا بھی انتخاب ہو چکا تھا۔ چھوٹے بچوں میں بھی کوئی نہ بچا تھا جب دونوں پارٹیوں کی قطاریں ٹیچر ڈیسک کے چاروں طرف دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئیں تو مسٹر کلیوٹ نے ہجے کی کتاب کھولی۔

پہلے پہلے تو انہوں نے ابتدائی حروف "دشمن، دوست، اونچا، نیچا، ہیرو، قسم" وغیرہ پوچھے، جس میں مسٹر بارکلے گھبرا گئے۔ انہوں نے لفظ "ہیرو" کی ہجے ہی ہی۔ ر۔ و۔ رو۔ ہیرو" کہہ کر کی تو سب ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ سب کے ہنسنے پر پہلے تو انہیں کچھ تعجب سا ہوا مگر پھر وہ خود بھی ہنسنے لگے اور اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے۔

اب زیادہ حروف والے الفاظ پوچھے جانے لگے۔ بڑے سے بڑے ہجے داں ہار ہار کر بیٹھنے لگے پہلے تو گیرالڈ فلر کی قطار چھوٹی ہوئی اور پھر پاپا کی مگر بعد میں گیرالڈ فلر کی قطار اور بھی مختصر ہو گئی۔ سب خوب ہنس رہے تھے اور جوش و خروش کی وجہ سے سب کو بھول گئے تھے۔

لارا کو ہجے کرنا بہت پسند تھا۔ اُس کے نیچے فرش کے ایک شگاف میں جمے ہوئے تھے اور اس نے ہاتھ پیچھے کی طرف باندھ رکھے تھے۔ جو لفظ بھی اُسے دیا جاتا وہ اُس کی صحیح ہجے کر دیتی مخالف پارٹی کے چار آدمی اور کم ہو گئے اور پاپا کے تین۔ اس کے بعد لارا کو ایک اور لفظ دیا گیا۔ اس نے لمبا سانس لیا اور لفظ "انتشار" کی ہجے "ان۔ انت۔ انتشار۔ انتشار" کی آہستہ آہستہ تمام سیٹیں ہجے کے مقابلے میں ہارے ہوئے لوگوں سے بھر گئیں گیرالڈ فلر کی قطار میں صرف چھ آدمی باقی تھے اور پاپا کی قطار میں پانچ تھے جن میں پاپا ماں، فلورینس گارلینڈ، مِن ووڈورتھ اور لارا تھے۔

"مستعمل" مسٹر کلیوٹ نے کہا۔ مخالف پارٹی سے ایک آدمی کم ہو گیا اور دونوں طرف کی تعداد برابر ہو گئی۔

ماں نے اپنی سریلی آواز میں "م۔ مس۔ تع۔ مستع۔ مل۔ مستعمل" ہجے کر دی۔

"متفکّر" مسٹر کلیوٹ نے کہا۔ گیرالڈ فلّر نے اس کی ہجے "مو، تا۔ مونا۔ فک۔ موتافک۔ ر۔ موتا فکر، کی۔

وہ مسٹر کلیوٹ کی طرف دیکھے جا رہے تھے۔ انھوں نے پھر کوشش کی اور یہ کہکر کہ "اس نے مجھے ہرا دیا اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے۔"

لفظ "متفکر" کو فلورینس گارلینڈ نے 'موتا فاکر' کہا جبکہ وہ اسکول کی ٹیچر بھی رہ چکی تھیں۔

گیرالڈ فلّر کی طرف سے ایک اور کم ہو گیا۔ اس کے بعد بیّن نے اپنا سر ہلایا اور بغیر کوشش کئے ہار مان لی۔ لارا اس لفظ کی ہجے کرنے کے لئے بیتاب تھی۔ اس قطار کے دوسرے سرے پر کھڑے ہوئے مسٹر فروسٹر نے کوشش شروع کی "م۔ مت۔ فک۔ متفک۔ ر۔ "متفکر۔"

تحسین کی صدائیں بلند ہو گئیں اور کسی نے یہ بھی کہا "بھلا ہو تمہارا مسٹر فروسٹر" مسٹر فروسٹر نے اپنا موٹا جیکٹ سنبھال لیا۔ وہ اپنے چیک کی قمیض پہنے ڈٹے کھڑے تھے اور چپکے چپکے مسکرا رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔ یہ کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ مسٹر فروسٹر ہجے کرنے میں بہت ماہر تھے۔

اب مشکل الفاظ جلدی جلدی پوچھے جا رہے تھے اور ہجّے کی کتاب کے بالکل آخری مضمون کا نمبر بھی آگیا تھا۔ مخالف پارٹی میں صرف مسٹر فروسٹر رہ گئے تھے، ماں بھی بیٹھ چکی تھیں۔ اب مسٹر فروسٹر کے مقابلے میں پاپا اور لارا رہ گئے تھے۔ اُن میں سے کوئی بھی ایک لفظ غلط نہیں بتا رہا تھا، پاپا ہجے کرتے، مسٹر فروسٹر کرتے، پھر لارا کرتی اور مسٹر فروسٹر بھی کرتے۔ وہ دو کے مقابلے میں تنہا تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ انھیں ہرا سکیں گے۔

مسٹر کلیوٹ نے کہا "قسطنطنیہ" یہ لارا کی باری تھی۔

لارا نے بھی "قسطنطنیہ" دہرا دیا۔ لارا کو اپنے سراسیمہ ہو جانے پر بہت حیرت ہوئی۔ اس

نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ اُسے ہجے کی کتاب کے آخری صفحے پر یہ لفظ نظر آ رہا تھا لیکن اُسے یاد نہیں آ رہا تھا۔ شاید وہ اسی عالم میں آنکھیں بند کئے، سب دیکھنے والوں کی موجودگی میں، عالم سکوت میں دیر تک دم بخود کھڑی رہی۔

اُس نے مایوسانہ انداز میں پھر کہا "قسطنطنیہ" اور جلدی سے ہجے کرنا شروع کیا "قس۔ ت۔ قسنت۔ نن۔ قستنن۔ تن۔ قسگنتن۔ یا۔" قستنتنیا" لیکن اسے ایک اور لفظ یاد آ گیا۔ اس لئے اس نے جلدی سے ہجے ختم کی۔ مسٹر کلیوٹ نے سر ہلا دیا۔

لارا لرزتی ہوئی بیٹھ گئی۔ اب رہ گئے تھے پاپا۔

مسٹر فروسٹر نے اپنا گلا صاف کیا اور ہجے شروع کی "قس، تن، قستن، قستتن۔ یہ۔" لارا بھی اپنا سانس روکے ہوئے تھی۔ کوئی اور بھی سانس نہ لے رہا تھا" یہ" مسٹر فروسٹر نے کہا۔

مسٹر کلیوٹ منتظر رہے اور مسٹر فروسٹر بھی سوچتے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ انتظار بہت طویل ہو گا۔ آخر کار مسٹر فروسٹر نے کہا "اچھا بھئی میں ہارا" اور یہ کہکر بیٹھ گئے۔ مجمع نے پھر بھی انھیں آفرین کہا کیونکہ ہجے کے معاملے میں انہوں نے خاصی مہارت کا مظاہرہ کیا تھا۔ آج کی رات کے پروگرام میں ان کی وقعت خاصی بڑھ گئی تھی۔

"قسطنطنیہ" پاپا نے کہا۔ اس خوفناک لفظ کی ہجے کرنا اب تو ناممکن ہی معلوم ہوتا تھا لیکن لارا کا خیال تھا کہ پاپا کر لیں گے اور ان کے لئے کرنا ضروری بھی تھا۔ قس، طن، قسطن تن" ان کی آواز دھیمی معلوم ہوتی تھی اگرچہ ایسا نہیں تھا۔ انھوں نے آخر میں کہا "طنیہ"۔

مسٹر کلیوٹ نے ہجے کی کتاب بند کر دی۔ اس سے پہلے کبھی پاپا کی اس قدر عزت افزائی نہ ہوئی تھی۔ انھوں نے ہجے کے مقابلے میں پورے قصبے کو ہرا دیا تھا۔

اس کے بعد سب نے اپنے اپنے لبادے اوڑھنا شروع کر دیئے "مجھے تو یاد نہیں کہ کبھی اس سے پہلے بھی میں نے وقت اتنی اچھی طرح گذارا تھا" مسٹر بریڈلے

نے ماں سے کہا۔ سوچنے والی بات تو یہ ہے کہ ہم دوسری میٹنگ آئندہ جمعہ کو کرینگے" مسز گارلینڈ کہا۔

مستقل باتیں کرتے، ہاتھوں میں لالٹین لئے" مجمع کے سب لوگ مین اسٹریٹ سے گذر رہے تھے

"اچھا، لارا کیا تم اب کچھ ہلکا پن محسوس کر رہی ہو؟" پاپا نے پوچھا۔ لارا نے جواب دیا" جی ہاں، میرے خیال میں تو ہم سبھی کا وقت خوب ہنسی خوشی گذرا"

انیسواں باب

زندہ دلی کا دور

اب تو ہمیشہ جمعہ کی شب کا انتظار ضروری تھا" دوسری ادبی میٹنگ کے بعد دونوں پارٹیوں میں اس قدر بحث پڑ گئی تھی کہ ہر دن اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی خبر ملتی تھی۔ دوسری ادبی میٹنگ میں صرف پہیلیاں پوچھنے کا مقابلہ ہوا اور اس دن شام کو بھی پاپا ہی کو تمام اعزازات ملے۔ کیونکہ ان کی پہیلی کا جواب کسی سے بھی نہ بن پڑا تھا۔

وہ اپنا روزمرہ کا لباس پہنے ہوئے تھے انہوں نے اسے تنہا ہی انجام دیا۔ کمرے کے درمیان کھڑے ہو کر انھوں نے اپنی کلہاڑی کے پھلکے پر دو چھوٹے آلو اٹھا لئے۔ اور بس یہی تھی ان کی پہیلی۔ اس کے بعد وہ آنکھیں مچکا مچکا کر مجمع کو پریشان کرتے رہے انہوں نے کچھ اشارے بھی بتائے "اس کا تعلق بائبل سے ہے"۔ وہ کہتے "ارے اسے تو تم میں سے ہر شخص جانتا ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں آپ لوگ اکثر مشورہ کرتے رہتے ہیں"۔ انہوں نے یہاں تک بتا دیا "کہ اس کے ذریعہ سینٹ پال کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے"۔ انہوں نے پھر ستانے کے انداز میں کہا "بھئی یہ بات ٹھیک نہیں کہ آپ سب لوگ گول ہوئے جا رہے ہیں، کچھ تو بتائیے"۔

آخرکار سب لوگ ہار مان گئے۔ لارا خوشی اور فخر سے پھولی نہ سماتی تھی۔ پاپا نے سب لوگوں کو بتایا Com men tater on the Ac' S ڈرامہ۔

جب وہ یہ کہہ چکے تو قہقہوں کی گونج اور صدائے تحسین کا شور بلند ہوا۔

گھر واپس جاتے ہوئے لارا نے مسٹر بریڈے کو کہتے سنا "انگلس کی ہر بار کی

جیت پر فتح پانے کے لئے ہم لوگوں کو کچھ کرنا ہی ہوگا۔" گیرالڈ فلر نے اپنے انگریزوں جیسے انداز میں کہا "ارے بھئی میں کہتا ہوں کہ موسیقی کے پروگرام کے لئے بھی کافی تعداد میں لوگ موجود ہیں۔ کیا خیال ہے؟"

اگلی میٹنگ میں موسیقی کا پروگرام ہوا۔ پاپا نے اپنی سارنگی اور گیرالڈ فلر نے اپنے ایکارڈین سے موسیقی اور ترنم کی ایسی سریلی لہریں پیدا کیں کہ پورا اسکول اور مجمع موسیقی کے جادو سے مسحور معلوم ہوتا تھا۔ جب کبھی وہ رک جاتے صدائے تحسین اور بھی بلند ہو جاتی یوں لگتا تھا کہ اس سے زیادہ دلچسپ اور عمدہ شام پھر کبھی نہ آئے گی۔ اب تک قصبے کے تمام لوگوں کو ان پروگراموں کا علم ہو چکا تھا، اس لئے آس پاس کی بستیوں سے بھی کچھ لوگ ادبی سوسائٹی کے پروگراموں میں شرکت کے لئے آجاتے تھے۔

قصبے کے لوگوں کی ہمت کافی بڑھ گئی تھی، سبھی ایک عمدہ موسیقی کے پروگرام کے منصوبے بنا رہے تھے۔ اس کی تیاری کے سلسلے میں پہلے تو انھوں نے خوب مشق کی اور پھر مسز بریڈے سے ساز مستعار لئے۔

جمعہ کے دن آرگن کو توشک اور کمبل میں احتیاط سے لپیٹ کر مسٹر فرد سٹر کی بیل گاڑی میں لادھ کر اسکول لیجایا گیا۔ یہ بہت خوبصورت تھا۔ اس کی لکڑی بہت چمکدار تھی۔ اس کی پٹریوں پر قالین کے ٹکڑے منڈھے ہوئے تھے۔ اور کناروں پر لکڑی کے بہت ہی خوبصورت کنگورے کٹے ہوئے تھے۔ اس میں چھوٹے چھوٹے خانے تھے اس کے آئینے ہیرے نما تھے۔ اس کے سروں کا ایک لکڑی کا ایک کا مدار فینہ تھا جس کے پیچھے سُرخ کپڑا لگا ہوا تھا جو سوراخوں میں سے نظر آتا تھا۔ اس کے دونوں طرف ایک چوکور جگہ بنی ہوئی تھی جس پر لیمپ رکھا جا سکتا تھا۔ ٹیچر ڈیسک کو ہٹا کر اس کی جگہ اس موسیقی کے آلے کو رکھ دیا گیا اور مسٹر کلیوٹ نے تختۂ سیاہ پر پروگرام لکھ دیا "آرگن پر دُھن، پاپا کی سارنگی پر دھن، اور آرگن کے ساتھ لغز گوئی، دوگانے اور سب ہی قسم کے پروگرام تھے۔

مسٹر بریڈے نے پھر گانا شروع کیا ؎

اے وقت کی پرواز تو رُخ پھیر دے اپنا
شب بھر کے لئے تو مجھے پھر طفل بنا دے

للا پر اس گانے کا بہت اثر ہوا اُس کا دل بھر آیا۔ گلا رندھ سا گیا اور وہ گھٹن سی محسوس کرنے لگی رومال نکالتے نکالتے۔ ماں کے گال پر بھی ایک آنسو ڈھلک آیا۔ سبھی عورتیں اپنی اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ رہی تھیں۔ مرد کھنکار کھنکار کر اپنے رندھے ہوئے گلے اور ناک صاف کر رہے تھے۔

سب لوگ اس بارے میں ہم خیال تھے کہ موسیقی کے پروگرام سے بڑھ کر اور کوئی دوسرا پروگرام اتنا مقبول اور عمدہ نہیں ہو سکتا۔ مگر پاپا نے بہت ہی راز دارانہ طریقے پر بتایا "کہ ابھی تم لوگ دیکھتے جاؤ" جیسے کہ اُن کے نزدیک یہ سب تفریحی مشاغل ناکافی تھے۔ کلیسا کی عمارت کی چھت مکمل ہو گئی تو ہر اتوار کے دن عبادت کے دو جلسے ہوتے اور اتوار کا اسکول بھی ہوتا تھا۔

کلیسا بہت ہی عمدہ اور خوبصورت تھا۔ اگرچہ یہ بالکل نیا تھا مگر اس میں کچھ کمی باقی تھی۔ گھنٹہ گھر میں ابھی تک گھنٹی نہیں تھی اور نہ ہی تختوں کی دیواروں پر رندا ہوا تھا اور باہر سے ابھی وہ موسم کے اثر سے بھورے نہ ہوئے تھے۔ اور اندر سے کھردرے کھردرے نظر آتے تھے۔ میز اور اس کے سامنے کی لمبی بنچیں جو کناروں پر سے گول تھیں، عمارتی لکڑی کی بنی ہوئی تھیں۔ مگر یہ تمام لکڑی نئی تھی اس لئے اس میں سے بھینی بھینی خوشبو آتی تھی۔

دروازے کے باہر بنی ہوئی ڈیوڑھی میں کافی جگہ تھی۔ وہاں لوگ اپنے موزے اور جوتوں پر جمی ہوئی برف کو صاف کر لیتے تھے اور ہوا سے بگڑی ہوئی کپڑوں کی سلوٹوں کو بھی کلیسا میں داخل ہونے سے پہلے درست کر لیتے تھے۔ کوئلے کے ہیٹر اور لوگوں کی بھیڑ بھاڑ سے کلیسا میں گرمی محسوس ہوتی تھی۔ مسز بریڈے نے اپنا پیانو بھی کلیسا کو مستعار دیدیا تھا اس لئے گانے کے ساتھ ساتھ موسیقی بھی جاری رہتی تھی۔

للا تقدس مآب براؤن کی تقریر سے بہت لطف اندوز ہوئی۔ جو کچھ وہ کہتے وہ

لارا کی سمجھ میں نہ آتا تھا لیکن اس کی دلچسپی کی وجہ یہ تھی کہ وہ اُس کی تاریخ کی کتاب میں بنی ہوئی تصویر کے ہم شکل تھے ۔ اور جو ابھی تک زندہ بھی تھے ۔ اُن کی آنکھوں میں چمک تھی ان کی سفید مونچھیں اور گل مچھے ٹھوڑی کے نیچے کی طرف لٹکے ہوئے تھے ۔ وہ اپنے بڑے بڑے ہاتھ ہلاتے ، کبھی پنجہ میں پنجہ ڈالتے اور کبھی مٹھیاں بھینچ کر منبر پر زور زور سے مارتے لارا بہت خوش ہو رہی تھی ۔ وہ اُن کی زبان سے ادا ہوئے جملوں کو اپنے ذہن میں دہرا کر ، ان کی گرامر ٹھیک کر رہی تھی ۔ اُسے وعظ یاد کرنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ گھر پر بابا اُس سے اور کیری سے صرف سبق ٹھیک ٹھیک سنتے تھے ۔ جب وعظ ختم ہوا تو پھر گانا شروع ہو گیا ۔ گانوں میں سب سے عمدہ اٹھارواں مذہبی گیت تھا جس پر آرگن کے سروں کی گونج سے سب جھوم گئے اور سبھی گانے لگے ۔

"ہم اپنے ہاتھ میں لاٹھی لئے بڑھے چلے جا رہے ہیں
ایک وحشتناک ریگستان اور ایک اجنبی زمین پر
مگر ہمارا عقیدہ راسخ اور ہماری امیدیں قوی ہیں
اور قدیم نیک راستہ ہمارا زیارتی گیت ہے

اس کے بعد ایک کورس کی صورت میں آواز ملا کر آرگن کی آواز سے بھی اونچی آواز میں سب نے گانا شروع کیا ۔

یہ وہ قدیم نیک راستہ ہے جس پر ہمارے بزرگ گامزن ہوئے
یہی زندگی گذارنے کا صحیح طریقہ ہے اور خدا تک پہنچنے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے ،
آج بھی یہ قدیم نیک راستہ ہمارا رہبر ہے ۔
اور ہم اسی عقیدے کو دل میں لئے ، اپنے گھر جا رہے ہیں ۔"

اتوار کے اسکول میں جانے ، صبح میں کلیسا جانے ، ڈنر کھانے اور پلیٹیں صاف کرنے ، اور پھر شام میں دوبارہ گرجا گھر جانے کی مصروفیتوں کی بنا پر سرا اتوار آسانی سے گذر جاتا

تھا۔ پیر کے دن پھر اسکول جانا ہوتا تھا، اس کے بعد جمعہ کی ادبی سوسائٹی کی میٹنگ کا پُر اشتیاق انتظار کرتے اور ہفتے کا دن ادبی سوسائٹی کے بارے میں باتیں کرتے گزرتا تھا اور اس طرح پھر اتوار آجاتا تھا۔ ان تمام پروگراموں اور مصروفیتوں کو ناکافی سمجھتے ہوئے خواتین کی امدادی سوسائٹی نے کلیسا کے اخراجات میں مدد کرنے کے لئے دعائے شکر کی ایک عظیم تقریب منائی۔ اور اس سلسلے میں نیو انگلینڈ کھانا ترتیب دیا گیا۔

اسکول سے لارا جلدی جلدی گھر پہنچی اور اس نے گذشتہ موسم گرما میں پاپا کے اُگائے ہوئے پمپکن کو چھیلنے اور کاٹنے میں ماما کی مدد کی۔ اُس نے ایک بڑا برتن بھر کر چھوٹی سفید پھلیاں بھی احتیاط سے دھوئیں۔ ماں نے نیو انگلینڈ کھانے میں لے جانے کے لئے پمپکن کا سالن اور بڑی کڑھائی بھر کر پھلیاں بھی تلی تھیں۔

دعائے شکر کی تقریب کے دن اسکول کی چھٹی رہی۔ دعائے شکر کے موقع پر ڈنر بھی نہ تھا بلکہ یہ دن کچھ عجیب اور خالی خالی سا تھا، اور دن بھر سالن، اور تلی ہوئی پھلیاں کھانے کے لئے بے صبری سے شام کا انتظار کرنا پڑا۔ دن کی روشنی میں، دوپہر کے بعد، باورچی خانہ میں رکھے ہوئے کھانے کے ٹب میں وہ باری باری نہاتے تھے۔ مگر جمعرات کے دن، دن کے وقت نہانا کچھ عجیب سا لگا۔

لارا نے اپنا اسکول کا لباس برش سے صاف کیا اور بالوں میں کنگھا کر کے چوٹی باندھی اور نئے سرے گھونگھر ڈالے۔ ماں نے بھی اپنا بڑھیا والا سوٹ پہنا اور پاپا نے مونچھیں بنا کر اپنا اتوار کا سوٹ پہن لیا۔

چراغ جلنے کے وقت، جب سبھی کو بھوک لگی تھی، ماں نے پھلیوں کی بڑی کڑھائی کو بھورے رنگ کے کاغذ میں لپیٹ کر شال سے باندھ دیا تاکہ پھلیاں گرم رہیں۔ لارا نے جلدی سے گریس کو لپیٹ لپاٹ کر، اپنا کوٹ اور ٹوپی پہنی۔ پاپا پھلیوں کی کڑھائی اٹھائے تھے اور ماں روٹی بجانے کے چوکور ڈبے میں "پمپکن کا سالن" لارا اور کیری دونوں ایک ایک طرف سے

پلیٹوں کی ٹوکری پکڑے ہوئے تھیں اور لارا دوسرے ہاتھ سے گریس کو سنبھالے ہوئے تھی۔
جب وہ فلر کے اسٹور کے قریب سے گذرے تو اس کے پیچھے خالی جگہوں کے دوسری طرف کلیسا جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ ویگن میں جوتے جانے والے گھوڑے اور سواری والے ٹٹو اس کے چاروں طرف جمع تھے اور لوگ ایک دروازے میں جہاں روشنی قدرے کم تھی، داخل ہو رہے تھے۔
کلیسا کی اندرونی دیواروں پر لگے ہوئے بریکٹوں میں لیمپ جل رہے تھے۔ اُن کے شیشے کے کٹوروں میں مٹی کا تیل بھرا تھا" اور اُن کی روشنی، شیشے کی چمنیوں کے پیچھے لگے ہوئے عکس اندازوں سے منعکس ہو کر پھیل رہی تھی۔ تمام بنچیں دیوار کے قریب بچھائی گئی تھیں اور کمرے کے درمیان میں سفید میز پوش سے آراستہ دو چیزیں جگمگا رہی تھیں۔
"ارے یہ دیکھو" کیری خوشی سے چلائی
لارا تھوڑی دیر تک یہ سب دیکھ کر مبہوت کھڑی رہی۔ پاپا اور ماں بھی کچھ ٹھٹک سے گئے۔ اگرچہ عمر رسیدہ تھے اور ان کے لئے یہ مناسب نہ تھا کیونکہ ایک بزرگ آدمی کو تو اپنی آواز یا انداز سے کسی قسم کے احساسات کو بھی نمایاں نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ اسی احساس کے تحت لارا خاموش کھڑی سب کچھ دیکھتی رہی اور گریس کو پچکار کر خاموش کر دیا کیونکہ وہ اور کیری دونوں ہی خوشی سے پھولی نہ سما رہی تھیں۔
میز کے بیچوں بیچ ایک ایک بُھنا ہوا سوور رکھا تھا۔ جس کے منہ میں ایک سیب تھا ذائقوں کی جتنی بھی خوشبوئیں تھیں ان میں سب سے بڑھ کر قیمے کے سموسوں کی خوشبو تھی۔
اپنی پوری زندگی میں لارا اور کیری نے کبھی اتنا کھانا ایک جگہ جمع نہیں دیکھا تھا دونوں میزیں بھری ہوئی تھیں، اُن پر آلو، شلجم اور زرد آلوؤں سے بنی ہوئی سبزی کے ڈھیر لگے تھے جس میں چھوٹے چھوٹے سوراخوں سے مکھن رس رس کر، کناروں پر جمع ہو رہا تھا۔

خشک اناج سے بھی پیالے بھرے پڑے تھے، اسے پہلے سکھا کر کریم میں پکایا گیا تھا
کچھ پلیٹوں میں سنہری سنہری ڈبل روٹیوں کے ڈھیر، کچھ میں بھورے رنگ کی ڈبل روٹی
کے ٹکڑے اور کچھ میں گراہام کی سوندھے ذائقے والی روٹی رکھی تھی اس کے علاوہ لکڑی
چقندر، اور سبز ٹماٹروں کا اچار، سرخ ٹماٹروں اور جنگلی چیری کی چٹنی سے بھرے ہوئے مرتبان
بھی تھے۔ ہر میز پر ایک لمبی، چوڑی اور گہری کڑھائی "چوزوں کے سالن" سے بھری رکھی تھی
جس کے ہلکے اور باریک ڈھکن کی جھریوں سے بھاپ نکل رہی تھی۔

ان میں سب سے عمدہ بھنا ہوا سور تھا۔ یہ چھوٹی چھوٹی چار کھچیوں پر اس طرح
کھڑا تھا جیسے زندہ ہو، اس کے نیچے ایک تھالی میں پکے ہوئے سیب رکھے تھے جن کی
خوشبو بہت نفیس تھی مگر جو خوشبو مرغن اور لذیذ کھانوں پر فوقیت رکھتی تھی، وہ سور کے
قیمے کے سموسوں کی تھی، لارا کے لئے یہ خوشبو بالکل نئی تھی۔

لوگ کھانے کی میز پر بیٹھنے لگے تھے پلیٹیں خالی ہوتیں اور پھر بھر کر ایک ہاتھ سے
دوسرے ہاتھ میں پہنچ رہی تھیں۔ لوگ کھائے جاتے تھے اور باتیں کرتے جاتے تھے۔ میز پر رکھے
ہوئے سور کا مجرب گوشت ٹکڑے ٹکڑے کر کے کاٹا جا رہا تھا۔

"آپ کے پاس بھنا ہوا گوشت کتنا ہے؟" لارا نے ایک شخص کو جو اپنی پلیٹ دوبارہ
بھرنے کے لئے دے رہا تھا، کہتے سنا۔ گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر دینے والے نے ایک ٹکڑا اٹھاتے
ہوئے جواب دیا "میں بالکل صحیح تو نہیں کہہ سکتا مگر میرا اندازہ ہے کہ چالیس پونڈ تو ضرور ہوگا"
میز پر کوئی جگہ خالی نہ تھی۔ کرسیوں کے اطراف میں، مسز ٹنکھم اور مسز بریڈلے پھرتی
سے اِدھر اُدھر لوگوں کے پیالے کافی یا چائے سے بھر رہی تھیں۔ کچھ خواتین استعمال شدہ
پلیٹوں کو صاف کر کے ان کو دھو دھو کر دے رہی تھیں لیکن جب کوئی کھانا ختم کر کے اٹھتا
تو اس کی جگہ فوراً بھر جاتی۔ جبکہ کھانے کی قیمت پچاس سینٹ ادا کرنا ہوتے تھے۔ کلیسا
لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور لوگ برابر آ رہے تھے۔ یہ سب باتیں لارا کے لئے نئی تھیں وہ

حیران و ششدر تھی۔ وہ یہ سوچ رہی تھی کہ خود اسے کیا کرنا چاہیئے۔ اُس نے ایڈا کو ایک کونے میں پلیٹیں صاف کرتے ہوئے دیکھا۔ ماں بھی کھانے والوں کی میز کے قریب کھڑی تھیں اور جس چیز کی انہیں ضرورت ہوتی وہ ان کے لئے مہیا کرتیں۔ لہذا لارا نے بھی ایڈا کا ہاتھ بٹانا مناسب سمجھا۔

"کیا تم اپنا ایپرن نہیں لائیں؟" ایڈا نے پوچھا "خیر، کوئی بات نہیں۔ اس تولیہ کو پن لگا کر لٹکا لو، تاکہ میرے کام کرنے سے تمہارے لباس پر چھینٹیں نہ پڑیں" ایڈا کیونکہ پادری کی بیٹی تھی اس لئے وہ کلیسا کا کام کرنے کی عادی تھی۔ اس نے اپنی آستینیں اوپر چڑھا رکھی تھیں اور اپنے کپڑوں کو ایک بڑے ایپرن سے ڈھانپ رکھا تھا۔ وہ ہنستی جاتی اور بہت تیزی سے پلیٹیں دھوتی جاتی اور لارا انہیں جلدی جلدی پونچھتی جاتی۔

"بھئی، آج تو کھانے کا انتظام بہت ہی عمدہ رہا" ایڈا نے خوشی خوشی کہا "کیا تم نے کبھی سوچا تھا کہ اتنا بڑا مجمع ہو سکے گا؟"

"نہیں کبھی نہیں"! لارا نے جواب دیا۔ اُس نے سرگوشی کے انداز میں کہا "کیا ہمارے کھانے کے لئے بھی کوئی چیز بچ رہے گی؟"

"ہاں کیوں نہیں" ایڈا نے اعتماد سے کہا "ماں براؤن ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتی ہیں۔ انھوں نے کچھ پائے اور کیک ضرور بچا رکھے ہوں گے۔"

لارا کو فروٹ پائی اور کیکوں کی اتنی پرواہ نہ تھی۔ لیکن وہ سوچ رہی تھی کہ شاید جب تک کھانے کی میز پر جانے کی اس کی باری آئے گی بھنا ہوا گوشت تھوڑا بہت ضرور بچ رہے گا۔ جب پاپا نے گریس، کیری اور اپنے لئے ایک میز پر جگہ بنائی تو بھنا ہوا گوشت تھوڑا ہی باقی تھا۔ لارا نے دیکھا کہ وہ سب خوشی خوشی کھا رہے تھے۔ وہ خود پلیٹیں پونچھتی رہی۔ وہ جلتی پلیٹیں بھی جلدی جلدی دھو کر رکھتی، سب میز پر پہنچ جاتیں۔ بہت تیزی سے دھونے کے بعد بھی ہالسی کے آس پاس استعمال شدہ پلیٹوں کا ڈھیر لگ جاتا تھا۔

"ہم لوگوں کو یہاں کچھ نہ کچھ مدد کی ضرورت تھی" ایڈا نے مسرت بھرے لہجے میں کہا کسی کو بھی اتنے لوگوں کے آجانے کی امید نہ تھی۔ ماں اور کچھ دیگر خواتین کام میں بہت پھرتی دکھا رہی تھیں اور مستعدی سے کام میں مصروف تھیں۔ لارا بہت صبر سے برابر پلیٹیں صاف کر رہی تھی۔

اُس کی بھوک برابر بڑھ رہی تھی اور یہ امید کہ کھانے کے لئے کچھ بچے گا۔ برابر کم ہو رہی تھی مگر وہ برابر ایڈا کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔ وہ سارا کام ایڈا پر چھوڑنا نہ چاہتی تھی۔

بہت کافی دیر بعد میزیں بالکل خالی ہو گئیں۔ آخر میں، خواتین کے امدادی کلب کی ممبر عورتیں، ایڈا اور لارا، ہی کھانے سے رہ گئی تھیں۔ اس کے بعد پھر پلیٹیں، پیالیاں چھری کانٹے جمع کئے گئے اور ایک میز کو صاف ستھرا کر کے بیٹھنے کے قابل بنایا۔ جس میز پر بھنا ہوا سور رکھا ہوا تھا، وہاں ہڈیوں کا ایک انبار لگا تھا۔ مگر لارا تو یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ ابھی کافی گوشت باقی تھا اور کڑھائی میں چوزوں کا سالن بھی باقی تھا۔ مسز براؤن بچا کر کچھ ہوئی پائی اور کیک لے آئیں۔

تھوڑی دیر تک لارا اور ایڈا بہت ہی سکون سے کھانا کھاتی رہیں۔ دیگر خواتین ایک دوسرے کے کھانے کی بابت اور طعام شب کی کامیابی کے سلسلے میں باتیں کرتی رہیں۔ دیوار کے قریب بنچوں پر بیٹھنے والے سبھی مہمان باتوں میں مصروف تھے۔ اِدھر اُدھر کونوں میں اور آتشدان کے قریب کھڑے ہوئے لوگ بھی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد میزیں بالکل خالی ہو گئیں۔ لارا اور ایڈا نے پلیٹیں دوبارہ صاف کیں اور خواتین نے ان میں بچا ہوا کھانا رکھ کر، ٹوکریوں میں رکھا اور باندھ دیا۔ یہ ماں کے پکانے کی عمدگی ہی تھی کہ پمپکن کے سالن یا پھلیوں میں کچھ بھی نہ بچا تھا۔ ایڈا نے دیگچی اور کڑھائی دھوئی اور لارا نے انہیں پونچھ کر خشک کر دیا اور ماں نے اپنی ٹوکری میں رکھ لیا۔

مسز بریڈلے پیانو بجا رہی تھیں اور کچھ دوسرے لوگ گا رہے تھے مگر گریس سو گئی تھی

گھر جانے کا وقت بھی ہو گیا تھا۔

"کیرولین میرا خیال ہے کہ تم کافی تھک گئی ہو" پاپا نے گریس کو گود میں اٹھا کر گھر کے لئے چلتے ہوئے کہا۔ ماں لالٹین اٹھائے تھیں جس کی روشنی میں لارا اور کیری برتنوں کی ٹوکری لئے آگے پیچھے چل رہی تھیں۔

"یہ خواتین کلب کا ملنساری جلسہ تو بہت ہی کامیاب رہا۔" پاپا نے کہا۔

"میں تو تھک گئی ہوں" ماں نے جواب دیا لارا اُن کی آواز کی لرزش سے ذرا چونک سی گئی "یہ ملنساری جلسہ نہیں تھا یہ تو "نیو انگلینڈ سپر" تھا۔"

پاپا نے اس کے جواب میں کچھ نہ کہا۔ جب انہوں نے دروازہ کھولا تو گھنٹہ گیارہ بجا رہا تھا۔ بس کل کا دن اسکول جانے کا تھا۔ اس کے بعد پرسوں، جمعہ کے دن ادبی سوسائٹی کا پروگرام ہونا تھا۔

یہ ایک مباحثہ تھا جس کے لئے عنوان تھا۔ "ثابت کیجئے کہ لنکن، واشنگٹن سے بڑی شخصیت کا مالک تھا" لارا اس مباحثے کو سننا چاہتی تھی کیونکہ وکیل بارنس اس کے حق میں بول رہے تھے اور ان کے دلائل بہت ہی اعلیٰ ہوتے تھے۔

جب وہ جلسے میں جانے کی تیاری کر رہے تھے تو لارا نے ماں سے کہا "ان کی دلیلیں تعلیمی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ اور یہ کہ خود اُس نے کچھ دلیلیں ذہن نشین کر لی تھیں۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اُسے ابھی تو آگے پڑھنا ہے۔ اس ہفتے میں دو دن شام کو وہ اسکول نہ جا سکی۔ کرسمس کی چھٹیوں میں جو اسکول کے تعلیمی عرصہ درمیان ہوتی تھیں۔ تھوڑے سے ہی دن ہوتے تھے جنہیں وہ اپنی پڑھائی کے نقصان کو پورا کرنے میں لگا سکتی تھی۔

میری کے لئے کرسمس کے تحفوں سے بھرا ہوا ایک بکس بھیجا جا چکا تھا۔ ماں نے اس بکس میں بہت احتیاط سے، نرم اون اور کھڑکی کے باہر گرتی ہوئی برف کی طرح سفید دستانے رکھ دیئے جو لارا نے بنائے تھے۔ خود انہوں نے بھی سفید رنگ کے دھاگے سے ایک بیت علا

کالر بنایا تھا۔ اُسے بھی بکس میں رکھ دیا گیا اور چھ رومال جو کیری نے باریک ململ کے بنائے تھے، ان کے تین کناروں پر مشین کے بنے فیتے کا کام تھا اور تین کنارے سادگی سے موڑ دیے گئے تھے۔ انھیں بھی رکھ دیا گیا۔ گریس ابھی کم عمر تھی وہ کرسمس کے لئے کوئی تحفہ تیار نہ کر سکتی تھی لیکن اُس نے جیب خرچ کے کچھ پیسے بچا کر، آدھی گز نیلی منباف خریدی تھی اور ماں نے اس سے فیتے کے کالر کے نیچے لگانے کے لئے، ایک "بو" بنا دی تھی۔ یہ سب کر چکنے کے بعد، سب نے کرسمس کی مبارکباد کا ایک طویل خط لکھا۔ اور پاپا نے اُس میں پانچ ڈالر کا ایک چیک رکھ دیا "تاکہ میری کو جن چیزوں کی ضرورت ہے، وہ خرید سکے"

انہوں نے بتایا کہ میری کی ٹیچر نے اپنے خط میں میری کی بہت تعریف لکھی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ اگر میری کچھ موتی خرید لے تو وہ گھر اپنے ہاتھ کے کام کے کچھ نمونے بھیج سکے گی۔ اور یہ کہ اسے ایک سلیٹ کی ضرورت ہے اور شاید آئندہ ایک دوسری قسم کی سلیٹ درکار ہوگی جس پر نابینا لوگوں کے نظام تحریر کے مطابق وہ لکھا کرے گی، جسے نابینا لوگ اپنی انگلیوں سے محسوس کر کے پڑھ بھی لیتے ہیں۔

"ان سب تحفوں سے میری کو یہ اندازہ ہو ہی جائے گا کہ ہم سب اُسے کس قدر یاد کرتے ہیں" ماں نے کہا۔ اس بات سے اور سب بھی خوش تھے کہ کرسمس کے سامان سے بھرا صندوق روانہ ہو گیا تھا۔

مگر میری کے بغیر کرسمس کچھ سونا سونا تھا۔ جب انھوں نے ناشتے کے وقت کرسمس کے تحفوں کو کھولا، تو گریس سب سے زیادہ خوش نظر آتی تھی۔ گریس کے لئے ایک گڑیا تھی جس کا سر اور ہاتھ چینی کے تھے اور اس کے کپڑے کے بنے پیروں پر چھوٹے چھوٹے کالے رنگ کے چپل بھی تھے۔ پاپا نے جھولا کرسی کو ایک سگار کے ڈبے پر رکھ کر گڑیا کے لئے ایک جھولا بنایا تھا۔ لارا، کیری اور ماں نے چھوٹی چھوٹی چادریں، ایک تکیہ اور کڑھائی کا کام کی ہوئی ایک تو شک بنا کر، گڑیا کو رات کا ڈھیلا ڈھالا لباس اور ایک ٹوپی پہنا دی تھی۔ گریس اس

سب سے بہت خوش تھی۔

لارا اور کیری دونوں نے، جرمن سلور کی ایک انگلستانی ماں کے لئے اور نیلے رنگ کی ایک ریشمی نکٹائی پاپا کے لئے خریدی تھی، لارا کی اپنی پلیٹ میں نیلے اور گہرے گرد پوش والی کتاب "ٹینی سن کی نظمیں" رکھی تھی۔ پاپا اور ماں نے اس طرف کوئی دھیان نہ دیا کہ لارا کو کتاب دیکھ کر خاص اچنبھا نہ ہوا تھا۔ آوا سے وہ ایک کتاب کیری کے لئے بھی لائے تھے جو ابتک پوشیدہ تھی۔ یہ کتاب تھی "مور لینڈ کی کہانیاں"

بس کرسمس کے موقع پر یہی سب کچھ تھا۔ صبح کا کام ختم کر کے لارا نظم "لوٹس ایٹر" پڑھنے بیٹھی۔

یہ نظم بھی مایوس کن ثابت ہوئی کیونکہ اُس جگہ پہنچ کر جہاں ہمیشہ ہی دن رہتا تھا، ملاحوں نے کسی اچھائی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ ان کا یہ خیال تھا کہ وہ اُس ساحرانہ زمین پر رہنے اور ادھر اُدھر سستی سے پڑے رہ کر شکایت کرنے کے حقدار تھے۔ جب کبھی وہ جدوجہد کرنے کے بارے میں سوچتے تو یہی کہتے کہ "ہم اس بڑھتی ہوئی موج کے ساتھ کیوں بڑھیں؟"

"ایسا کیوں تھا؟" لارا کو نہایت برا لگا۔ "وہ سوچنے لگی "کیا بڑھتی ہوئی موج کے ساتھ بڑھنا ملاح کا کام نہیں؟" لیکن وہ سب لوگ ایک خوابوں بھری زندگی اور تن آسانی کے متلاشی تھے۔ لارا نے کتاب بند کر دی۔

اس کا خیال تھا کہ اس کتاب میں بہت سی اچھی اچھی نظمیں ہوں گی۔ لیکن میری کی غیر موجودگی کا احساس اس قدر شدید تھا کہ اس کا دل پڑھنے میں بالکل نہ لگتا تھا۔

اسی دوران، پاپا ڈاکخانہ کا ایک لفافہ لئے ہوئے داخل ہوئے۔ تحریر تو کچھ اجنبی سی تھی مگر خط پر میری کے دستخط تھے وہ اس نے کٹواں لکیروں والے کاغذ کو لوہے کی سلیٹ پر رکھ کر اور لکیروں کو محسوس کر کے پنسل سے لکھا تھا۔ یہ اس کی طرف سے سب کے لئے کرسمس کا تحفہ تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ کالج مجھے بہت پسند ہے اور مجھے اس کے کام

سے بہت خوش تھے۔ وہ نابینا لوگوں کے نظامِ تحریر کے مطابق لکھنا پڑھنا بھی سیکھ رہی ہے
اس کا دل تو یہی چاہتا ہے کہ کرسمس کے موقع پر وہ سب بھی اس کے ساتھ ہوں، بہر حال
سب اُسے یاد آ رہے ہیں اور یہ امید ہے کہ سب لوگ اسے بھی یاد کر رہے ہوں گے۔

خط کے پڑھے جانے کے بعد سارا دن خاموشی سے گذر گیا۔ بس لارا نے ایکبار کہا کہ
اگر میری یہاں ہوتی تو ادبی سوسائٹی کے جلسوں سے وہ کس قدر خوش ہوتی۔ وہ سوچنے لگی
کہ سبھی چیزیں کتنی تیزی سے بدل رہی ہیں۔ میری کے گھر آنے میں ابھی چھ سال باقی تھے اور
جبتک گھر کا ماحول پہلے جیسا ہونے کی کوئی امید نہ تھی۔ لارا اسکول کی اپنی چھٹیوں میں بالکل
نہ پڑھ سکی۔ جنوری بھی تیزی سے گزر گیا اور اسے سانس لینے کی مہلت نہ دی۔ اس بار تو سردی
بھی اس قدر معمولی پڑی تھی کہ اسکول ایک دن کے لئے بھی بند نہ ہوا تھا۔ ہر جمعہ کو ادبی جلسے
ہوتے اور ہر جلسہ گذرے ہوئے جلسے سے بڑھ چڑھ کر ہوتا تھا۔

اس بار مسز جارے کی موم کی بنائی ہوئی چیزوں کی نمائش تھی۔ میلوں کا پیدل سفر
کر کے لوگ جوق در جوق آئے تھے۔ گھوڑے گاڑیاں اور کاٹھی والے ٹٹو کھونٹوں سے باندھ
دیئے گئے۔ بھورے رنگ والے مورگن گھوڑوں پر صاف ستھرے کمبل ڈھکے تھے جن میں گھونگرو
لگے تھے۔ اوز المنزو وائلڈر، کیپ گارلینڈ کے ساتھ اسکول کے مجمع میں کھڑا تھا۔

استاد کی جگہ کے پلیٹ فارم کے دونوں طرف موم کے بنے ہوئے قد آدم مجسموں
کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

یہ مجسمے موم کے بنے ہوئے ضرور لگتے تھے۔ ان کے چہرے موم کی طرح سفید تھے
محض پلکیں کالی تھیں اور ہونٹ سرخ تھے۔ سفید کپڑے میں لپٹا ہوا ہر مجسمہ مردے کے
ڈھانچے کے مانند بے حس و حرکت کھڑا تھا۔

جب تھوڑی دیر تک ان مجسموں کو دیکھا جا چکا تو مسز جارے، پیچھے کے پردے
سے باہر آئیں۔ اُن سے کوئی بھی واقف نہ تھا وہ ایک ڈھیلا جمپر اور ایک معمولی اسٹ

پہنے ہوئے تھیں ان کے ہاتھ میں ٹیچر کی لمبی چھڑی تھی۔ انہوں نے بہت ہی رعب دار آواز میں کہا "جارج واشنگٹن میں آپ کو زندہ ہونے اور چلنے کا حکم دیتی ہوں اور یہ کہکر انھوں نے چھڑی سے مجسمے کو چھوا" مجسمہ چلنے لگا۔ ایک ہاتھ سفید کپڑے کی تہہ سے باہر نکل کر اوپر اٹھا ہوا تھا اور اس موم کے ہاتھ میں کلہاڑی تھی۔ کلہاڑی والا ہاتھ اس طرح ہلتا تھا جیسے لکڑی کاٹ رہا ہو۔

مسز جارسے نے ہر مجسمے کو اس کا نام لیکر پکارا، اُسے چھڑی سے چھوا، اور ہر مجسمہ جھٹکے لے لیکر چلنے لگا۔ ڈینیل بون کے ہاتھ میں بندوق تھی۔ کوئن الزابتھ، ایک سنہری تاج کو کبھی پہنتی تھیں اور کبھی اُتارتی تھیں۔

سر والٹر ریلے کے مضبوط ہاتھ میں پائپ تھا، جہاں کے ساکت لبوں تک آ، جا رہا تھا۔ ایک ایک کرکے سبھی مجسموں کو حرکت میں لایا گیا۔

وہ ایک ایسے بے جان انداز میں جا رہے تھے جیسے کہ موم بہہ رہا ہو۔ ان سے زندہ ہونے کے بارے میں کسی کو بھی یقین نہ تھا۔

آخر کار جب پردہ گرا دیا گیا تو سب نے اطمینان کا سانس لیا اور ساتھ ہی ساتھ بے پناہ صدائے تحسین بلند ہوئی۔ موم کے تمام مجسمے، جواب واقعی زندہ تھے، پردے کے باہر آگئے تو صدائے تحسین کا شور اور بھی بلند ہو گیا۔ مسز جارسے نے اپنا ہیٹ اتار دیا تو پتہ چلا کہ یہ گیرالڈ فلر تھے۔ ملکہ الزابتھ کا تاج اور ہیٹ گر گیا۔ تو مسٹر بریڈوے برآمد ہوئے۔ اس پُرلطف مذاق پر صدائے تحسین برابر بلند ہو رہی تھی۔

"آج کا پروگرام تو ادبی سوسائٹی کے پروگراموں میں سر فہرست رہا" ماں نے گھر جاتے ہوئے کہا "کیا واقعی تم ہی یہ بات کہہ رہی ہو" پاپا نے کچھ اس انداز سے کہا۔ جیسے کہ انھیں اور کچھ بھی معلوم تھا جسے وہ ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے "اب تو پورے قصبے کی امنگیں جوان اور بیدار ہو گئی ہیں" وہ کہنے۔

اگلے دن دوپہر میں میری یا ورلا سے ملنے آئی۔ دونوں تمام دن موم کے مجسموں کے بارے میں باتیں کرتی رہیں۔

اسی دن شام کو جب لارا پڑھنے بیٹھی تو اسے جمائیاں آرہی تھیں "میں سو جاؤں تو بہتر ہے" اس نے کہا "مجھے بہت نیند آرہی ہے ..... اور وہ اور بھی جمائیاں لینے لگی"۔

اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ تمہاری دوسری شام ہوگی جو بیکار گئی" ماں نے کہا۔ اور کل رات کو چلی جانا ہے۔ ہم تفریحی پروگراموں کے ایک ایسے مسلسل دور سے گذر رہے ہیں کہ میں کہتی ہوں ..... کیا دروازے پر کسی نے دستک دی؟"

دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی۔ ماں کھولنے گئیں۔ چارلی آیا تھا مگر وہ گھر میں نہ آیا۔ ماں نے اس سے لفافہ لے کر دروازہ بند کر دیا۔

"لارا یہ تمہارے لئے ہے" ماں نے کہا۔

کیری اور گریس حیرت سے تک رہی تھیں۔ پاپا اور ماں لارا کو لفافے کا پتہ پڑھتے دیکھ رہے تھے۔ اس پر لکھا تھا "مس لارا انگالس، دی اسمیٹ ڈکوٹا ٹیریٹری" "اس میں کیا ہو سکتا ہے" اس نے بال پن سے لفافہ کھولا اس میں سے سنہرے کناروں والا ایک پرچہ نکالا۔ اس نے کھول کر زور سے پڑھنا شروع کیا۔

"مین۔ ایم۔ ووڈورتھ۔ ۲۸ر جنوری، بروز سنیچر، رات کو آٹھ بجے، کھانے پر آپ کی تشریف آوری کا متمنی ہے"

بالکل اسی طرح جیسے کبھی ماں بھی کرتیں۔ لارا ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ گئی۔
ماں نے دعوت نامہ لارا کے ہاتھ سے لے کر دوبارہ پڑھا "یہ پارٹی ہے" انہوں نے کہا "کھانے کی پارٹی"

"لارا تمہیں پارٹی میں بلایا گیا ہے" کیری نے حیرت سے پوچھا "کیا ہوتی ہے پارٹی"

"مجھے خود بھی کچھ معلوم نہیں" لارا نے کہا "ماں میں کیا کروں، میں تو کبھی بھی کسی پارٹی میں نہیں گئی، مجھے پارٹی میں کس طرح کا رویہ رکھنا ہوگا؟"

"لارا تمہیں تو پہلے ہی بتا دیا گیا ہے کہ تمہیں ہر جگہ کس طرح رہنا چاہئے"

ماں نے جواب دیا " بس یہ ضروری ہے کہ تم لوگوں کے ساتھ بہت سلیقہ اور عمدگی سے پیش آؤ۔ اور تمہیں یہ معلوم ہے کہ یہ کس طرح ہوتا ہے۔

ماں نے جو کچھ کہا درست تھا مگر للارا اس سے مطمئن نہ ہو پائی۔

بیسواں باب

یومِ پیدائش پر پارٹی

اگلے ہفتے پھر لارا پارٹی کے بارے میں سوچتی رہی۔ اس کا حال عجیب تھا۔ وہ جانا بھی چاہتی تھی اور نہیں بھی۔ جب وہ ایک کم عمر لڑکی تھی تو اُسے نیلی اولیسن کی پارٹی میں جانے کا اتفاق ہوا تھا مگر یہ پارٹی بھی ایک نوعمر لڑکی کی پارٹی تھی مگر یہ پارٹی جس کے لئے لارا مدعو تھی، اس کی نوعیت بالکل مختلف تھی۔

اسکول میں، ایڈا، میری پاور اور مینی بھی اس خبر سے بہت خوش تھیں۔ آرتھر نے مینی کو بتایا کہ یہ پارٹی بین کے یومِ پیدائش کے سلسلے میں ہے۔

اخلاقی تقاضے کے پیشِ نظر، انھوں نے پارٹی کا تذکرہ دوپہر کے وقفے میں اس لئے نہیں کیا کہ نیلی اُن کے ساتھ تھی اور وہ پارٹی میں مدعو نہیں تھی اور پھر وہ شہر میں بھی رہتی تھی اس لئے اس کا آنا مشکل بھی تھا۔

پارٹی کی رات کو، لارا کپڑے تبدیل کر کے سات بجے ہی تیار ہو گئی تھی۔ میری پاور اُس کے ساتھ ڈپو جانے کے لئے آرہی تھی۔ مگر اس کے آنے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا۔ اس وقفے میں لارا نے ٹینی سن کی اپنی پسندیدہ نظم کو دوبارہ پڑھنے کی کوشش کی۔

باغ میں آؤ ماڈ

اُڑ رہی ہیں رات میں چمگادڑیں

باغ میں آؤ ماڈ

میں یہاں تنہا کھڑا ہوں راہ میں

ہے ہوا عطر بیز صندل سے

اور گلابوں کی مُشک پھواروں سے

وہ خاموش نہ بیٹھ سکی۔ اس نے دیوار پر ٹنگے ہوئے آئینے میں ایک بار اور اپنا جائزہ لیا اسے لمبا قد اور چھریرا بدن اس قدر پسند تھا کہ وہ اپنے اسی شوق کی وجہ سے نازک نازک اور دبلی پتلی لڑکیوں کو دیکھنا پسند کرتی تھی۔ مگر آئینہ میں اسے ایک پستہ قد، گول مٹول لڑکی نظر آئی جو نیلے کشمیرے کا اتوار کے دن کا لباس، زیب تن کئے تھی۔

یہ لباس ایک نوجوان عورت کا تھا کیونکہ اس کے بٹن والے جوتے کافی اوپر تک تھے۔ چنٹیں پڑا ہوا اسکرٹ اس کی کمر پر بہت ہی موزوں انداز میں فٹ کیا گیا تھا اور اس کے اوپر چست جمپر تھا جس کی جھالر آگے کی طرف اور پیچھے کی طرف لٹکی ہوئی تھی اور آگے کی طرف چھوٹے چھوٹے ہرے رنگ کے بٹن بھی لگے ہوئے تھے۔ نیلے اور سنہرے ہرے رنگ کے اونی چارخانے کی ایک پٹی اسکرٹ کی گوٹ کے چاروں طرف لگی ہوئی تھی اور اس چارخانے کی پتلی پتلی پٹیاں، جمپر کے نچلے حصے اور لمبی آستینوں کے چاروں طرف لگی ہوئی تھیں چارخانے کا، کھڑا ہوا، سخت کالر اندر سے سفید فیتے کی جھالر سے آراستہ تھا۔ ماں نے للا کو اپنا موتی نما پن بھی کالر میں ٹھوڑی کے نیچے لگانے کے لئے دیدیا تھا۔ للا کو اس لباس میں کوئی خاص بات نظر نہ آئی مگر اس کی عین خواہش تھی کہ وہ بھی نیلی اولیین کی طرح لمبی اور ہلکی پھلکی ہوتی۔ اس کی کمر ایک نوخیز درخت کے تنے کی طرح گول تھی، اس کے بازو پتلے اور لمبے مگر گول تھے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ گداز اور بہت پر صلاحیت معلوم ہوتے تھے، اور اس کے ہاتھ نیلی اولیین کے دبلے پتلے اور ہڈیوں کے مالا، ہاتھوں کی طرح نہ تھے۔

آئینہ میں اس کا چہرہ بھی ناہموار نظر آتا تھا۔ ٹھوڑی میں بھی معمولی سا گڑھا تھا اس کے سُرخ چہرے پر اوپر کا ہونٹ چھوٹا اور ٹیڑھا تھا۔ ناک میں کوئی خرابی

نہ تھی مگر اُس میں بھی معمولی جھکاؤ کی کمی نے اُسے یونانی حسن کا ایک حصہ بننے سے معذور کر دیا تھا۔
لارا کا خیال تھا کہ اس کی آنکھوں کا درمیانی فاصلہ زیادہ تھا اور ان کا رنگ بھی پاپا کی آنکھوں
کے مقابلے میں کم نیلا تھا۔ اس کی آنکھیں کشادہ اور فکر مند تھیں ان میں چمک بالکل نہ تھی۔

اس کی پیشانی کے بالکل نیچے، گھونگھریالے بالوں کے چھلّے تھے۔ اگرچہ اس کے بال
سنہرے تھے مگر پھر بھی بہت لمبے اور گھنے تھے، جنہیں کنگھے سے پیچھے کی طرف کر لیا گیا تھا اور لارا
کی گھنی چوٹی اُس کے سر کے پچھلے حصّے کو پوری طرح ڈھکے ہوئے تھی جس کے بوجھ سے اسے
اپنے بڑے ہو جانے کا احساس تھا اس نے آہستہ سے اپنا سر گھمایا تاکہ بھورے بالوں پر لیمپ
کی روشنی کو پھیلتا ہوا دیکھ سکے۔ اس کے بعد فوراً ہی اسے یہ احساس ہوا کہ اس کا رویہ یہ ظاہر
کرتا ہے کہ جیسے اُسے اپنے بالوں پر گھمنڈ ہو۔

وہ کھڑکی پر جا کھڑی ہوئی۔ میری پاور ابھی تک نہ آئی تھی۔ لارا پارٹی میں شرکت کے
خیال سے سراسیمہ تھی کہ اکیلے جانے کی اُسے ہمت نہ تھی۔ "لارا بیٹھ جاؤ اور سکون سے انتظار کرو"
ماں نے مشورہ دیا۔ اُسی لمحہ لارا نے میری پاور کو آتے دیکھا اور جلدی سے اپنا کوٹ اور ٹوپی پہن
کر تیار ہو گئی۔

بغیر ایک دوسرے سے کوئی بات کئے، میری پاور اور لارا، مین اسٹریٹ کے آخر تک
ساتھ ساتھ چلتی رہیں۔ اس کے بعد ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ ڈپو تک گئیں، جہاں
دو ڈورتھ مقیم تھے۔ مکان کے اوپر کے حصّے میں کھڑکیوں میں روشنی ہو رہی تھی اور نیچے بھی
تار گھر کے دفتر میں جہاں بین کا بھائی جم کام کر رہا تھا۔ کہر آلود رات میں ٹیلیگراف کی
ٹک ٹک کی آواز گونج رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ ہم لوگ ملاقات کے کمرے میں انتظار کریں" میری پاور نے کہا۔
"دستک دینا ٹھیک رہے گا، یا یونہی سیدھے اندر گھر میں چلے جائیں"
"میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتی" لارا نے تسلیم کیا۔ لیکن اُسے یہ جان کر قدرے

اطمینان ہوا کہ میری پاور کو بھی اس سلسلے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ ابھی تک وہ اپنے گلے میں ایک قسم کی گھٹن اور ہاتھوں میں کپکپی محسوس کر رہی تھی ملاقات کا کمرہ عام لوگوں کے لئے تھا جس کا دروازہ بند تھا۔ مگر یہ موقع تو پارٹی کا تھا۔

میری پاور پہلے تو کچھ جھجکی مگر پھر دستک دی۔ اس نے زیادہ زور سے نہیں کھٹکھٹایا تھا مگر پھر بھی وہ دونوں اس کی آواز سے چونک پڑیں

کوئی بھی نہ آیا لارا نے کہا "آؤ جی، ہم سیدھے اندر ہی چلیں۔"

اس نے یہ کہتے ہوئے، جوں ہی دروازے کا ہینڈل پکڑا، بین ڈوڈو نے دروازہ کھولا ۔۔۔

لارا اس قدر سراسیمہ ہو گئی کہ وہ بین کی "گڈ ایوننگ" کا بھی جواب نہ دے سکی۔ وہ اوآر کا سوٹ پہنے تھا جس کا کالر سخت تھا۔ اس کے بال گیلے تھے اور اُن میں کنگھا ہوا تھا۔ اس نے کہا "ماں اوپر کمرے میں ہیں، اوپر چلیے۔"

وہ ملاقات کے کمرے سے گذر کر، زینہ طے کر کے اس کمرے میں گئیں جہاں بین کی ماں ایک چھوٹے سے کمرے میں ان لوگوں کی منتظر تھیں وہ بھی لارا کی طرح پستہ قد اور گداز جسم تھیں اور ان کے ملائم، ہلکے بھورے رنگ کے لباس میں گلے اور آستینوں پر برف جیسی سفید رفل لگی ہوئی تھی۔ وہ بہت ہی خوبصورت نظر آتی تھیں۔ ان کا انداز اس قدر مشفقانہ اور دوستانہ تھا کہ لارا نے تھوڑی دیر بعد ہی، یہاں اپنے گھر کا سا آرام محسوس کیا۔

ان کے سونے کے کمرے میں، ان دونوں نے اپنے لبادے اتارے، کمرہ بھی مسز ڈوڈو تھ کی نفاست کا آئینہ دار تھا۔ صاف چادر اور رفل کی جھالر لگے تکیوں اور بستر پر اپنے کوٹ رکھتے ہوئے ہچکچائیں۔ کھڑکیوں پر بھی باریک رفل کے سفید پردے آویزاں تھے اور ایک چھوٹی میز پر لیمپ کے نیچے فیتے سے بنایا ہوا ایک زیر انداز رکھا تھا۔ لکھنے کی میز پر سفید فیتے کا بنا ہوا کپڑا بچھا ہوا تھا۔ اور اس رنگ میں رنگ ملانے کے لئے، شیشے کے فریم پر بھی

سفید فیتہ لگا یا گیا تھا۔ میری باورا ور لارا نے خود کو آئینہ میں دیکھا اور اپنی انگلیوں سے بالوں کے چھلوں کو جو ٹوپ سے چمٹے ہوئے تھے، درست کیا۔ مسز وڈورتھ نے بہت ہی مشفقانہ انداز میں کہا "اگر آپ بناؤ سنگار سے فارغ ہو چکی ہیں تو آئیے ملاقات کے کمرے میں چلیں" ایڈا مینی، آرتھر، کیپ اور بین پہلے ہی سے وہاں موجود تھے۔ "اگر جم کام ختم کر کے آ جائے تو ہماری پارٹی کے افراد پورے ہو جائیں گے" مسز وڈورتھ نے مسکرا کر کہا وہ بیٹھ گئیں اور بہا بہت خوشگوار انداز میں باتیں کرنے لگیں۔

ملاقات کا کمرہ، سایہ دار لیمپ کی روشنی میں بہت عمدہ لگتا تھا اور ہیٹر کی آنچ سے بہت ہی پُر سکون ہو گیا تھا۔ اس کمرے کی کھڑکیوں پر گہرے سرخ رنگ کے پردے پڑے تھے کرسیاں دیوار کے قریب نہ تھیں بلکہ اسٹوو کے چاروں طرف رکھی تھیں جہاں کوئلے اسٹوو کی کھڑکی میں دمک رہے تھے۔ درمیان میں رکھی میز کے سنگِ مرمر کے تختے پر ریشمی غلاف میں لپٹی ہوئی تصویروں کی البم کے علاوہ، اس کے نیچے کے خانے میں کچھ کتابیں بھی رکھی تھیں لارا ان کتابوں کو دیکھنا چاہتی تھی مگر مسز وڈورتھ کی طرف متوجہ نہ ہونا بھی بداخلاقی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد مسز وڈورتھ نے معذرت چاہی اور باورچی خانے میں چلی گئیں، کمرے میں ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ لارا نے سوچا کہ اُسے ہی کچھ بولنا چاہیئے۔ مگر وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوئی۔ اس کے پاؤں بہت بڑے تھے اس سمجھ نہ آتا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کا کیا کرے۔

دروازے میں سے اُسے ایک لمبی میز نظر آئی جس پر سفید کپڑا ڈھکا ہوا تھا۔ لمبی لمبی زنجیروں میں چھت میں لٹکے ہوئے ایک لیمپ کی روشنی میں میز پر چینی کے برتن جگمگ جگمگ کر رہے تھے۔ لیمپ کے دودھ جیسے سفید کناروں کے اطراف میں چمکدار گوشوارے رکھتے تھے۔ یہ تمام چیزیں بہت ہی خوبصورت تھیں مگر لارا کا خیال بار بار اپنے پیروں کی طرف جاتا تھا۔ اس نے پیروں کو اپنے اسکرٹ میں چھپانے کی کوشش کی اس نے پارٹی میں موجود

دوسری لڑکیوں کی طرف دیکھا اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ اسے کچھ نہ کچھ بولنا چاہئے کیونکہ سبھی خاموش تھے۔ لیکن اس کے لئے تنہا اس گہرے سکوت کو توڑنا مشکل تھا۔ اس کا دل یہ سوچ کر اور بھی اداس ہوا کہ پارٹی بھی ملنساری جلسے کی طرح غیر آرام دہ تھی۔

اس دوران سیڑھیوں پر کسی کے چڑھنے کی آواز آئی اور رحم کمرے میں ہوا کی تیزی کی طرح داخل ہوا اس نے سب پر ایک نگاہ ڈال اور سنجیدگی سے پوچھا "کیا آپ لوگ کسی انجمن احباب میں شریک ہیں"

یہ سن کر سب ہنس پڑے اور اس کے بعد سے سبھی باتیں کرنے لگے، کبھی کبھی برابر کے کمرے سے جہاں مسز ڈوڈورتھ میز کے آس پاس چل پھر رہی تھیں، چینی کے برتنوں کے کھڑکنے کی آواز آ جاتی تھی رحم اس قدر اچھے موڈ میں تھا کہ اس نے ماں کو آواز لگا دی کیا کھانا تیار ہے؟"

"ہاں تیار ہے" ماں نے دروازے سے جھانک کر کہا "آپ سب لوگ اس کمرے میں آ جائیے۔"

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ڈوڈورتھ خاندان اس کمرے کو صرف کھانے کے لئے استعمال کرتا تھا۔ میز پر آٹھ آدمیوں کے بیٹھنے کا انتظام تھا ہر خالی پلیٹ کے قریب ایک پلیٹ میں لکتو ما مچھلی کا سالن تھا۔ یتین میز کے ایک سرے پر اور رحم اس کے دوسرے سرے پر بیٹھا تھا مسز ڈوڈورتھ نے سب کو ترتیب وار بٹھایا اور خود ان سب کو کھانا کھانے میں لگ گئیں۔

اب ڈلا لا کے پاؤں میز کے نیچے چھپ گئے تھے اور اس کے ہاتھ اس وقت کمال دکھا رہے تھے۔ پوری محفل اس قدر شاندار تھی کہ اس کی جھجک اب دور ہو گئی تھی۔

میز کے عین بیچ میں چاندی کی ایک اچار دانی میں سرکے کی کانچ کی بوتلیں، لال اور کالی مرچ کی چٹنی اور سرخ مرچ کا اچار تھا۔ سب کے پاس چینی کی ایک پلیٹ تھی جس کے کنارے پر پھولوں کا ایک ہار سا بنا ہوا تھا۔ ہر پلیٹ کے پاس ایک سفید دستی اس طرح رکھی گئی

تھی کہ یہ ایک بڑے سفید پھول کی طرح معلوم ہوتی تھی، سب سے عمدہ چیز پلیٹ کے پاس ایک سنگترہ تھا۔ اسی پر بس نہیں کیا تھا ان سنگتروں کی شکل بھی پھول جیسی بنا دی گئی تھی۔

سنگترہ کے چھلکے کو، اوپر سے اس طرح تراشا گیا تھا کہ اس کا ہر حصہ نیچے کی طرف جھک گیا تھا جو کسی پھول کی سرخ اور سبز رنگ کی پتیوں سے مشابہ تھا۔ ان پتیوں میں سنگترے کی پھانکیں ایک سفید سی جھلی میں ملفوف تھیں۔

کتورا مچھلی کا سالن ہی اس ضیافت کا سب سے اہم جز تھا۔ مسز ڈوورتھ نے اس پر بھی بس نہ کی۔ انھوں نے تلی ہوئی کتورا مچھلی کا پیالہ بھی لاکر رکھدیا۔ جب اس لذیذ سالن کا آخری قطرہ بھی چمچے سے لگاکر پی لیا گیا تو وہ سالن کی پلیٹیں لے گئیں اور ایک بڑی پلیٹ میں لبالب بھرے ہوئے ٹماٹر اور قیمے کے بنے سموسے لاکر رکھدیئے۔ ٹماٹروں کے بھرتے کے چھوٹے چھوٹے چپٹے کیک تلنے سے سنہرے ہو گئے تھے اس کے بعد وہ ایک پلیٹ بھر کر کریم میں تلی سمندری مچھلی کے پکوڑے لائیں اور پھر گرم گرم بسکٹوں کی ایک پلیٹ۔ انھوں نے کانچ کی ایک پیالی میں سب کے لئے مکھن لاکر رکھدیا۔

مسز ڈوورتھ نے ایک بار نہیں دو دو بار سبھی سے کچھ اور لینے کو کہا۔ آخر میں وہ کافی کی پیالیاں لائیں اور شکر اور کریم بھی۔

اس کے بعد جب انھوں نے میز خالی کرلی تو ایک سفید رنگ کا یوم پیدائش کا کیک لائیں۔ انھوں نے اس کیک کو بین کے سامنے رکھ کر، چھوٹی چھوٹی پلیٹیں بھی رکھدیں۔ بین کیک کاٹنے کے لئے کھڑا ہوا اور اس نے ہر پلیٹ میں ایک ایک ٹکڑا رکھدیا۔ اور مسز ڈوورتھ نے سب کے سامنے ایک ایک پلیٹ میں ایک ایک ٹکڑا رکھدیا۔ اور مسز ڈوورتھ نے سب کے سامنے ایک ایک پلیٹ رکھدی۔ جب تک بین نے اپنے لئے بھی ایک ٹکڑا کاٹا وہ سب انتظار کرتے رہے۔

لارا اپنے سامنے رکھے ہوئے سنگترے کے بارے میں متعجب تھی۔ اگرچہ سنگترے کھانے

کے لئے ہی تھے تو ان کے کھانے کی باری کب تھی اور انہیں کس طرح کھانا تھا، وہ بہت ہی خوبصورت تھے۔ انھیں خراب کرنا اچھا نہ لگتا تھا۔ آج سے پہلے لالا نے ایک بار آدھا سنگترہ کھایا تھا اس لئے اُسے سنگترے کے ذائقے کی خوبی معلوم تھی۔

سبھی نے کیک کھانا شروع کر دیا اور کسی نے بھی سنگترے کو ہاتھ نہ لگایا۔ لالا نے سوچا کہ شاید سنگترے گھر لے جانے کے لئے تھے۔ اگر وہ سنگترہ گھر لیجا سکی، تو اسے بابا، ماں، گیری اور گرلیس میں تقسیم کر دے گی۔

اس کے بعد سب نے بتین کو اپنا سنگترہ اٹھاتے دیکھا۔ اس نے احتیاط سے اپنے سنگترے کو اپنی پلیٹ کے اوپر ہاتھ میں رکھا۔ اس کے کٹے ہوئے چھلکے کو علیحدہ کرکے سنگترے کی پھانکوں کو الگ الگ کر لیا۔ اس نے ایک پھانک سنگترے کی کھائی اور ایک ٹکڑا کیک کا کھایا۔

یہ دیکھ کر لالا نے اپنا سنگترہ اٹھا لیا اور پھر سبھی نے اٹھا لئے۔ سب نے انھیں احتیاط سے چھیلا اور پھانکوں کو علیحدہ کرکے کیک کے ٹکڑوں کے ساتھ کھاتے تھے۔

جب کھانا ختم ہو گیا تو سارے چھلکے پلیٹوں میں جمع تھے۔ لالا نے بہت صفائی سے دستی سے اپنے ہونٹ پونچھ کر اسے تہہ کر دیا۔ اور سب نے بھی اس کے دیکھا دیکھی ایسا ہی کیا۔

"اب سب نیچے چل کر کھیلیں گے" بتین نے کہا۔ جب سب میز سے اٹھے تو لالا نے میری پاور سے آہستہ سے کہا "کیا ہمیں پلیٹیں دھونے میں مسز وڈورتھ کی مدد نہیں کرنا چاہیئے؟"

اور ایدا اسی لمحے کہہ اٹھی "مسز وڈورتھ، کیا ہمیں پلیٹیں دھونے میں مدد کرنے کی اجازت دیجئے گا؟" مسز وڈورتھ نے شکریہ ادا کیا۔ وہ کہنے لگیں "لڑکیو جاؤ اور ہنسی خوشی کھیلو کودو، پلیٹوں کی پرواہ مت کرو!"

مکان کے نچلے حصے میں ملاقات کا وسیع کمرہ، بریکٹ میں لگے ہوئے لیمپوں سے روشن تھا۔ اور آتش دان کی آنچ سے گرم تھا۔ کھیلنے کودنے کے لئے اس کمرے میں کافی

جگہ تھی پہلے تو وہ رومال کا کھیل کھیلتے رہے پھر "اندھا بھینسا"۔ جب سب لوگ
تھک ہار کر بنچوں پر آرام کرنے بیٹھ گئے تو جم نے کہا "میں ایک ایسا کھیل جانتا ہوں
جو تم لوگوں نے کبھی نہ کھیلا ہوگا" سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے "مگر ایسا کون سا کھیل ہے"
"میرا خیال ہے کہ اس کا کوئی نام نہیں کیونکہ یہ بالکل نیا ہے" جم نے جواب دیا "لیکن
تم سب لوگ میرے دفتر میں آؤ، میں تمہیں دکھاؤں، کہ یہ کھیل کیسے کھیلا جاتا ہے" چھوٹے
سے دفتر میں ان سب کے لئے گھیرا بنا کر کھڑے ہونے کے لئے جگہ بھی نہ تھی جم نے ان سے
گھیرا بنانے کو کہا اور ایک سرے پر جم اور دوسرے سرے پر ٹین کھڑے ہو گئے۔ باقی سب لوگ
جم کی کام کرنے کی میز کے چاروں طرف کھڑے تھے۔ جم نے ان سب سے ہاتھ میں ہاتھ ڈال
کر کھڑے ہونے کو کہا۔

"سب خاموش اور بے حس و حرکت کھڑے رہو" اس نے کہا۔ سب حیرت زدہ اور
خاموش کھڑے تھے اس انتظار میں کہ نہ معلوم اب کیا ہونے جا رہا ہے۔

"دفعتاً لارا کے جسم میں ایک جھنجھناہٹ محسوس ہوئی۔ پکڑے ہوئے ہاتھوں کو
جھٹکا محسوس ہوا۔ لڑکیاں چیخ پڑیں، لڑکے چلا پڑے۔ لارا پر خوف سا طاری ہو گیا۔ وہ
اپنی جگہ سے نہ ہلی اور نہ ہی اس کی کوئی آواز نکلی۔

سب نے حیرت و استعجاب سے پوچھنا شروع کیا "یہ کیا تھا؟ یہ کیا تھا؟ جم تم نے یہ
کیا کیا۔ کس طرح کیا تھا؟" کیپ نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ یہ تمہاری بجلی کا کرشمہ تھا مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے یہ کیسے کیا؟"

جم صرف ہنستا رہا اس نے لارا سے پوچھا "کیا تم نے کچھ محسوس نہیں کیا؟"

"ہاں ہاں، کیوں نہیں، میں نے بھی محسوس کیا" لارا نے جواب دیا۔ "مگر تم چیخیں کیوں
نہیں" جم نے جاننا چاہا۔

"اس سے فائدہ" لارا نے سوال کیا۔ مگر جم اس سوال کا جواب نہ دے سکا۔

"لیکن یہ سب تھا کیا" لارا نے سب کے ساتھ ہم آواز ہو کر کہا۔ مگر جم نے صرف یہ جواب دیا "یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا"

پاپا نے بھی یہی بتایا تھا کہ بجلی کے بارے میں کسی کو بھی معلوم نہیں۔ بنجامین فرینکلن اس کا موجد تھا۔ مگر یہ کسی کو بھی معلوم نہیں کہ بجلی کیا ہوتی ہے؟ اس بجلی کے ذریعہ ٹیلیگراف مشین بھی کام کرتی ہے مگر پھر بھی کسی کو اس کی کیفیت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔

وہ سب حیرت زدہ تھے اور میز پر رکھی ہوئی تیلی کی چھوٹی سی مشین کو دیکھ رہے تھے۔ جو ٹک ٹک کی آواز کے ساتھ بہت دور دور پیغامات بھیج سکتی تھی۔ جم نے اس پر ایک ٹک کی آواز کی اور بتایا کہ یہ آواز سینٹ پال میں سنی گئی ہوگی۔

"کیا ابھی سنی گئی ہوگی"؟ میری نے پوچھا اور جم نے کہا "ہاں، ابھی سنی گئی ہوگی" جب پاپا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو سب خاموش کھڑے مشین کو دیکھ رہے تھے۔

"کیا پارٹی ختم ہوگئی"؟ انھوں نے پوچھا "میں اپنی لڑکی کو گھر لے جانے کے لئے چلا آیا تھا" بڑے گھنٹے میں دس بج رہے تھے اور اس طرف کسی کا بھی دھیان نہ گیا تھا کہ رات کافی ہوگئی ہے۔

جب تک لڑکوں نے ملاقات کے کمرے سے کوٹ اور ٹوپ اٹھا کر پہنے لڑکیاں اوپر کے کمرے میں مسٹر وڈورتھ کا شکریہ ادا کرنے اور شب بخیر کہنے گئیں۔ صاف ستھرے سونے کے کمرے میں انھوں نے اپنے کوٹوں کے بٹن لگائے اور ہیٹ پہنے اور کہنے لگیں "کہ ہمارا وقت بہت عمدہ گذرا۔ کیونکہ وہی پارٹی جس سے لارا خائف تھی، ختم ہوگئی تھی اس لئے اس کا دل چاہتا تھا کہ کاش یہ ختم نہ ہوئی ہوتی۔

زینے کے قریب تقدس مآب براؤن کھڑے تھے۔ وہ ایڈا کو لینے آئے تھے۔ لارا اور میری بادر، پاپا کے ساتھ گھر کی طرف چل دیں۔ جب پاپا اور لارا گھر میں داخل ہوئے تو ماں منتظر تھیں" تمہاری آنکھوں کی مسکراہٹ ہی بتا رہی ہے کہ تم نے وقت خوب ہنسی خوشی گذارا" ماں نے مسکرا کر لارا سے کہا "بس۔ اب چپکے سے بستر میں دبک جاؤ، کیونکہ گیری

اور گریس سو رہی ہیں۔ کل تم ہم سب کو پارٹی کے بارے میں بتانا۔"

"ہاں، ہم میں سے ہر ایک نے ایک پورا سنگترہ کھایا" لارا کہے بغیر نہ رہ سکی۔ مگر بقیہ باتیں اس نے سب کو اکٹھا سنانے کے لئے بچا رکھیں۔

اکیسواں باب

شوریدہ سری کے دن

پارٹی شرکت کے بعد سے لارا پڑھائی سے کچھ کترانے لگی تھی۔ پارٹی کی وجہ سے بڑے لڑکے اور لڑکیاں آپس میں اس طرح گھل مل گئے تھے کہ سب طوفان کے دنوں کی دوپہر اور اسکول کا وقفہ آتش دان کے قریب کھڑے ہوکر باتیں کرنے اور ہنسی مذاق میں گذارتے تھے۔

برفانی طوفان کے دوران دن بہت ہی پُرلطف گذرتے، کیونکہ سب لڑکے لڑکیاں گھر سے باہر برف کی گیندوں کا کھیل کھیلتے تھے یہ کوئی بیگماتی کھیل نہ تھا مگر بہت پرلطف تھا، سب ہانپتے، ہنستے اور اپنے کوٹ اور ہیٹ سے برف جھڑاتے اسکول کے دروازے میں داخل ہوتے اور پھر سب ہشاش بشاش، پُرجوش اور تازہ دم اپنی اپنی جگہ پر جا بیٹھتے۔

لارا اِن سب دلچسپیوں میں اس قدر محو تھی کہ اُسے اسکول میں اپنی پڑھائی کی حالت بہتر بنانے کی بھی فکر نہ رہی تھی۔ اگرچہ وہ کلاس میں پڑھائی میں سب سے آگے تھی مگر پھر بھی اس کے نمبر سو فیصدی نہ آتے تھے کبھی کبھی حساب اور تاریخ میں اس سے غلطیاں ہو جاتیں۔ ایک بار اس کے نمبر حساب میں ۹۳ ہی رہ گئے تھے۔ اور وہ یہ سوچتی رہی کہ آئندہ موسم گرما میں سخت محنت کر کے وہ ضائع شدہ وقت کی کمی کو پورا کرے گی۔ وہ بقول کسی شاعر کے یہ بھی بخوبی جانتی تھی۔

"اگر سورج نکلنے اور غروب ہونے کے درمیان کا ایک بھی گھنٹہ جس میں ساٹھ قیمتی منٹ ہوتے ہیں، ضائع ہو جائے تو اس کا کوئی بدل نہیں کیونکہ جو گیا، سو گیا!"

چھوٹے بچے کرسمس کے تحفے میں ملی ہوئی، برف پر پھسلنے والی گاڑیاں اسکول لے آئے تھے کبھی کبھی بڑے لڑکے ان گاڑیوں کو مانگ لیتے تھے اور لڑکیوں کو بٹھا کر برف پر چلاتے۔

لڑکوں کو گاڑیاں کھینچنا پڑتیں کیونکہ پھسلنے کے لیے پہاڑیاں تو تھیں نہیں، اور اس سال برفانی
طوفان شدت کا نہ تھا اس لیے زمین پر برف بھی زیادہ نہ جمی تھی۔

کیپ اور جم نے مل کر برف پر پھسلنے کی ایک بڑی گاڑی بنائی جس میں چار لڑکیاں
بیٹھ سکتی تھیں اور جسے چار لڑکے کھینچ سکتے تھے۔ لڑکے اسکول کے وقفے میں گیلہستان کی سڑک
پر ادھر سے ادھر تک بہت تیز رفتار سے گاڑی دوڑاتے اور دوپہر کے وقت تو وہ بہت
دور دور نکل جاتے تھے۔

اب وقت آیا کہ نیلی اولیین کے لیے کھڑکی پر کھڑے رہ کر یہ سب دیکھنا ناقابلِ برداشت
ہوگیا۔ اسے ہمیشہ سے باہر جا کر کھیلنا اس لیے ناپسند تھا کہ کہیں اس کی نرم و نازک جلد
اور ہاتھ کھردرے نہ ہو جائیں۔ لیکن ایک دن اس نے بھی برف کی گاڑی کی سواری پر جانے
کی خواہش ظاہر کی۔

برف گاڑی پانچ لڑکیوں کے لیے ناکافی تھی۔ مگر لڑکے تو سبھی لڑکیوں کو اس گاڑی
میں بھر لینا چاہتے تھے۔ انہوں نے پانچوں لڑکیوں کو اس برف گاڑی میں ٹھونس ٹھانس
کر بٹھا دیا۔ لڑکیوں کے پیر گاڑی کے ادھر ادھر کے تختوں میں اڑے ہوئے تھے اور ان کے
اسکرٹ اس طرح کھنچی ہو گئے تھے کہ ان کے موزے جوتوں کے اوپر تک نظر آتے تھے۔ بہرحال
کسی نہ کسی طرح وہ برف سے پٹی ہوئی سڑک پر چل دیے۔

جب لڑکے ایک دائرہ بنا کر برف گاڑی کو کھینچتے قصبے کی طرف لیے جا رہے تھے تو بڑی
ہوا، اور بے تحاشا ہنسنے سے سب کے لباس بے ترتیب ہو گئے۔ سب کے بال بکھر گئے اور
سب کے چہرے سرخ ہو گئے۔ وہ اسکول کی عمارت کے قریب سے گزرے تو کیپ نے چلا کر
کہا "چلو مین اسٹریٹ چلیں" لڑکے جو مسلسل ہنس رہے تھے اور چیخ رہے تھے سب نے اس سے
اتفاق کیا اور پھر اور بھی تیزی سے دوڑنے لگے۔

نیلی اولیین کی چیخ نکل گئی وہ چلائی "میں کہتی ہوں روکو، ارے روکو"

"شاباش لڑکو، ٹھیک ہے۔ مت رو کنا" ایڈا نے کہا اور اُسے ہنسی آ گئی۔ لارا بھی ہنس رہی تھی کیونکہ وہ سب ایک عجیب مضحکہ خیز منظر پیش کر رہے تھے۔ ان کی ایڑیاں کھٹ کھٹ بول رہی تھیں۔ اسکرٹ اڑ رہے تھے۔ مفلر اور بال بھی ہوا میں لہرا رہے تھے۔ نیلی کے چلانے سے لڑکے بہت محظوظ ہوئے اس لئے وہ اور بھی تیز دوڑنے لگے۔ لارا کو یقین تھا کہ وہ مین اسٹریٹ تک نہیں جائیں گے اور اب وہ واپس چلیں گے۔

"نہیں۔ نہیں، آرتھر نہیں" نیلی چلائی۔ میری پاور بھی التجا کر رہی تھی "خدا کے لئے مین اسٹریٹ نہ جاؤ"

لارا نے بھورے مورگن گھوڑوں کو، کھونٹوں سے بندھا دیکھا۔ المنزو وائلڈر جو فر کا ایک، لمبا کوٹ پہنے تھا، انھیں کھونٹوں سے کھول رہا تھا۔ وہ یہ دیکھنے کے لئے مڑا کہ لڑکیاں کیوں چیخیں۔ مگر پھر لارا سمجھ گئی کہ لڑکے جان بوجھ کر اس کے پاس سے گذرنا چاہتے تھے اور اس طرح سب مین اسٹریٹ والوں کو یہ تماشا دکھانا چاہتے تھے یہ کوئی دلچسپ مذاق نہ تھا۔

دوسری لڑکیاں اس قدر ہنگامہ کر رہی تھیں کہ لارا کو اپنی بات کہنے کے لئے آہستہ بولنا پڑا۔ اس نے کہا "کیپ، خدا کے لئے ان لڑکوں کو روکو" میری مین اسٹریٹ کی طرف جانا نہیں چاہتی۔

کیپ نے فوراً مڑنا شروع کیا اور دوسرے لڑکوں نے اس کی مخالف سمت میں زور لگانا شروع کیا۔ مگر کیپ نے کہا "ارے آؤ بھی" اور یہ کہکر گاڑی کا رُخ ایک دم پھیر دیا۔

جب وہ اسکول کی طرف چلے تو اسکول کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اسکول کے دروازے پر سب ہی بہت شریفانہ انداز میں اُترے۔ مگر نیلی غصہ میں بھری ہوئی تھی۔

"تم لڑکے خود کو بہت چالاک اور ہوشمند کہتے ہو" وہ برسی۔

"تم جاہل ہو کیونکہ مغربی علاقے کے رہنے والے ہو نا۔"

لڑکے اس کی طرف نہایت سنجیدگی اور خاموشی سے دیکھتے رہے۔ کیونکہ وہ لڑکی تھی اس لئے دل چاہنے پر بھی وہ اس کی غیر شریفانہ گفتگو کے جواب میں کچھ نہ کہہ سکے۔ مگر کیپ نے ذرا فکر مندانہ انداز سے میری پاور کی طرف دیکھا اور وہ اس کے دیکھنے پر مسکرا دی۔

"آپ سب لوگوں کا بہت بہت شکریہ" لارا نے کہا۔

"ہاں بھئی آپ سب لوگوں کا شکریہ، بڑا ہی مزا آیا" ایڈا نے لقمہ دیا۔

"بہت بہت شکریہ" میری پاور نے کیپ کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا اور اس کا چہرہ بھی مسکراہٹ اور خوشی سے دمک اٹھا۔

"ہم اسکول کے وقفے میں پھر چلیں گے" اسکول میں داخل ہوتے ہوئے کیپ نے کہا ——

مارچ میں برف پگھلنے لگی تھی۔ سالانہ امتحان قریب تھے۔ لارا نے ابھی تک زیادہ مستعدی سے پڑھنا شروع نہیں کیا تھا۔ اب جو کچھ بھی بات ہوتی تھی وہ محض موسم سرما میں منعقد ہونے والے آخری جلسے کے بارے میں ہوتی تھی۔ سبھی اس بارے میں قیاس آرائیاں کرتے کہ جلسہ کیسا ہوگا اور اس میں کیا ہوگا۔ نیلی کے گھر والے بھی اس جلسہ میں شرکت کے لئے آرہے تھے اور نیلی نیا سوٹ پہن کر آنے والی تھی۔

گھر پر وہ کر پڑھنے کے بجائے، لارا نے نیلے کشمیرے کے سوٹ پر اور اس کی فیتے کی جھالر پر استری کی۔ اسی لئے وہ ٹوپ کی بجائے ہیٹ پہننا چاہتی تھی۔ ماں نے اس کے لئے آدھا گز، بہت خوبصورت بھورے رنگ کی ململ خریدی تھی۔

"میرے خیال میں تم ہیٹ کو بہت احتیاط سے رکھو گی" ماں نے کہا "اور اس طرح یہ کئی سردیوں تک پہنا جا سکے گا۔"

ہفتے کے دن میری پاور اور لارا نے اپنے ہیٹ بنائے۔ میری کا ہیٹ گہرے نیلے کپڑے کا تھا اور اس پر کالا اور نیلا مخمل لگا کر آراستہ کیا گیا تھا۔ یہ مخمل میری کے پاپا کے کپڑے

کے ٹکڑوں کے تھیلے میں سے حاصل کیا گیا تھا۔ چھونے میں بہت ہی نرم اور دیکھنے میں اس کی سلک کی چمک دمک چٹنئی اور سنہری تھی۔ ادبی جلسے میں وہ پہلی بار اسے پہن کر گئی تھی۔

اسکول میں کوئی خاص تیاریاں نہیں ہوئی تھیں۔ صرف ٹیچر ڈبیک کو پلیٹ فارم سے ہٹا دیا گیا تھا۔ ایک ایک سیٹ پر تین تین آدمی بیٹھے تھے اور کمرے میں کھڑے ہونے کی جگہ بھی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ ٹیچر ڈبیک کو لڑکے گھیرے ہوئے تھے مسٹر بریڈے اور وکیل ہارنس درمیانی راستے کو صاف رکھنے کے لئے لوگوں کو پیچھے کی طرف دھکیل رہے تھے جو اندر آنا چاہتے تھے۔ جب باہر کھڑے ہوئے ان لوگوں کی چیخنے کی آواز آئی تو کسی کی بھی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا بات تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں درمیانی راستے میں اوپر کی طرف سے پانچ سیاہ فام آدمی پھٹا پرانا لباس پہنے آئے۔ ان کی آنکھوں کے چاروں طرف سفید حلقے تھے اور ان کے منہ کھلے ہوئے اور سرخ سرخ تھے۔ وہ سب پلیٹ فارم کی طرف مارچ کرتے ہوئے بڑھے اور پھر ایک قطار میں کھڑے ہو کر گانا شروع کر دیا۔

"تم مولیگن محافظوں کی بات کرو
یہ سیاہ فام شکست نہیں کھا سکتے"

پیچھے سے آگے کی طرف اور آگے سے پیچھے کی طرف وہ مارچ کرتے رہے اور گاتے رہے۔

"تم مولیگن محافظوں کی بات کرو
یہ سیاہ فام شکست نہیں کھا سکتے
ہم سب وقت کی آواز پر قدم اٹھاتے ہیں۔
ذرا سیاہ فاموں کے ملتے ہوئے قدم دیکھو"

درمیان میں کھڑا ہوا شخص "بیکرا ناچ" ناچ رہا تھا اور دیوار سے کمر لگائے بوسیدہ لباس میں چاروں سیاہ فام کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک بربط بجا رہا تھا ایک منہ کا باجا اور ایک دو ہڈیوں پر تال لگا رہا تھا۔ چوتھا آدمی ہاتھوں سے تالیاں بجا رہا تھا اور ساتھ ساتھ پیر

بھی پیخ رہا تھا۔

واہ واہ کا ایسا شور بلند ہوا کہ ختم ہی ہونے میں نہ آتا تھا۔ پیروں کی حرکت کو روکا نہ جاسکتا تھا۔ پورا مجمع دلفریب موسیقی، سفید آنکھوں والے چہروں کی کھسیانی ہنسی اور وحشیانہ ناچ سے مچل اُٹھا۔ کچھ غور کرنے کا موقع نہ تھا۔ جب ناچ ختم ہوا تو ہنسی مذاق شروع ہوگیا۔ انھوں نے ایک انوکھے انداز میں سفید حلقوں والی آنکھوں کو مٹکانا اور ایک دوسرے سے پُر لطف اور مزاحیہ انداز میں سوال و جواب کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد پھر موسیقی اور ناچ شروع ہوگیا۔

جب یہ پانچوں سیاہ فام درمیانی راستے سے دوڑتے ہوئے باہر چلے گئے تو سب جوش و خروش اور ہنسی مدھم پڑ گیا۔ یہ احساس بالکل نہ تھا کہ اس رقص و سرود کی محفل میں ساری شام بیت گئی تھی۔ نیویارک کے مسخرے مطربوں کی محفلیں بھی اس محفل کے مقابلے میں کچھ نہ تھیں۔ ہشاش بشاش مجمع میں سے کسی نے سوال کر ڈالا "یہ کون لوگ تھے ۔۔۔؟"

ان کے بوسیدہ لباس اور کالے چہروں کی وجہ سے یہ پہچاننا مشکل تھا کہ وہ کون ہیں لارا کو یقین تھا کہ پیکر انارچ ناچنے والا گیرالڈ فلر تھا۔ اس یقین کی وجہ یہ تھی کہ لارا نے ایک بار فلر کو ایک لوہے کے سامان کی دوکان کے سامنے البیلا ناچ ناچتے دیکھا تھا، وہ کالے ہاتھ جن کی انگلیوں کے بیچ، لمبی، چپٹی اور سفید ہڈیاں بج رہی تھیں اُسے یقین تھا کہ وہ پاپا کے ہاتھ تھے۔ مگر ان کی کالی مونچھوں کی کسر تھی۔

"ہوسکتا ہے کہ پاپا نے اپنی مونچھیں کاٹ لی ہوں، کیا واقعی انھوں نے کاٹ لی ہوں گی؟"

لارا نے ماں سے پوچھا ماں نے گھبرا کر کہا۔ خدا کے لئے ایسا نہ کہو، میرا تو خیال یہی ہے کہ انھوں نے نہیں کاٹی ہیں۔"

"پاپا بھی ان سیاہ فاموں میں ضرور شامل تھے" کیری نے کہا "اور وہ ہمارے ساتھ بھی تو یہاں آئے تھے۔"

"ہاں، وہ مسخرے مطربوں کے رقص میں شرکت کے لئے کچھ مشق تو ضرور کر رہے تھے" ماں نے تیز تیز چلتے ہوئے کہا۔

"ماں، مگر کسی بھی سیاہ فام رقاص کی مونچھیں نہ تھیں" کیری نے ماں کو یاد دلایا۔

"اُف میرے خدا" ماں نے کہا "میرے خدا" وہ یہ کھیل دیکھنے میں اس قدر محو ہو گئی تھیں کہ انھوں نے اس طرف دھیان بھی نہ دیا تھا۔

"تمہارے پاپا نے مونچھیں نہیں کاٹی ہوں گی" انھوں نے کہا اور پھر لارا سے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے کیا انھوں نے کاٹ دی ہوں گی؟"

"میں کیا بتاؤں" لارا نے جواب دیا۔ وہ سوچنے لگی کہ اس دن شام کے شو میں شرکت کے لئے پاپا نے اپنی مونچھیں ہی قربان کر دیں، لیکن وہ صحیح طور پر اندازہ نہ کر سکی کہ انھوں نے کیا ترکیب کی تھی۔

وہ سب جلدی جلدی گھر پہنچے۔ پاپا موجود نہ تھے۔ وہ کافی دیر بعد گھر آئے اور حسرت بھرے انداز میں آتے ہی پوچھا "مسخرے مطربوں کا شو کیسا رہا؟" ان کی لمبی بھویں اور مونچھیں بالکل پہلے جیسی تھیں۔

"آپ نے اپنی مونچھوں کو کہاں چھپا لیا تھا؟" لارا نے پوچھا۔ ماں نے بھی تعجب اور فکر مندی کا اظہار کیا۔ پاپا کہنے لگے "کیوں؟ کیا خرابی ہے میری مونچھوں میں؟"

"چارلس۔ کیا تم میری موت ہی بلا کر رہو گے؟" ماں نے جھڑا چلتے ہوئے کہا۔

لارا نے پاپا کے ہنستے وقت ان کی آنکھوں کی جھریوں کے پار سفید سفید نشان دیکھے اور ان کی مونچھوں میں بہت خفیف سی کالے رنگ کی گریس بھی نظر آئی۔

"میں سمجھ گئی آپ نے مونچھوں کو کالا کر کے اور نیچے کی طرف دبا کر ارٹ کے کالر میں

چھپا رکھا تھا۔ لارا نے پاپا کے دل کی بات جاننے کے لئے کہا اور وہ اس کی بات سے انکار نہ کر سکے ۔ کہ ہڈیوں پر تال لگانے والے سیاہ فام شخص وہی تھے ۔

"ایسی شام زندگی میں کبھی کبھی ہی آتی ہے" ماں نے کہا اور وہ سب رات گئے اس موضوع پر بات چیت کرتے رہے ۔ کیونکہ موسم بہار شروع ہو رہا تھا اس لئے اب ادبی جلسوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا ۔

"جیسے ہی اسکول کی چھٹیاں ہوں گی ہم سب بستی میں منتقل ہو جائیں گے ، کیسا رہے گا؟" پاپا نے کہا ۔

"مجھے تو باغ کے لئے کچھ بیج بھی لینا ہیں" ماں نے کہا ۔

"میں بھی ضرور جاؤں گی" میں اور گریس عوب بنفشے کے پھول چنا کریں گے" کیری نے کہا "گریس کیا تمہیں یہ پسند نہیں؟" گریس جھولا کرسی میں ماں کی گود میں تقریباً سو گئی تھی ۔ وہ آنکھ کھول کر بڑبڑائی "بنفشے کے پھول"

"لارا تمہارا کیا خیال ہے ؟ میں تو سوچ رہا تھا کہ شاید اب تم قصبے میں رہنا پسند کرو گی" پاپا نے کہا ۔

"میں ضرور پسند کروں گی" لارا نے مانا "میں پہلے کے مقابلے میں اب قصبے میں رہنا زیادہ پسند کرتی ہوں ۔ مگر سبھی لوگ بوری گر مینو لستی میں کھیتی باڑی کا کام چھوڑ کر چلے جائیں گے" مگر ہم آئندہ سردیوں میں واپس تو آئیں گے نا ۔ آئیں گے نا ، پاپا؟"

"ہاں میرا خیال تو یہی ہے کہ ہم آئیں گے" پاپا نے کہا "جب تک میں اس مکان کو کرائے پر نہیں اٹھاتا ہوں ہم آیا کریں گے ۔ لڑکیو ، یہ اچھا ہی ہے کہ تم اسکول بھی چلی جاتی ہو ہم اس سال سردی میں بھی بستی میں رہ سکتے تھے مگر سخت سردی سے مقابلے کے لئے ایک بار تیار ہو جاؤ تو ایک برفانی طوفان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا ہے ۔"

انہوں نے یہ جملہ ایسے مزاحیہ انداز میں کہا کہ سب بے اختیار ہنس پڑے ۔

اب تو بس قصبے جانے کے بارے میں سوچ بچار ہوا کرتا۔ ہوا گرم ہو چلی تھی اور اس میں زمین کی سیلن کی بو آتی تھی سلارا کا دل پڑھنے میں خوب لگ رہا تھا وہ یہ بخوبی جانتی تھی کہ اگرچہ اس کے نمبر اتنے نہیں آئے تھے جتنے آنے چاہئیں، مگر وہ امتحان میں ضرور کامیاب ہو سکتی تھی۔

کبھی کبھی جو ضمیر اُسے ملامت کرتا تو اسے یہ خیال آتا کہ پورے موسمِ گرما میں وہ ایڈا، میری، پادر، مینی اور دوسرے ہم جماعت لڑکوں سے نہ مل سکے گی۔ اس نے اپنے دل میں تہیہ کیا کہ آئندہ موسمِ گرما میں وہ خوب محنت سے، جی لگا کر پڑھے گی۔

امتحان میں اس کے کسی بھی مضمون میں سو میں سے سو نمبر نہیں آئے، اس کے تاریخ میں ننانوے اور حساب میں بیانوے نمبر تھے۔ یہ تھا اس کا ریکارڈ اور اب یہ بدلا نہیں جا سکتا تھا۔

اس کے بعد اسے یہ احساس ہوا کہ اب خود کو دوسرے شغلوں میں مصروف رکھنا بیکار ہے اس کی سولہ سال کی عمر ہونے میں صرف دس مہینے باقی تھے موسم گرما آپہنچا تھا۔ سفید بادلوں سے آراستہ نیلا آسمان بھینسوں کے پانی پینے کے جوہڑ کے قریب اُگے ہوئے بنفشے کے پھول گیاہستان کی گھاس میں خوشنما جنگلی پھول، سبھی کچھ تھا مگر اسے گھر میں رہنا اور پڑھنا پسند تھا۔ اُسے پڑھنا تھا۔ نہ پڑھنے کی صورت میں اُسے آئندہ موسم بہار میں ٹیچر سرٹیفکٹ نہ مل سکتا تھا جس کے نتیجے میں میری کو کالج بھی چھوڑنا پڑ سکتا تھا۔

بائیسواں باب

اپریل میں غیر متوقع

بستی کے گھر میں سبھی چیزوں کو از سرِ نو درست کر لیا گیا تھا۔ اب گھر سے باہر گیا ہستان میں بھی برف کا نام و نشان نہ تھا۔ نئی گھاس اگ آئی تھی اور جوتی ہوئی کالے رنگ کی بھینی خوشبو والی زمین، دھوپ سے تپ رہی تھی۔ جب لاما ڈنر کے لئے پلیٹیں دھو چکی تو اس نے اپنی سلیٹ اور اسکول کی کتابوں کو اپنا منتظر پایا۔ لیکن لطیف اور خوشگوار ہوا" اسے کیری اور گریس کے ساتھ موسم بہار میں، سیر کو جانے کے لئے اکسا رہی تھی مگر وہ جانتی تھی کہ اسے تو پڑھنا ہے۔

"میں شاید بعد دوپہر قصبے جاؤں گا" پاپا نے ہیٹ پہنتے ہوئے کہا۔ "کیرولین، کیا کسی ایسی چیز کی ضرورت ہے جسے میں لیتا آؤں؟"

تھوڑی ہی دیر میں ہوا برف جیسی ٹھنڈی ہو گئی۔ لارا جلدی سے کھڑکی پر جا کھڑی ہو گئی۔ اس نے تعجب سے کہا "پاپا، دیکھئے یہ بادل تو طوفان کی آمد آمد کا پتہ دیتے ہیں"۔

"ارے نہیں، ایسا نہیں ہے، اب تو اپریل کا بھی آخر ہے" پاپا نے مڑکر خود بھی دیکھتے ہوئے کہا۔

دھوپ دفعتاً غائب ہو گئی اور جیسے ہی طوفان اٹھا، ہوا کی آواز تبدیل ہو گئی۔ طوفان نے ان کے چھوٹے سے مکان پر دھاوا بول دیا۔ کھڑکی پر ایک سفید سفید بھنور نما ہوا کا ریلا بڑھ گیا اور اس طرح سردی گھر میں داخل ہو گئی۔ پاپا نے سوچ بچار کر کہا "میرے خیال میں تو آج دوپہر میں گھر پر ہی رہنا مناسب ہے" وہ آتش دان کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھ گئے۔

"یہ اچھا ہے کہ تمام ضروری چیزیں اصطبل کے اندر ہی بند ہیں" ماں تعجب سے کھونٹوں

کے رستے لینے جا رہا تھا۔" انہوں نے بتایا۔

کٹی گھبرائی ہوئی تھی۔ اس کے ہوش میں یہ پہلا طوفان تھا۔ اس کے تمام بال اور داں خستہ ہوئے جاتے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے۔ اسے تسلی دینے کے لئے گریس نے یہ ترکیب نکالی کہ اگر اسے ایک چنگاری سے چھو لیا جائے تو اس کا دھیان بٹ جائے گا۔ مگر چنگاری سے اسے چھوا نہ جا سکتا تھا۔

تین دن اور تین رات تک طوفان جاری رہا۔ پاپا نے مرغیوں کو بھی ٹھنڈ سے سکڑنے سے بچانے کے لئے اصطبل میں بند کر دیا تھا۔ سردی اس قدر رہی کہ تمام دن آتش دان کے پاس بیٹھے گذرتا جاتا۔ اگرچہ روشنی مدھم ہوتی تھی مگر لارا بہت استقلال سے حساب کی کتاب پڑھتی رہتی۔ اب اس کا دل سیر کو جانے کو نہ چاہتا تھا۔

تیسرے دن طوفان گیا ہستان کو برف سے آراستہ ایک نفیس لباس پہنا کر رخصت ہوا۔ اگلے دن پاپا قصبے کے لئے روانہ ہوئے۔ اس وقت تک برف جمی ہوئی تھی۔ جب وہ واپس آئے تو انہوں نے طوفان میں دو آدمیوں کے گم ہو جانے کی خبر سنائی۔

یہ دونوں آدمی مشرقی حصے سے ٹرین کے ذریعے، موسم بہار کی خوشگوار صبح میں اس علاقے میں پہنچے تھے۔ قصبے کے جنوب میں واقع ایک بستی میں وہ کچھ دوستوں سے ملنے کے لئے گئے تھے اور دوپہر سے کچھ ہی پہلے۔ دو میل دور ایک اور بستی کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ طوفان کے بعد آس پاس کے تمام لوگ ان کی تلاش میں نکل پڑے۔ مگر یہ بیچارے ایک گھاس کے ڈھیر کے پاس مردہ حالت میں پائے گئے۔

پاپا نے بتایا کہ کیونکہ یہ دونوں آدمی مشرقی علاقے سے آئے تھے اس لئے انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ طوفان کی حالت میں کیا کرنا چاہئے۔ اگر انھوں نے گھاس کے ڈھیر کو الٹ پلٹ کر، اس میں بیٹھنے کے لئے جگہ بنا لی ہوتی، تو وہ ایک دوسرے کو گرمائی بھی پہنچا سکتے تھے اور اس طرح طوفان میں پھنس جانے کے بعد بھی زندہ بچ گئے ہوتے۔

"مگر اس قسم کے طوفان کے آخر اپریل میں بھی آ جانے کی کسے خبر تھی؟ ماں نے کہا

"یہ تو کسی کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کب کیا ہونے والا ہے" ۔ پاپا نے کہا ۔
"برے سے برے وقت کے لئے تیار رہنا چاہئے تب ہی کسی اچھی بات کی امید بھی کی جا سکتی ہے، اور ہمارے تمہارے بس میں یہی کچھ ہے" انھوں نے مزید کہا ۔
"پچھلی سردیوں میں تو ہم پوری طرح تیار تھے مگر سب کیا کرایا دھرا رہ گیا تھا اور اب یہاں ہماری واپسی تک طوفان کے آثار بھی نہ تھے، اسی لئے ہم اس کے مقابلے کے لئے تیار بھی نہ تھے" لارا نے اعتراضاً کہا ۔
"ایسا لگتا ہے کہ یہ طوفان آنے میں بھی، اور اپنی واپسی میں بھی، ہمیں ضرور گھیر لیتے ہیں" پاپا نے لارا سے اتفاق کرتے ہوئے کہا ۔
"میری سمجھ میں تو آتا نہیں کہ کس طرح کوئی پہلے سے کسی غیر متوقع حادثے کے مقابلے کے لئے تیار ہو سکتا ہے" لارا نے کہا ۔
"آپ کو توقع کسی اور بات کی ہوئی ہے مگر پیش کوئی دوسری ہی بات آتی ہے" ۔
"لارا" ماں نے ذرا سمجھانے کے انداز میں کہا ۔
"ہاں، ماں، ٹھیک ہی تو کہتی ہوں" لارا نے احتجاج سا کیا ۔
"نہیں" ماں نے کہا "جو کچھ تم موسم کے بارے میں خیال کرتی ہو اس کے علاوہ بھی موسم کا اپنا ایک انداز اور اصول ہوتا ہے ۔ طوفان انہی ملکوں میں آتے ہیں، جہاں پہلے سے آتے ہوں ۔ تم ایک اسکول میں پڑھانے کی تیاری کرنے کے بعد بھی اسکول ٹیچر نہیں ہو سکتیں اور جبکہ تمہاری تیاری مکمل نہیں ہے تو یہ اور بھی زیادہ یقینی ہے کہ تم اس کی اہل نہیں ہو" ۔
لارا کو یاد آیا کہ ایک زمانے میں ماں بھی اسکول ٹیچر تھیں ۔ اسی دن شام کو جب لارا نے کھانا تیار کرنے میں ماں کا ہاتھ بٹانے کے لئے، اپنی کتابیں اٹھا رکھیں تو اس نے ماں سے پوچھا "ماں آپ نے اسکول میں کتنے عرصے پڑھایا؟"
"دو سال" ماں نے کہا ۔

"اس کے بعد کیا ہوا؟" لارا نے پھر پوچھا۔

"میری ملاقات پاپا سے ہو گئی" ماں نے جواب دیا۔ لارا نے یہ سن کر ایک ٹھنڈی سانس کھینچی۔ اس کے دل میں بھی یہ خیال آیا کہ شاید کسی دن اس کے بعد کسی سے ملاقات ہو گی۔ کیونکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ اسکول ٹیچر تو رہے گی نہیں۔

تیئسواں باب

اسکول دوبارہ شروع ہوا

معلوم تو یہی ہوتا تھا کہ پورے موسمِ گرما میں، لارا نے پڑھنے کے علاوہ اور کچھ نہ کیا تھا مگر حقیقت یہ نہ تھی، صبح میں وہ کنویں سے پانی بھر کر لاتی، دودھ دوہتی اور کھونٹوں کی جگہ تبدیل کرتی، بچھڑے کو دودھ پینا سکھاتی۔ غرضکہ وہ باغ اور گھر دونوں جگہ کام کرتی۔ چارہ کٹتے وقت وہ گاڑی بھری گھاس کو پیروں سے داب کر ہموار کرتی۔ مگر پھر بھی اسکول کی کتابیں اور سلیٹ لے کر، گھنٹوں مسلسل کام کرنا، سب کاموں پر حاوی تھا۔ وہ اس بار چار جولائی کے جشن کے موقع پر بھی قصبے نہ گئی۔ بس کیری، ماں اور پاپا کے ساتھ چلی گئی تھی، مگر لارا گھر پر ہی رہی اور گریس کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ، اپنے ملک کے دستور کا مطالعہ کرتی رہی۔

اکثر میری کے طویل خط لارا کے نام آتے تھے اور لارا ان کے جواب میں ہر ہفتے طویل خط لکھتی تھی۔ اب گریس بھی ماں کے بتانے اور لکھانے سے، چھوٹے چھوٹے خط لکھنے لگی تھی۔ جو دوسرے خطوط کے ساتھ میری کو بھیج دیئے جاتے تھے۔ مرغیاں اب انڈے دے رہی تھیں، ماں نے اچھے اچھے انڈے بچے نکلوانے کے خیال سے بچالئے تھے۔ اس طرح چوبیس چوزے نکلے۔ چھوٹی مرغیوں کے انڈے ماں پکالیتی تھیں اور ایک دن اتوار کے ڈنر میں تو سب نے تازہ سبز مٹر اور ٹماٹروں کے ساتھ، بھنے ہوئے چوزے کھائے، جو مرغے تھے، ماں نے انھیں بڑا ہونے کے لئے چھوڑ دیا تھا تاکہ بعد میں انھیں کھایا جاسکے۔

کھیتوں میں چوہے پھر ہو گئے تھے۔ اب تو کٹی کے مزے تھے وہ خوب موٹی ہو گئی تھی وہ اتنے بہت سے چوہے پکڑتی کہ اس سے کھائے بھی نہ جاتے دن بھر اس کی میاؤں میاؤں

کی فخریہ آواز سنائی دیتی تھی، اور اس وقت بھی وہ میاؤں میاؤں کرتی جب وہ ایک تازہ شکار، ماں، لارا، کیری، یا پا انگرلس کے قدموں میں لاکر ڈال دیتی تھی۔

وہ یہ چاہتی تھی کہ اس کی اس نفیس غذا میں سب شریک ہوں۔ اس کی متفکر نگاہوں سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان سب گھر والوں کے چوہے نہ کھانے کا راز کو نہ سمجھ کر پریشاں تھی۔

چڑیاں، اس سال بھی آئیں۔ اگرچہ اس سال زیادہ نہ تھیں کٹی نے بھی ان میں سے چند پکڑ لی تھیں۔ پھر بھی انھوں نے نقصان کافی کیا۔ جب موسم کچھ معتدل ہوا تو لارا اور کیری اسکول جانے لگیں۔

اب تو قصبے اور ملک بھر میں کافی لوگ آباد ہو گئے۔ اسکول میں بھی اسقدر طلباء تھے کہ تمام سیٹیں بھر گئی تھیں۔ سامنے کی کچھ سیٹوں پر ننھے منے شاگرد بیٹھے تھے۔

مسٹر اووِن ایک نئے استاد تھے۔ جو اُن مسٹر اووِن کے لڑکے تھے۔ جن کے گھوڑے چار جولائی کی دوڑ میں جیتتے جیتتے رہ گئے تھے لارا کو یہ نئے استاد بہت پسند تھے وہ ان کا بہت ادب کرتی تھی۔ ان کی عمر زیادہ نہ تھی، مگر وہ سنجیدہ، محنتی اور باہمت انسان تھے۔

پہلے ہی دن سے انھوں نے سختی سے کام لیا۔ اس لئے ہر شاگرد فرمانبردار اور باادب رہا۔ اور ہر سبق ٹھیک ٹھیک پڑھا گیا۔ تیسرے دن مسٹر اووِن نے ویلی ایلیسن کی پٹائی بھی کر دی تھی۔

پہلے تو لارا اس پٹائی کے بارے میں اپنے احساسات کا اندازہ نہ کر سکی۔ ویلی خاصا ہوشیار تھا مگر وہ اپنا سبق کبھی یاد نہ کرتا تھا جب اس سے پڑھنے کے لئے کہا گیا تو اس نے اپنا حلق پھیلا دیا اور اس طرح سارا کا سارا مفہوم اس کے ذہن سے جاتا رہا۔ وہ صورت سے بھی کم عقل ہی دکھائی دیتا تھا بلکہ اس کے بشرے پر انسانیت کے آثار کم ہی تھے۔ ہر کوئی اسے دیکھ کر دکھی ہوتا تھا۔

اس نے والڈرکو بھی سنایا تھا۔ وہ اپنے منتشرہ خیالات کو یکجا نہ کر پاتا تھا اور اسی لئے ان کی کہی ہوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اسکول کی تفریح کے وقفے میں بھی وہ یہی کرتا تھا اور دوسرے لڑکے خوش ہوتے تھے۔ جب مسٹر کلبوٹ پڑھاتے تھے تو ان کا خیال بھی ویلی اولیبن کے بارے میں یہی تھا کہ یہ لڑکا کم عقل ہے۔ اس لئے اس سے کچھ نہ کہتے مگر یہ سب باتیں ویلی کی عادت بن گئیں۔ اس کا منہ ہر وقت کھلا رہتا تھا اور آنکھیں پھیلی رہتی تھیں وہ ہمیشہ گم صم سا رہتا۔ لارا کا اپنا خیال یہ تھا کہ پڑھائی کے وقت ویلی کا دماغ اس کا ساتھ نہیں دیتا ہے۔

ویلی نے مسٹر اودن کا تمسخر پہلی بار اس وقت اُڑایا تھا جب اس کا نام اسکول کے ریکارڈ میں اندراج کے لئے پوچھا گیا تھا۔ لیکن مسٹر اودن کے چونکنے پر نیلی نے یہ کہکر بات بچالی تھی "کہ یہ میرا بھائی ویلی اولیبن ہے۔ اور یہ سوالوں کا جواب دیتے ہوئے گھبراتا ہے" اس دن بھی اور اس سے اگلے دن بھی، لارا نے مسٹر اودن کو ویلی کی طرف خشمناک نگاہوں سے دیکھتا پایا۔ ویلی کلاس میں ہمیشہ اونگھتا رہتا اور بیوقوفوں کی طرح خلا میں گھورتا رہتا تھا جب کبھی اس سے کچھ پڑھ کر سنانے کے لئے کہا جاتا۔ تو لارا سے اس کی احمقانہ صورت نہ دیکھی جاتی تھی۔ تیسرے دن مسٹر اودن نے ویلی سے آہستہ سے کہا "تم میرے ساتھ آؤ۔ ویلی" ان کی چھڑی ان کے ہاتھ میں تھی۔ دوسرے ہاتھ سے وہ ویلی کا کندھا مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے وہ ویلی کو ڈیوڑھی میں لے گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ انہوں نے زبان سے تو کچھ نہ کہا لیکن ایڈا اور لارا نے، جن کی سیٹیں دروازے کے قریب تھیں۔ کوڑے کے شائیں شائیں چلنے کی آواز سنی اور کلاس کے دوسرے طالب علموں نے ویلی کے روتے چلانے کی بھی آواز سنی۔

ویلی کو ساتھ لئے مسٹر اودن نے خاموشی سے واپس آئے اور کہنے لگے "سب کتابیں بند کرو اور اپنی سیٹ پر جاکر سبق پڑھو۔ میں کم از کم یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنا سبق یاد رہے اور تم اسے پڑھ کر بھی سنا سکو"

ویلی نے سبکو ایسا کر دیا اور اپنی سیٹ پر جا بیٹھا۔ اس واقعہ کے بعد سے تو مسٹر اوون کے ایک ہی بار دیکھنے سے ویلی کے چہرے سے احمقانہ پن کے آثار ہوا ہو جاتے تھے۔ اور وہ دوسرے لڑکوں کی طرح سوچنے اور کام کرنے کی کوشش کرتا معلوم ہوتا تھا۔ لارا اکثر سوچتی کہ ویلی جس نے اپنے ذہن کو اس قدر تتر بتر کر رکھا ہے کیا کبھی یہ اُسے یکجا بھی کر سکے گا۔ ویلی اب سدھار کی کوشش کرنے لگا تھا۔ یہ کوشش بھی وہ اس لئے کرتا تھا کہ اُسے خوف تھا۔

لارا اور ایڈا، میری پاور اور مینی اور نیلی اولیسن اپنی پرانی سیٹوں پر ہی بیٹھیں۔ سب لوگوں کا رنگ موسم گرما کی دھوپ میں تپ تپ کر کچھ کچھ بھورا سا ہو گیا تھا مگر نیلی کچھ زرد پڑ گئی تھی اور اب تو وہ لڑکی نہیں، ایک عورت معلوم ہوتی تھی اگرچہ نیلی کی ماں نے اس کے کپڑے کئی قسم کے کپڑوں کو ملا کر بنائے تھے مگر وہ اس قدر خوبصورت تھے کہ کہ لارا انھیں دیکھ کر، اپنے بھورے رنگ کے اسکول کے ڈریس، اور نیلے کشمیرے کے سب سے بڑھیا لباس سے بھی اوبھری گئی تھی۔ اس نے زبان سے تو کچھ نہ کہا لیکن اس کا دل شاکی ضرور تھا۔

اسکرٹ کے نیچے پہننے والے چھلے اب فروخت ہونے لگے تھے۔ ماں نے لارا کے لئے ایک جوڑ خرید لئے تھے اور انہوں نے لارا کے بھورے رنگ کے لباس کی جھالر کو اس خوبصورتی اور ہوشیاری سے نیچا کیا تھا کہ گھیرے پر بھی لباس بالکل ٹھیک بن لیا گیا تھا اور نیلے کشمیرے کے لباس میں کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت نہ ہوئی تھی۔ مگر اس سب کے باوجود لارا کو دوسری تمام لڑکیوں کا لباس زیادہ بہتر معلوم ہوتا تھا۔

میری پاور کا اسکول ڈریس بھی نیا تھا اور مینی جانسن کا کوٹ اور جوتے بھی نئے تھے۔ ایڈا کے کپڑے ایک مشنری کے ذریعہ آئے تھے مگر ایڈا اس قدر پیاری اور خوش مزاج تھی کہ وہ ہر لباس میں بہت ہی پیاری اور انوکھی لگتی تھی۔ جب لارا کپڑے پہن کر اسکول جانے کو تیار ہوئی تو اُسے یہ خیال پیدا ہوا کہ جس قدر وہ اپنی شکل و صورت

بارے میں زیادہ پریشان ہوگی، اتنا ہی اس کی بے اطمینانی میں اضافہ بھی ہوگا۔

"تمہاری کمر کی پیٹی بہت ڈھیلی ہے" ماں نے ایک دن صبح، لارا کی پیٹی درست کرتے ہوئے کہا "تاروں کو زور لگا کر کھینچو اور اپنی انگلیاں نکال لو میرے خیال میں تمہیں پیشانی پر بالوں کی جھالر بنانا زیادہ زیب نہیں دیتا۔

بالوں کو کنگھے سے پیچھے کی طرف کرنے اور پیشانی پر گھونگریالے بالوں کی لٹیں بنانے کی وجہ سے ہر لڑکی کے کان بڑے معلوم ہونے لگتے ہیں"۔ ماں لارا کا ہاتھ بٹانے کے لئے فکرمند تھیں، مگر دفعتہً انہیں کسی خیال نے روک لیا اور اپنے آپ پر مسکرا کر رہ گئیں۔

"کیا بات ہے ماں، ہمیں ضرور بتائیے؟" لارا اور کیری کے ملتجیانہ انداز میں کہا "میں اُن بیتے دنوں کو یاد کر رہی ہوں جب تمہاری چچی الیزا، اور میں اپنے بالوں کو کنگھے سے پیچھے کی طرف اس طرح کر کے اسکول جاتے تھے کہ کان کھلے رہتے تھے ہماری اس حرکت پر ٹیچر نے ہم دونوں کو بلا کر، پورے کلاس کے سامنے شرمندہ کیا اور کہا کہ "تم لوگ عورتوں کے طور طریق کو چھوڑ کر اس قدر بے حیا ہو گئی ہو کہ کان کھول کر اسکول آتی ہو" یہ کہکر ماں ہلکا سا مسکرائیں۔

"کیا یہی بات ہے کہ آپ اب بھی ہمیشہ اپنے کانوں پر ہلکے ہلکے گچھے بنائے رہتی ہیں؟" لارا نے پوچھا۔

ماں کو یہ سوال سنکر حیرت ہوئی۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "ہاں شاید یہی وجہ ہے"۔

اسکول جاتے ہوئے لارا نے کیری سے کہا "کیری کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کبھی بھی ماں کے کان کھلے نہیں دیکھے؟"

"ان کے کان خوبصورت بھی ضرور ہوں گے" کیری نے کہا "اور تم بھی تو ماں جیسی ہی لگتی ہو اور تمہارے کان بھی چھوٹے چھوٹے اور خوبصورت ہیں"

"سچ مچ" لارا نے کہنا شروع کیا، پھر وہ رک گئی اور چکر پھیری لگانے لگی کیونکہ ہوائی

تیزی سے اس کے اسکرٹ کی پٹی کے چھلّے ذرا اوپر سرک گئے تھے اور اس کے گھٹنوں تک پہنچ گئے تھے، اس لئے اسے برابر چکر لگانا پڑا۔ یہاں تک کہ تار ڈھیلے ہو کر، ایک کمانی کی شکل میں، اس کے اسکرٹ کے نیچے، جہاں ہونے چاہئیں تھے، آ گئے۔

جب وہ اور کیری تیز تیز چلنے لگیں تو لارا نے کہا "میرا خیال ہے کہ جب ماں لڑکی رہی ہوں گی اس وقت بھی ان کو اس طرح پہننا محض حماقت تھی۔ تمہارا کیا خیال ہے؟" اس کے چھلّے جیسے ہی پھر اوپر کی طرف سرکنا شروع ہوئے تو لارا کے منہ سے بیساختہ نکلا "خدا کی لعنت اس ہوا پر!"

جب لارا نے دوبارہ چکر پھیری لگانا شروع کی تو کیری خاموشی سے برابر میں کھڑی دیکھتی رہی اور کہنے لگی "میں تو بہت خوش ہوں کہ میں ابھی اتنی بڑی نہیں ہوں کہ مجھے چھلّے پہننا پڑیں، ورنہ میرا تو ان سے ناک میں دم آ جاتا۔"

"یہ تو ایک مصیبت ہیں" لارا نے تسلیم کیا "مگر ان کا ایک اسٹائل ہے جب تم میری عمر کو پہنچو گی تو اسٹائل کو ضرور اپناؤ گی"

اس بار برفباری کے موسم میں، قصبے میں اس قدر گہما گہمی اور جوش و خروش تھا کہ پاپا نے کہا کہ ادبی جلسوں کی اب کیا ضرورت نہیں۔ ہر اتوار کے دن کلب میں اجتماع ہوتا اور ہر بدھ کی رات میں دعائیہ جلسہ بھی ہو گا۔ خواتین کے فلمسازی کلب نے دو جلسے کئے جس میں کرسمس کے درخت کے بارے میں بھی بات چیت ہوئی۔ نومبر میں کلیسا کی میٹنگیں از سر نو شروع ہونے والی تھیں اور مسٹر اوون اسکول بورڈ کی منظوری کے تحت، اسکول کی نمائش کی تیاریاں کر رہے تھے۔

کرسمس سے کچھ دن پہلے منعقد ہونے والی اسکول کی نمائش تک، اسکول کو بغیر کسی مداخلت کے جاری رہنا تھا۔ اسی لئے بڑے لڑکوں نے موسمِ سرما کا بھی انتظار نہیں کیا بلکہ نومبر میں ہی اسکول آ گئے اور اس لئے چھوٹے بچوں کو ایک سیٹ پر تین تین کو مل کر بیٹھنا پڑا۔

"اس اسکول کو ایک بڑی عمارت کی ضرورت ہے" ایک دن تفریح کے وقفے میں مسٹر اوون نے لارا اور ایڈا سے کہا "مجھے امید ہے کہ آئندہ موسم سرما تک قصبے والے ایک ایسی عمارت بنانے کے قابل ہو جائیں گے اور حقیقت میں تو ایک ایسے اسکول کی ضرورت ہے جس میں بہت سی کلاسیں ہوں۔ میں تو اسکول کی نمائش کے موقعے پر پیش کئے جانے والے کارناموں پر بہت کچھ زبھر سمجھتا ہوں تاکہ لوگ اسکول سے اور اس کی ضروریات سے بخوبی واقف ہو سکیں" اس کے بعد انہوں نے لارا اور ایڈا کو بتایا کہ نمائش میں ان کا کام امریکہ کی پوری تاریخ کو زبانی سُنانا ہوگا۔

"لارا، کیا یہ ہمارے لئے ممکن ہوگا؟" جب مسٹر اوون چلے گئے تو ایڈا نے تعجب سے پوچھا "ہاں، ہاں" لارا نے جواب دیا "تم تو جانتی ہی ہو کہ تاریخ ہمارا پسندیدہ مضمون ہے"

"میں تو اس لئے مطمئن ہوں کہ تمہارا پارٹ بڑا ہے" ایڈا نے کہا۔

"مجھے تو جوہن کوٹشی آدم سے رتھفورڈ۔ بی۔ ہیٹس تک یاد کرنا ہے اور تمہیں تو تمام انکشافات، نقشے اور لڑائیوں کے بارے میں اور مغرب کے ذخیروں اور آئین کے بارے میں یاد کرنا ہے"

"میرے خدا! میری سمجھ میں تو آتا نہیں کہ تم کس طرح یہ سب یاد کر لو گی"

"یہ طویل تو ضرور ہے مگر ہم نے اکثر پڑھا بھی ہے اور دُہرایا بھی ہے" لارا نے کہا۔ اُسے خوشی تھی کہ اُسے وہی حصّہ ملا تھا جس میں اُسے دلچسپی تھی۔ دوسری لڑکیاں میٹنگوں کے دوبارہ انعقاد کے بارے میں گفتگو کر رہی تھیں، قصبے کے لوگ اور آس پاس کے سبھی لوگ ان میٹنگوں میں شریک ہوتے تھے۔ لارا کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ کیونکہ وہ کبھی ان میٹنگوں میں شریک نہ ہوئی تھی لیکن جب اس نے کہا کہ وہ گھر پر رہ کر پڑھے گی تو نہ جانے نیلی اولیسن کیوں ایک خوفزدہ انداز میں چلّائی اور کہنے لگی "معلوم ہے، جو لوگ ان میٹنگوں میں شرکت نہیں کرتے وہ کافر ہوتے ہیں"

کسی نے بھی لارا کی مدافعت میں ایک لفظ نہ کہا مگر اڈیا براؤن کی آنکھوں سے تفکر کے آثار نمایاں تھا، وہ کہنے لگی "لارا، کیا سچ مچ تم نہیں چل رہی ہو؟ احیائے مذہب کی میٹنگیں پورے ہفتے جاری رہنا تھیں اور اسی کے ساتھ ساتھ روز کے سبق اور اسکول کی نمائش کی تیاری بھی جاری رہنا تھی۔ پیر کی رات میں لارا اسکول سے جلدی جلدی گھر پہنچی تاکہ رات کے کھانے سے پہلے تک پڑھتی رہے۔ جب وہ پلیٹیں صاف کر رہی تھی تو اُسے تاریخ کا خیال آیا اور اس نے جب پاپا اور ماں کپڑے تبدیل کر رہے تھے۔ تھوڑا سا وقت کتابیں دیکھنے کے لئے نکال ہی لیا۔

"جلدی کرو، لارا، ورنہ ہمیں دیر ہو جائے گی۔ کلیسا جانے کا وقت ہو گیا ہے" ماں نے کہا۔

آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر لارا نے، جلدی سے اپنے دل پسند بھورے مخمل کے ہیٹ کو اپنی پیشانی پر لٹکے ہوئے بالوں پر سیدھا سادھا پہن لیا اور ان بالوں کو ہیٹ سے باہر کی طرف بکھیر لیا۔ ماں کیری اور گریس کو لئے دروازے کے قریب کھڑی تھیں اور لارا کی منتظر تھیں۔ پاپا نے انگیٹھی کا ڈھکن ڈھک دیا اور لیمپ کی بتی کو نیچا کر دیا۔

"کیا تم سب لوگ تیار ہو گئے؟" انھوں نے دریافت کیا اور پھر لیمپ بجھا دیا۔ ان کی لالٹین کی روشنی میں سب باہر آ گئے اور انھوں نے تالا لگا دیا۔ مین اسٹریٹ پر کسی بھی کھڑکی میں روشنی نظر نہ آئی۔ فلر کی لوہے کی دوکان کے پیچھے سے لالٹینوں کی روشنی، خالی میدان کی طرف جہاں کلیسا کے قمقمے جگمگ جگمگ سڑک کے ایک طرف سے دوسری طرف جاتی نظر آئی۔ گاڑیاں، بگھیاں اور کمبلوں لدی کاٹھی دار گھوڑے ان کے سائے میں کھڑے تھے۔

کلیسا میں خاصا مجمع تھا اور کمرہ چراغوں کی چوندھیا دینے والی روشنی اور کوئلے کی انگیٹھی کی آنچ سے گرم تھا۔ ادھیڑ عمر کے لوگ منبر کے قریب بیٹھے تھے، صاحب اہل وعیال درمیانی سیٹوں پر اور نوجوان، بچے، بڑے پچھلی سیٹوں پر بیٹھے تھے۔ لارا نے بہت سے جانے

والوں کو بھی دیکھا۔ پاپا درمیانی راستے سے گزر کر کسی خالی جگہ کو تلاش کرتے کرتے وہ سامنے کی ایک سیٹ کے برابر رک گئے، ماں گریس کو لیکر اور کیری اور لارا اس سیٹ کے قریب جھک کر گزرے اور نیچے بیٹھ گئے۔

تقدس مآب براؤن منبر کے پیچھے اپنی کرسی پر بیٹھے اور انہوں نے ۹۴ ۵ واں نغمۂ حمد بتایا۔ مسز براؤن پیانو بجارہی تھیں اور سب کھڑے ہو کر گا رہے تھے۔

"ننانوے بھیڑیں سایہ دار جگہ پر آرام سے دراز تھیں۔
مگر ان میں سے ایک سونے کے دروازوں سے دور پہاڑیوں پر تنہا تھی۔
جنگل اور سنسان پہاڑوں پر، گلے بان کی شفقت اور دیکھ بھال سے دور"

اگر تجدید مذہب کی میٹنگوں میں محض گانا ہی ہوتا تو لارا انہیں بہت پسند کرتی، گو کہ اسے یہ بھی احساس تھا کہ تفریحی مشاغل میں وقت ضائع نہ کرنا چاہئے بلکہ پڑھنا چاہئے۔ اس کی آواز بھی گاتے وقت، پاپا کی آواز کی طرح واضح تھی۔

"خوش و خرم رہو کیونکہ لارڈ بھی اس میں شریک ہوتا ہے"

اس کے بعد طویل دعا شروع ہوئی۔ لارا نے اپنا سر جھکا کر آنکھیں بند کر لیں جبکہ تقدس مآب براؤن کی کرخت آواز جاری رہی۔ آخر میں کھڑے ہو کر گانا کافی پُرسکون تھا۔ جو نغمۂ حمد اس وقت گایا جارہا تھا، اس میں رقص و موسیقی کی بھرپور کیفیت تھی۔

"دن کی واضح روشنی میں بیج بونا
دوپہر کی چکا چوند میں بیج بونا
شام کی دھندلی روشنی میں بیج بونا
رات کے دھندلکے میں بیج بونا
فصل کیسی ہوگی؟
فصل کیسی ہوگی؟"

تقدس مآب براؤن کا وعظ و نصیحت وجد آور اور ترنم خیز لے میں جاری رہا۔ ان کی

آواز میں زیر و بم، گرج اور لرزش تھی، ان کی سفید گھنیری بھویں کبھی اوپر اٹھتیں کبھی نیچے کی طرف جھک جاتیں اور وہ اپنی مٹھی میز پر پٹختے۔ "اپنے گناہوں کی معافی چاہ لو، پچھتالو، ابھی وقت ہے، ابھی وقت ہے ذلت و خواری سے بچنے کا" ان کی گرج دار آواز سنائی دیتی۔

لارا کی کمر اور سر پر چیونٹیاں سی رینگنے لگیں، اُسے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہاں بیٹھے سب لوگوں کے درمیان سے کوئی سیاہ اور خائف کر دینے والی شے، کڑک دار آواز کے ساتھ ساتھ برابر گونج رہی تھی۔ جو الفاظ ادا ہو رہے تھے۔ وہ لارا کی سمجھ میں تو آتے نہ تھے لیکن انہیں سُن کر ایک خوف سا طاری ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے تو لارا کو یوں لگا جیسے تقدس مآب براؤن کوئی بھوت ہوں جن کی آنکھوں سے آگ نکل رہی تھی۔

"آگے بڑھو، آگے بڑھو، سایۂ عاطفت میں آجاؤ، نجات کے لئے آؤ، پچھتاوا لئے گنہگار کھڑے ہو کر گاؤ۔ اے گم شدہ میمنو! غضب کی آگ سے ڈرو۔ اپنی منزلِ مقصود کی طرف بڑھو۔ اُن کے اوپر اٹھتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ سب اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی پاٹ دار آواز میں یہ نغمہ بلند ہوا۔

کھویا کنارے چلو۔ کنارے چلو۔

"آؤ، چلے آؤ" ان کی آواز گانے کی گونج کے بیچ سے ابھری اور ایک نوجوان لڑکھڑاتا ہوا، درمیانی راستے سے ہوتا منبر کے قریب پہنچا:

اب طوفانی ہواؤں سے ڈرنا کیسا

اگرچہ یہ زور و شور سے گرجتی ہیں

"رحمت ہو تم پر، میرے گنہگار بھائی، گھٹنوں کے بل جھک جاؤ۔ خدا تم پر رحمت کریگا" کیا اور بھی کوئی ہے، کوئی ہے" تقدس مآب براؤن چیخ چیخ کر پوچھ رہے تھے۔ اور ان کی آواز ایکبار پھر نغمۂ حمد کی گونج میں گم ہو گئی۔

کھویا کنارے چلو"

اس نغمے کے ابتدائی الفاظ سن کر لارا کو ہنسی آگئی۔ اُسے وہ دونوں آدمی یاد آگئے جن میں ایک شخص لمبا اور ایک پستہ قد تھا۔ اور جو اس نغمہ کو بہت سنجیدگی سے گا رہے تھے اور تمام دوکاندار انھی دونوں کے دروازوں کے پھٹے پردوں سے جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے۔ اب لارا پر کلیسا کے تمام شور و غل اور جوش و خروش کا اثر نہ تھا۔

اس نے ماں اور پاپا کی طرف دیکھا۔ وہ خاموش کھڑے تھے اور حمدیہ نغمہ گا رہے تھے، جبکہ وہ سیاہ شے جس کا لارا کو احساس تھا، کلیسا میں چاروں طرف ایک طوفان کی طرح گرج رہی تھی۔

اب کی بار ایک اور نوجوان اور ایک بڑھی عورت آگے جا کر گھٹنوں کے بل جھکے۔ کلیسا کی تقریب ختم ہو گئی۔ لوگ مجمع کو برابر دھکیل رہے تھے اور جھکنے والوں کے چاروں طرف حلقے بنائے تھے اور ان کی روح کی کشمکش کا جائزہ لے رہے تھے۔ پاپا نے آہستہ سے ماں سے کہا "آؤ، جی، ہم سب تو گھر چلیں۔"

وہ گریس کو لے کر درمیانی راستے سے ہوتے ہوئے۔ دروازے کی طرف چل دیئے۔ ماں کیری کو لئے ان کے پیچھے چلیں اور اُن کے پیچھے لارا تھی۔ پچھلی نشستوں پر بیٹھے ہوئے نوجوان اور لڑکے لوگوں کو گذرتے دیکھ رہے تھے۔ لارا اجنبیوں میں گھر کر کچھ سراسیمہ سی ہو گئی۔ صرف سامنے کا دروازہ ہی اِن لوگوں کی نظروں سے بچاؤ کا واحد ذریعہ تھا۔

اس نے اپنے کوٹ کی آستین پر کوئی لمس محسوس نہیں کیا بلکہ اس نے ایک آواز سنی "کیا میں آپ کو گھر تک چھوڑ آؤں؟" یہ آواز المنزو وائلڈر کی تھی۔

لارا حیرت زدہ تھی اس سے کچھ کہتے نہ بن پڑا۔ وہ اپنا سر اقرار یا انکار میں بھی نہ ہلا سکی وہ کچھ سوچ بھی نہ سکی۔ اس کا ہاتھ لارا کے بازو پر رکھا تھا اور وہ دروازے تک لارا کے ساتھ ساتھ آیا۔ اُس نے ڈیوڑھی کی بھیڑ بھاڑ اور دھکا مکی سے بھی لارا کو محفوظ رکھا۔

پاپا نے اپنی لالٹین جلائی۔ اور چمنی نیچی کر کے اوپر کی طرف دیکھا۔ ماں نے بھی پیچھے مڑ کر

دیکھا اور پوچھا "لارا کہاں ہے؟" دونوں نے لارا کے قریب المنزو و ائلڈر کو کھڑا دیکھا۔ ماں تو یہ دیکھ کر ششدر رہ گئیں۔

"آؤ کیرولین" پاپا نے کہا۔ ماں چلنے لگیں اور کیری بھی حیرت زدہ انداز سے تکتی ہوئی چل پڑی۔ زمین برف سے سفید تھی اور موسم سرد تھا۔ مگر ہوا نہ تھی۔ آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے۔

بات شروع کرنے کے لئے لارا کی سمجھ میں ایک لفظ بھی نہ آیا۔ وہ چاہتی تھی کہ مسٹر وائلڈر ہی کوئی بات شروع کریں۔ وائلڈر کے اوور کوٹ سے سنگار کے دھوئیں کی ہلکی ہلکی مہک آرہی تھی۔ یہ خوشگوار ضرور تھی مگر پاپا کے گھر کے بنائے پائپ والے تمباکو جیسی نہ تھی یہ خوشبو بہت تیز تھی اور اس احساس سے لارا کو کیپ اور اس نوجوان (المنزو) کے گیہوں لانے کا خطرناک سفر یاد آگیا۔ اس بیچ میں وہ بات شروع کرنے کے لئے کچھ سوچنے کی کوشش کرتی رہی۔

یکایک اُسے خود اپنی ہی آواز سُن کر تعجب ہوا "بہر حال، اب کوئی برفانی طوفان نہیں ہے۔"

"نہیں اب کی بار تو موسم سرما بہت عمدہ رہا۔ گذشتہ سالوں کی طرح سخت سردی بھی نہیں پڑی" اس کے بعد پھر خاموشی چھا گئی۔ البتہ برف پر ان کے چلنے سے' پیروں کی آواز ضرور پیدا ہوتی تھی۔

مین اسٹریٹ میں گروپ کے گروپ اپنے اپنے کمروں کی سمت تیزی سے چلے جا رہے تھے۔ ان کے پاس لالٹینیں تھیں جن کے سائے بڑے بڑے تھے۔ پاپا کی لالٹین مین اسٹریٹ کے دوسری طرف تھی۔ پاپا، ماں، کیری، درگرلیس، گلی سے گذر کر گھر میں داخل ہو گئے۔ المنزو اور لارا باہر کھڑے رہے۔

"اچھا، شب بخیر" المنزو نے پیچھے ہٹتے ہوئے اور ٹوپی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

میں کل رات آپ سے ملوں گا۔

"شب بخیر" لارا نے جلدی سے دروازہ کھولتے ہوئے جواب دیا۔ پاپا لالٹین پکڑے ہوئے تھے اور ماں لیمپ جلا رہی تھیں۔ پاپا کہہ رہے تھے "اس پر ہر حال میں بھروسہ کرو۔ یہ کلیسا سے گھر تک آنے کا ہی معاملہ تو ہے۔"

"مگر لارا تو ابھی صرف پندرہ سال کی ہے" ماں نے کہا۔ دروازہ بند ہوا اور لارا گرم کمرے میں داخل ہوئی۔ لیمپ جل گیا تھا اور سب چیزیں ٹھیک ٹھاک تھیں۔

"اچھا، بھئی لارا۔ تجدیدِ مذہب کی میٹنگ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" پاپا نے پوچھا۔ "اس کا مقابلہ، تقدس مآب ایلڈن کے وعظ سے تو نہیں کیا جا سکتا، مجھے بھی انہی کا وعظ زیادہ پسند تھا" لارا نے جواب دیا۔

"مجھے بھی انہی کا وعظ پسند ہے" پاپا نے کہا۔ ماں نے بتایا کہ سونے کو دیر ہوئی جا رہی ہے۔ اگلے دن لارا کو کئی بار یہ خیال آیا کہ نوجوان مسٹر وائلڈر کے یہ کہنے سے "میں آپ سے کل رات ملوں گا" کیا مراد تھی۔ وہ یہ بھی نہ سمجھ سکی کہ وہ اسے گھر تک چھوڑنے کیوں آیا تھا۔ اس کی عمر تو خاصی تھی اس لئے یہ بچکانہ حرکت بھی اس کے لئے نامناسب تھی۔ وہ دو سال سے اس بستی میں رہ رہا تھا۔ اس لئے اس کی عمر تیئیس سال کی رہی ہو گی اور پھر یہ کہ وہ لارا سے زیادہ تو پاپا کا دوست تھا۔

اس دن رات کو لارا نے کلیسا کے وعظ کی طرف زیادہ دھیان نہ دیا۔ بس اس کا دل تو یہ چاہتا تھا کہ اتنے بہت سے لوگوں کی بھیڑ بھاڑ اور ہنگامے میں وہ نہ ہوتی۔ جب پاپا نے گھر چلنے کو کہا تو وہ بہت خوش ہوئی۔

المنزو وائلڈر دروازے کے قریب نوجوانوں کی قطار میں کھڑا تھا۔ لارا اسے دیکھ کر سراسیمہ سی ہو گئی۔ لیکن اس نے اس بار یہ دیکھا کہ کئی اور بھی نوجوان کچھ دوشیزاؤں کو گھر تک چھوڑنے جا رہے تھے۔ اس نے اپنے رخسار آگ کے مانند گرم محسوس کئے اور وہ بیٹھ نہ

کر سکی کہ اسے کس طرف دیکھنا چاہیئے۔ المنزو نے آج پھر پوچھا "کیا میں آپ کو گھر چھوڑ آؤں؟"

اس بار لارا نے بہت ہی مہذب انداز میں جواب دیا "جی ہاں، ضرور"

کل رات تو وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی تھی، مگر آج وہ سوچ کر آئی تھی۔ اس لئے اس نے مینی سوٹا کا تذکرہ کیا۔ وہ پلم کریک کی رہنے والی تھی اور المنزو اسپرنگ ویلی کا، مگر اس جگہ قیام کرنے سے پہلے وہ میلن کے نزدیک، نیویارک اسٹیٹ میں بھی رہ چکا تھا۔ لارا کا خیال تھا کہ اس نے گھر پہنچنے تک گفتگو کا سلسلہ بخوبی قائم رکھا ہے۔ اور گھر پہنچ کر اس نے کہا "شب بخیر"

پھر ہفتے تجدید مذہب کی میٹنگ کے بعد، المنزو لارا کو گھر چھوڑ جاتا۔ لارا کی سمجھ میں اب بھی نہ آیا تھا کہ ایسا کیوں تھا لیکن یہ ہفتہ جلد ہی گذر گیا اور لارا اپنی شامیں مطالعے میں گذارنے لگی اور اسکول کی نمائش کی تیاری کے خوف میں تو وہ المنزو کے بارے میں بالکل بھی نہ سوچ سکی۔

چوبیسواں باب

اسکول کی نمائش

کمرہ گرم تھا اور لیمپ کی روشنی بھی صاف اور چمکیلی تھی۔ لیکن لارا کی انگلیاں بالکل یخ ہو گئی تھیں۔ کشمیرے کی بنی ہوئی انگیا کے بٹن وہ ان یخ انگلیوں سے بمشکل بند کر پائی۔ ایسا لگتا تھا۔ جیسے آئینہ بھی دھندلا گیا ہو۔ وہ اسکول کی نمائش میں شرکت کے لئے کپڑے تبدیل کر رہی تھی۔

وہ نمائش کے خیال سے بہت خائف رہی تھی مگر اب تو یہ سر پر ہی آپہنچی تھی اور لارا کو کسی نہ کسی طرح اس سے نبٹنا تھا۔

کیری بھی کچھ سہمی سہمی سی معلوم ہوتی تھی۔ اس کی آنکھیں اس کے پتلے چہرے پر بہت بڑی دکھائی دیتی تھیں وہ خود ہی سے کانا پھوسی کرتے ہوئے کہہ رہی تھی" سنگتراش کا لڑکا ہاتھ میں چھینی لئے کھڑا تھا" لارا اپنا ربن باندھ رہی تھی۔ ماں نے کیری کے لئے چمکدار چار خانے کا ایک نیا لباس تیار کیا تھا۔ کیری نظم کا وہ حصہ یاد کر رہی تھی جو اسے پڑھ کر سنانا تھا۔ اس نے ماں سے درخواست کی" ماں، مجھ سے ایک بار" نظم کا یہ بند سن لیجئے"

"کیری، اب اس کا وقت نہیں ہے" ماں نے جواب دیا" ہمیں دیر ہو رہی ہے مجھے یقین ہے کہ تمہیں سب بہت اچھی طرح یاد ہے۔ راستے میں، میں تم سے سن لوں گی۔ "لارا کیا تم تیار ہو گئیں؟"

ماں نے لیمپ بجھا دیا۔ باہر سرد ہوا چل رہی تھی۔ اور زمین برف کی مانند سفید تھی لارا کا اسکرٹ ہوا میں اڑا جاتا تھا۔ اس کی پیٹی کے چھلے اوپر کو مڑے جاتے تھے۔ اسے ڈر تھا

کہ کہیں اس کے بالوں کے گھونگھر باہر کی طرف نہ لٹکنے لگیں۔

اس نے بہت مایوسانہ انداز میں، جو کچھ بھی اسے نمائش میں سنانا تھا، دُہرایا مگر وہ اس سے آگے کہ "سنہ ۱۴۹۲ء میں کرسٹوفر کولمبس نے امریکہ کو دریافت کیا۔ اور کولمبس اٹلی میں ایک مقام جینوا کا رہنے والا تھا" کچھ نہ کہہ سکی۔ کیری بھی سانس روکے برابر گنگنا رہی تھی "خدا کے احکام کے مطابق اس گھڑی کا انتظار کرو"!

پاپا نے کہا "کیا ان لوگوں نے کلیسا میں لیمپ جلا دیئے ہیں" اسکول کی عمارت اور کلیسا دونوں روشنی سے جگمگا رہے تھے۔ کلیسا جانیوالوں کی ایک گھنی اور سیاہ قطار ہاتھوں میں لالٹینیں لئے، جن کے پیلے پیلے سائے زمین پر پڑ رہے تھے، کلیسا کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"وہاں کیا ہو رہا ہے؟" پاپا نے پوچھا۔

"لوگ کچھ زیادہ تعداد میں آگئے ہیں، سبھی اسکول کی عمارت میں نہیں سما سکتے اس لئے مسٹر اوون انہیں کلیسا میں بھیج رہے ہیں" مسٹر بریڈلے نے جواب دیا۔

مسٹر بریڈلے نے لارا سے کہا "لارا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم آج رات ہم سب لوگوں کے سامنے بہت اچھا پروگرام پیش کر رہی ہو"!

لارا کو یہ بھی دھیان نہیں تھا کہ اس نے ان کے سوال کا کیا جواب دیا وہ تو سوچ رہی تھی "کرسٹوفر کولمبس اٹلی میں ایک مقام جینوا کا رہنے والا تھا۔ سنہ ۱۴۹۲ء میں اس نے امریکہ دریافت کیا۔ کرسٹوفر کولمبس ایک" —— اب اسے کولمبس سے آگے ہی تو بڑھنا تھا۔

ڈیوڑھی میں اس قدر بھیڑ تھی کہ لارا کو یہ ڈر پیدا ہوا کہ کہیں اس کے اسکرٹ کی پیٹی کے چھلّے دب کر خراب نہ ہو جائیں۔ کمرے میں بھی کوئی کھونٹی لبادے ٹانگنے کے لئے خالی نہ تھی۔ درمیانی راستے بھی بیٹھنے کے لئے جگہ تلاش کرنیوالوں سے بھرا ہوا تھا۔ مسٹر اوون کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہے تھے "یہ سامنے والی بینچیں اسکالرس کے لئے ہیں طالب علم

براہ کرم ان سیٹوں کے قریب آ جائیں۔"

ناں نے کہا کہ وہ لبادوں کی رکھوالی کریں گی۔ انھوں نے کیری کا کوٹ اور ٹوپ اتارنے میں مدد دی۔ جبکہ لارا نے بھی اپنا کوٹ اتار کر اپنی پیشانی کے بالوں کو درست کیا۔

"ہاں، کیری دیکھو، ابتک تم جس طرح سناتی رہیں، بالکل اسی طرح تمہیں پارٹ ادا کرنا ہے۔" ماں نے کیری کا چارخانے کا اسکرٹ درست کرتے ہوئے کہا۔ "تمہیں اپنی نظم کا ٹکڑا اچھی طرح یاد ہے نا۔"

"جی ہاں، ماں" کیری نے آہستہ سے کہا۔ لارا کچھ نہ بول سکی۔ وہ گونگی سی لگتی۔ وہ کیری کو درمیانی راستے سے آگے کی سیٹوں کی طرف لے گئی۔ راستے میں چلتے چلتے کیری پیچھے کی طرف کھسکی جاتی اور بار بار کانا پھوسی کے انداز میں لارا سے پوچھتی "کیا میں بالکل ٹھیک لگ رہی ہوں"

لارا نے کیری کی گول مٹول اور خوفزدہ آنکھوں کی طرف دیکھا۔ ان کے اوپر بالوں کی ایک لٹ لہرا رہی تھی۔ جب لارا نے اسے پیچھے کی طرف کر کے ٹھیک کر دیا تو کیری کے بال بالکل ہموار اور چمکدار معلوم ہونے لگے۔ جو اس کی کمر پر لٹکی ہوئی دو چوٹیوں میں، درمیان سے تقسیم ہو جاتے تھے۔ "ہاں اب تم بالکل ٹھیک لگتی ہو؟" لارا نے کہا "تمہارا یہ چارخانے کا نیا جوڑا بہت ہی خوبصورت ہے" اس کی آواز میں اس قدر ٹھہراؤ اور استقلال تھا کہ یہ اس کی سی آواز بالکل نہ لگتی تھی۔

یہ سن کر کیری کا چہرہ دمک اٹھا وہ اٹھلاتی ہوئی مسٹر اوون کے قریب سے گذر کر اپنی ہم جماعت لڑکیوں کے پاس سامنے کی سیٹ پر جا بیٹھی۔ مسٹر اوون نے لارا سے کہا "دیکھو کے سب صدروں کی تصویریں یہاں بھی اسکول کے کمرے کی ترتیب کے مطابق لٹکائی جا رہی ہیں۔ میری چھڑی میز پر ہے جب تم جارج واشنگٹن تک پہنچ جاؤ تو چھڑی کا اشارہ صدر کی اس تصویر کی طرف رکھنا جس کے بارے میں تمہیں لوگوں کو بتانا ہو۔ اس طرح تمہیں پوری ترتیب یاد رہے گی۔"

"جی، بہت بہتر" لارا نے کہا مگر اس نے بھی اندازہ کیا کہ مسٹر اودن کچھ فکر مند تھے۔ کم از کم اسے تو سب لوگوں کے مقابلے میں بہتر طور پر پارٹ ادا کرنا چاہیے کیونکہ پوری نمائش میں اس کا حصہ سب سے زیادہ نمایاں تھا۔

"کیا مسٹر اودن نے تمہیں چھڑی کے بارے میں بتا دیا؟" ایڈا نے لارا کے قریب بیٹھتے ہوئے چپکے سے پوچھا۔ ایڈا کا ہشاش بشاش چہرہ بھی بجھ سا گیا تھا۔ لارا نے سر کے اشارے سے جواب دیا۔ ایڈا اور لارا نے دیکھا کہ کیپ اور بیتن صدروں کی تصویریں تختوں کی بنی دیوار پر لٹکا رہے تھے۔ میز کو دیوار کے قریب کھسکا کر پلیٹ فارم کی جگہ صاف اور کشادہ کر دی گئی تھی، اور اسکول کی لمبی چھڑی جو اس پر رکھی تھی۔ صاف نظر آتی تھی۔

"میرے خیال میں تم تو اپنا پارٹ بخوبی ادا کرو گی مگر میں خائف ہوں۔" ایڈا نے کہا۔ اس کی آواز میں لرزش تھی۔

"جب تم اپنا پارٹ ادا کرو گی تو اس وقت ایسا محسوس نہیں ہوگا۔" لارا نے اس کی ہمت بڑھانے کے لئے کہا "کیوں، کیا ہم لوگ تاریخ میں ہمیشہ سے ہوشیار نہیں ہیں، یہ تو زبانی حساب سے بھی آسان ہے جو ہم لوگ کرتے رہتے ہیں"

"خیر میں خوش ہوں کہ پہلا پارٹ تمہیں شروع کرنا ہے" ایڈا نے کہا "میں ہوتی تو کبھی نہ کر سکتی۔ میرے بس کا روگ نہ تھا" لارا تاریخ کے اس حصے کا پارٹ ملنے پر اس لئے خوش تھی کہ وہ بہت دلچسپ تھا۔ مگر اب اس کے ذہن میں باتیں الجھ سی گئی تھیں۔ اس نے تمام تاریخ یاد رکھنے کی کوشش کی تھی۔ اگرچہ وہ یہ جانتی تھی کہ اب آخر وقت میں یاد کرنا فضول تھا، لیکن اسے یاد کرنا تھا۔ اس نے ہرگز ناکام نہیں ہونا تھا۔

"براہِ مہربانی سب لوگ ترتیب وار ہو جائیں۔" مسٹر اودن نے کہا۔ اسکول کی نمائش اب شروع ہو گئی تھی۔

نیلی اولیسن، میری پاور اور مینی، لارا اور ایڈا، کیپ اور بیتن اور آرتھر سب ایک،

پلیٹ فارم پر ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ آرتھر نئے جوتے پہنے تھا ان میں سے ایک چُرمُر کی آواز نکلتی تھی۔ وہ سب ایک قطار میں کھڑے تھے اور ان کے مقابل سینکڑوں آدمی بیٹھے تھے۔ لارا کے لئے ان سب کی اہمیت سیاہی کے ایک دھبے سے زیادہ نہ تھی۔ مسٹر اوون نے جلدی جلدی سوال پوچھنا شروع کر دیئے۔

لارا بالکل خائف نہ تھی وہ اس بات کو حقیقی نہ سمجھ رہی تھی کہ وہ زرق برق، وہ بھی میں اپنا کشمیرے کا سوٹ پہنے جغرافیہ پڑھ کر سنا رہی تھی۔ پاپا ماں اور اتنے بہت سے لوگوں کے سامنے جواب نہ دے سکنا، قابل شرم تھا۔ مگر لارا تو بالکل خائف نہ تھی۔ یہ سب کچھ نیم بیداری میں دیکھا گیا ایک خواب معلوم ہوتا تھا۔ لارا برابر یہی سوچ رہی تھی "امریکہ کرسٹوفر کولمبس نے دریافت کیا" اس نے جغرافیہ پڑھ کر سنانے میں ایک بھی غلطی نہ کی۔

جب سوال و جواب ختم ہو چکے تو ہر طرف سے صدائے تحسین بلند ہوئی۔ اس کے بعد گرامر کا نمبر آیا۔ یہ کام اس لئے مشکل تھا کہ تختہ سیاہ کا استعمال نہیں کیا جا رہا تھا۔ اگر جملہ تختہ سیاہ پر لکھا ہوا ہو تو ایک طویل، مرکب اور پیچیدہ جملے کے تمام الفاظ متعلق بہ افعال کا تجزیہ بہت آسانی سے ہو جاتا ہے مگر یہ اتنا آسان نہیں کہ پورا جملہ ذہن میں محفوظ رہ جائے اور کوئی لفظ یا کامہ چھوٹ نہ جائے۔ نیلی اور آرتھر اب بھی غلطیاں کر رہے تھے۔

زبانی حساب اور بھی مشکل تھا لارا کو حساب بہت ناپسند تھا۔ جب اس کی باری آئی تو اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اُسے اپنی ناکامی کا یقین تھا۔ آسان تھے سوالوں کو روانی سے حل کرنے کی اپنی ہی آواز پر اُسے حیرت تھی "۳۴۷،۲۶۴ کو ۱۶ پر تقسیم کرو" ۳۴ میں ۱۶ دو بار جاتا ہے۔ ۲، اوپر رکھو، ۲ باقی بچے، ۷ اتار لو۔ ۲۷ میں ۱۶ ایک بار جاتا ہے۔ ۱، اوپر رکھو، ۱۱ باقی بچے ۲ اُتار لو۔ ۱۱۲ میں ۱۶ سات بار جاتا ہے۔ ۶۴ میں ۱۶ چار بار جاتا ہے" ۴ اوپر رکھو۔ تین سو سینتالیس ہزار، دو سو چونسٹھ

کو سولہ سے تقسیم کیا جائے تو برابر ہے اکیس ہزار سات سو چار کے۔"

"لارا کو دوبارہ ضرب دیکر یہ دیکھنے کی ضرورت نہ تھی کہ جواب درست ہے۔ کیونکہ مسٹر اودن نے دوسرا سوال کر دیا تھا۔ اس لئے وہ سمجھ گئی کہ جواب درست تھا۔ آخر کار انہوں نے کہا" کلاس ختم ہوئی" تحسین و تعریف کے مسلسل شور کے بعد وہ سب ایک قطار میں جاکر اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئی۔ اب بڑے کم عمر بچوں کی نظمیں سنانے کی باری تھی اور اس کے بعد لارا اُ نمبر تھا۔

لڑکیاں باری باری پلیٹ فارم پر جاکر نظمیں سنا رہی تھیں۔ لارا اور ایڈا خوفزدہ اور خاموش بیٹھی تھیں۔ تمام تاریخی واقعات جو لارا کو یاد تھے اس کے ذہن میں دیوانہ وار گردش کر رہے تھے۔ امریکہ کی دریافت ہوئی متحدہ ریاستوں کی کانگریس کا فلاڈلفیا میں اجتماع ہوا"۔۔۔۔ اس مقدمے میں صرف ایک لفظ ایسا ہے جسے میں نامنظور کرتا ہوں۔۔۔۔۔ اور وہ ہے کانگریس ۔۔۔۔ مسٹر بنجامین ہیرلسن اُٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا" جناب صدر اس تجویز میں صرف ایک ہی لفظ ایسا ہے جسے میں منظور کرتا ہوں اور وہ لفظ ہے کانگریس" اور جارج سوم ۔۔۔ جن کی مثال سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے ۔۔۔" اگر یہ اطاعت سے انحراف ہے تو دوستو اس کا جو چاہو وہ کرو ۔۔۔ مجھے آزادی دو یا موت ۔۔۔ ہم ان سچائیوں کی حقیقت کے قائل ہیں۔ ان کے پیروں نے برف پر خون کے نشانات چھوڑے تھے۔ یہ یاد کرتے کرتے دفعتہً لارا نے مسٹر اودن کو پکارتے سنا" کیری انگالس"

جب کیری درمیانی راستے سے ہوکر گذری تو اس کا دبلا پتلا چہرہ پیلا پڑ گیا اور ایسا ہو گیا جیسے کسی نے نچوڑ دیا ہو۔ چار خانے کے لباس کے تمام بٹن اس کی کمر پر باہر سے اندر کی طرف لگے ہوئے تھے۔ لارا کو یہ بٹن لگانے چاہئیں تھے مگر اس نے سب کچھ بے چاری اکیلی کیری پر ہی چھوڑ دیا تھا۔ کیری بالکل تن کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے ہاتھ

کمر پر بندھے تھے۔ اور اس کی آنکھیں مجمع پر مرکوز تھیں۔ جب اس نے پڑھنا شروع کیا تو
اس کی آواز بہت ہی صاف اور سریلی تھی۔

"وہ سنگتراش کا لڑکا چھینی ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔
اس کے سامنے سنگِ مرمر کا ایک بڑا پتھر تھا
اس کا چہرہ مسرت اور خوشی کی لہر سے مزین تھا
جیسے اس نے کسی فرشتہ صفت کو خواب میں دیکھا ہو
اس نے اپنے اس خواب کو پتھر پر ثبت کر دیا
اور اس مقصد کے لئے بہت سی تراش خراش کی
سنگتراش پر جنت کا سایہ پڑ رہا تھا
اس نے اس فرشتے کا نور دیکھ لیا تھا
ہم سب زندگی کے سنگتراش ہیں
لیکن ہماری زندگی ہمارے سامنے ناتراشیدہ حالت میں پڑی ہے
خدا کے احکام کے انتظار میں، اس گھڑی کے انتظار میں
ہماری زندگی کا خواب برابر گذر رہا ہے
ہمیں اس خواب کو اپنے دل پر نقش کر لینا چاہیئے۔
اور اس مقصد کے لئے بہت سی تراش خراش کرنی چاہیئے۔
اس کی جنت کا حسن ہمیں حاصل ہو جائے گا۔
اور پھر ہماری زندگی بھی اس فرشتے کی طرح ہو گی۔

اس نے ایک بھی غلطی نہیں کی اور نہ ہی کوئی لفظ چھوڑا۔ جب کیری تالیوں کے شور سے
گذر کر اپنی سیٹ کی طرف مسکراتی ہوئی چلی تو اس کے چہرے پر خوشی اور مسرت سے گلابی
پن آگیا تھا۔ لارا نے یہ دیکھ کر فخر محسوس کیا۔

اس کے بعد مسٹر اوون نے کہا اب ہم اپنی تاریخ کا آغاز سے موجودہ دور تک ایک جائزہ لیں گے، جسے لارا انگالس اور ایڈا رائٹ پیش کریں گے۔ لارا تم شروع کرو۔"

وقت آ گیا تھا۔ لارا کھڑی ہو گئی۔ کسی نہ کسی طرح وہ پلیٹ فارم پر پہنچ گئی۔ اس نے شروع کیا: "۱۴۹۲ء میں کرسٹوفر کولمبس نے امریکہ دریافت کیا تھا۔ کرسٹوفر کولمبس نے جو اٹلی میں ایک مقام جینوا کا رہنے والا تھا، بہت عرصے پہلے بھی ہندوستان کو جانے والا راستہ معلوم کرنے کی غرض سے مغرب کی سمت میں سفر کرنے کی اجازت مانگی تھی۔

ان دنوں اسپین پر ایک متحد حکومت تھی۔" اس کی آواز میں معمولی سی لرزش تھی اس نے اس میں استحکام پیدا کیا اور برابر بولتی رہی، وہ ان سب باتوں کو کہ وہ نیلے کشمیرے کا سوٹ پہنے کھڑی تھی، جو شاندار پیٹی سے اوپر کو تنا ہوا تھا اور ماں کا موتی لگا پن اس کی تھوڑی کے نیچے فیتے کی بیل میں لگا تھا اور اس کی پیشانی پر اس کے گھونگریالے بال منتشر ہو رہے تھے، حقیقی نہ سمجھ رہی تھی۔

اس نے اسپینی اور فرانسیسی کھوجیوں اور ان کی آبادیوں کا تذکرہ کیا۔ ولیہ کی گمشدہ کالونی کا، ورجینیا اور مساچوسیٹس میں انگریزوں کی تجارتی کمپنیوں کا۔ اُن ڈچ باشندوں کا جنہوں نے منہاٹن خرید کر ہڈسن کی وادی آباد کی تھی۔ سبھی کا تذکرہ کیا۔ پہلے تو وہ بہت روانی سے بولتی رہی مگر اس کے بعد اُسے سامنے بیٹھے ہوئے آدمیوں کا احساس ہونے لگا پاپا سب سے علیحدہ کھڑے تھے، جیسے ہی انہوں نے آہستہ سے اپنا سر ہلایا۔ ان کی نظریں لارا سے ملیں ان میں چمک تھی۔

اب وہ امریکہ کی عظیم الشان تاریخ پر بولنے لگی۔ اُس نے آزادی کے نئے تصور، نئی دنیا یعنی امریکہ میں مساوات، یورپ کے ظلم و تشدد اور جبر و استبداد کے خلاف جنگ، تیرہ نئی ریاستوں کی جنگِ آزادی، آئین کے لکھے جانے اور ان تیرہ ریاستوں کے متحد ہونے، سب کے بارے میں بتایا اور پھر چھڑی کے اشارے سے جارج واشنگٹن کی

طرف اشارہ کیا۔

جب وہ جارج واشنگٹن کے مفلوک الحال بچپن سے ان کی ایک سرویر کی حیثیت سے ملازمت، ڈوقینے کے قلعہ کی لڑائی میں فرانسیسیوں کے ہاتھ ان کی شکست اور پھر اُن کی برسوں جاری رہنے والی ہمت شکن جنگ کا تذکرہ کر رہی تھی تو صرف اس کی آواز کمرے میں گونجتی سنائی دی۔ اس نے ان کے پہلے صدر کی حیثیت سے بلا مقابلہ منتخب ہونے ملک کا راشٹرپتی بننے پہلی اور دوسری کانگریس کے قوانین منظور کرنے اور شمالی مغربی صوبوں کی تشکیل کے بارے میں بھی بتایا۔ پھر جون آدم کے بعد جیفرسن کا نمبر آیا، جنہوں نے آزادی کا دستور تصنیف کیا تھا۔ ورجینیا میں مذہبی آزادی اور ذاتی جائیداد کے حقوق دیئے تھے۔ ورجینیا کی یونیورسٹی قائم کی تھی۔ مسس پی اور کیلیفورنیا کے درمیان کی تمام زمین نئے ملک کی آبادی کے لئے خریدی تھی۔

اس کے بعد میڈیسن کا ذکر آیا۔ ۱۸۱۲ء کی جنگ، حملہ اور شکست راجدھانی اور واشنگٹن میں وہائٹ ہاؤس کا جلنا، امریکہ کے چند جہازوں کے ذریعہ لڑی گئی امریکنوں کی جانبازانہ لڑائیاں اور آخر میں اس فتح کا ذکر کیا جو حصول آزادی کا ذریعہ بنی۔

اس کے بعد مونرو کا نمبر آیا۔ جنہوں نے دنیا بھر کی پرانی اور طاقتور قوموں اور ان کے پٹھوؤں کو نئی دنیا (امریکہ) پر حملے کے ارادے سے باز رہنے کی تنبیہ کی تھی۔ اینڈریو جیکسن، ٹینسے سے گذر کر اسپینیوں سے لڑا تھا۔ اور فلوریڈا واپس لے لیا تھا۔ بعد میں متحدہ امریکہ نے ایمانداری سے اسپین کو اس کی قیمت ادا کر دی تھی۔

۱۸۳۰ء میں بہت کڑا وقت تھا، تمام بینک دیوالئے ہو گئے تھے، تمام تجارت رُک گئی تھی۔ تمام عوام بیکار ہو گئے تھے اور قحط سالی کا دور دورہ تھا۔ اس بار لارا نے چھڑی سے جون کوئنسی آدم کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے ان کے الیکشن کے بارے میں بتلایا۔ میکسیکو کے باشندوں کے بارے میں بھی بتایا۔ جنہوں نے آزادی کی جنگ میں حصہ لیا اور اس میں فتحیاب بھی ہوئے۔ اور اب وہ جہاں ان کا دل چاہے تجارت کر سکتے تھے۔ اسی طرح

سانتافی کے تجار میسوری سے گذر کر گئے تھے۔ انہوں نے میکسیکو سے تجارتی تعلقات قائم کرنے کے لئے ہزاروں میل لمبا ریگستان کا سفر طے کیا تھا، تب کہیں ان کی گاڑی کے پہئے کانساس کی زمین پر پہنچ پائے تھے۔ لارا کا پارٹ اب ختم ہو گیا تھا۔ ایڈا کا باقی تھا۔

اس لئے چھڑی رکھدی اور خاموش بیٹھے سامعین کے سامنے ادب سے جھکی تحسین و آفرین کی بلند آوازیں سن کر لارا پھولی نہ سماتی تھی۔ شور برابر بڑھتا گیا۔ یہانتک کہ اس نے محسوس کیا کہ اُسے درمیانی راستے سے گذر کر اپنی سیٹ پر جا بیٹھنا چاہیئے۔ تحسین و آفرین کی آواز اس وقت بھی جاری رہی جب وہ ایڈا کے قریب اپنی جگہ پر بیٹھ گئی، وہ کچھ نقاہت سی محسوس کر رہی تھی۔ جب تک مسٹر اودون نے ہاتھ کے اشارے سے منع نہیں کیا تحسین و آفرین کی آوازیں برابر جاری رہیں۔

لارا کا پورا وجود لرز رہا تھا۔ وہ ایڈا کی ہمت افزائی کے لئے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کیونکہ اُسے آرام کی ضرورت تھی اس لئے وہ بیٹھی ہی رہ گئی اور کچھ نہ کہہ سکی، اس نے شکر ادا کیا کہ آزمائش اور امتحان کا دور گذر چکا تھا۔

ایڈا نے بھی اپنا پارٹ اچھا ادا کیا۔ اس نے ایک بھی غلطی نہیں کی۔ لارا ایڈا کے لئے تحسین و آفرین کی آوازیں سنکر بہت خوش ہوئی۔

جب مسٹر اودون نے محفل برخاست کردی تو کلیسا سے باہر نکلنا بہت دشوار تھا سبھی لوگ سیٹوں کے درمیانی راستے میں کھڑے اسکول کی نمائش کی بابت بات چیت کر رہے تھے لارا نے دیکھا کہ مسٹر اودون بھی بہت خوش اور مسرور تھے۔ جب لارا اور کیری بھیڑ میں سے راستہ بناتیں۔ ماں کے پاس پہنچیں تو پاپا نے کہا "ارے میری چھوٹی گڑیا! تم نے تو کمال ہی کردیا"

"اور کیری تم نے بھی بہت اچھا پروگرام کیا"

"مجھے بھی تم دونوں پر فخر ہے" ماں نے کہا

"مجھے ایک ایک لفظ یاد رہا" کیری نے خوشی خوشی کہا۔

"مگر سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ مرحلہ طے ہو گیا۔" کیری نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"میں بھی بہت خوش ہوں۔" لارا نے کوٹ پہنتے ہوئے کہا۔

اُسی وقت لارا نے اپنے کوٹ کے کالر کے قریب ایک ہاتھ رینگتا ہوا محسوس کیا اور اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"میں بھی بہت خوش ہوں۔" لارا نے کوٹ پہنتے ہوئے کہا۔

اُسی وقت لارا نے اپنے کوٹ کے کالر کے قریب ایک ہاتھ رینگتا ہوا محسوس کیا اور اس نے کسی کو کہتے سنا "گڈ ایوننگ، مسٹر انگالس۔" اس نے دیکھا تو المنزو وائلڈر تھا۔

لارا اور المنزو نے جب تک وہ کلیسا سے نکل کر، بابا کی لالٹین کی روشنی میں پہنچ گئے، کوئی بات نہ کی۔ ہوا تھم گئی تھی۔ فضا میں خنکی تھی۔ ہر طرف سکوت چھایا تھا اور برف چاندی کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ المنزو نے کہا "مجھے آپ سے یہ پوچھنا چاہئے کہ آیا میں آپ کو گھر چھوڑ آؤں؟" "جی ہاں" لارا نے کہا "جب آپ آ ہی گئے ہیں تو ——"

"اس بھیڑ سے نکلنا اچھی خاصی کشمکش تھا" اس نے بتایا۔ وہ ایک منٹ تک خاموش رہا اور اس نے پھر وہی جملہ دہرایا "کیا میں آپ کو گھر تک چھوڑ آؤں؟" یہ سن کر لارا کو ہنسی آ گئی اور المنزو بھی اس ہنسی میں شریک ہو گیا۔

"جی ہاں" لارا نے پھر کہا۔ اسے یہ حیرت تھی کہ جب وہ عمر میں اس سے بڑا بھی تھا تو ایسی احمقانہ باتیں کیوں کرتا تھا۔ اگر کبھی بابا نہ ہوتے تو مسٹر بوسٹ یا بابا کے کوئی دوسرے دوست لارا کو گھر چھوڑ آتے تھے۔ مگر اس وقت تو بابا بھی موجود تھے۔ وہ خوب کھل کر ہنسی۔ المنزو بھی چیزوں میں دلچسپی لیتا تھا۔ شاید اس کے بھورے مورگن گھوڑے مین اسٹریٹ میں بندھے تھے اسی لئے وہ اس طرف جا رہا تھا۔ "کیا آپ کے گھوڑے مین اسٹریٹ میں بندھے ہیں؟" لارا نے المنزو سے پوچھ ہی ڈالا۔ "نہیں تو" المنزو نے جواب دیا۔

"میں نے انھیں کلیسا کے جنوبی حصے میں، کمبل سے ڈھانپ کر، ہوا سے محفوظ جگہ پر کھڑا کر دیا تھا۔" پھر وہ کہنے لگا "میں ایک مستول والی کشتی بنا رہا ہوں۔"

المنزو نے راستے میں کوئی ایسی بات کہی تھی جس سے لارا کو ایک موہوم سی امید پیدا ہوئی وہ سوچنے لگی کہ ان گھوڑوں کے پیچھے۔ اس برفانی کشتی پر سواری کرنا کس قدر عجیب رہے گا۔ اگرچہ لارا کا دل سواری کرنے کو بہت چاہ رہا تھا مگر المنزو نے اس سلسلے میں، اس سے کچھ نہ پوچھا تھا۔

"اگر یہ برف اسی طرح رہی تو برف پر خوب پھسلائی ہو سکے گی"، المنزو نے کہا "ایسا لگتا ہے کہ ابھی ایک ہلکی سی سردی اور پڑے گی" اس لئے بات جاری رکھی۔

"جی ہاں، ایسا ہی لگتا ہے" لارا نے جواب دیا۔ اب تو اسے یقین ہو چلا تھا کہ وہ اس سے سواری کے بارے میں نہیں پوچھے گا۔

"کشتی بنانے میں تھوڑا سا وقت لگتا ہے۔ اور پھر میں اس پر رنگ بھی کرنا چاہتا ہوں۔ دو طرح کا رنگ کروں گا۔ بس یوں سمجھو کہ کرسمس کے کچھ دن بعد تیار ہو جائے گی کیا تمہیں بھی برف پر پھسلنا پسند ہے؟" اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے پوچھا۔

لارا کو ایسا لگا جیسے اس کا دم گھٹ رہا ہو "اس بارے میں کیا عرض کروں" اس نے کہا "میں نے کبھی سواری نہیں کی" اس کے بعد اس نے ہمت کر کے کہا "مگر مجھے سواری کرنا پسند ضرور ہے۔"

"اچھی بات ہے" المنزو نے کہا "میں جنوری کے مہینے میں کسی دن بھی آ جاؤں گا۔ ہو سکتا ہے تم تھوڑا بہت گھومنا پسند کرو کسی سنیچر کو ہی سہی — کہو! کیا تمہارے لئے مناسب رہے گا؟"

"ہاں، ہاں بالکل ٹھیک رہے گا" لارا نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا "بہت خوب، چند ہفتوں میں اگر موسم ایسا ہی رہا تو میں ضرور آ جاؤں گا۔" اس نے کہا۔ وہ گھر کے دروازے

پر پہنچ گئے تھے۔ المنزو نے تعظیماً اپنی ٹوپی اُتاری اور گڈ نائٹ کہکر چلا گیا۔

لارا ایک رقصندہ جنبش کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی۔

"پاپا، ماں، مسٹر واُلمڈر ایک مستقل کشتی بنا رہے ہیں اور مجھے اسپیر سواری کے لئے مدعو کر رہے ہیں۔ آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

ماں اور پاپا نے ایکدوسرے کی جانب سنجیدگی سے دیکھنے لگے۔ لارا نے پھر جلدی سے کہا "کیا میں جا سکوں گی؟ کیا آپ لوگ مجھے اجازت دیں گے؟"

"جب تمہیں جانا ہوگا۔ اسی وقت بتائیں گے" ماں نے جواب دیا۔ مگر پاپا کی نظروں میں مہربانی کی جھلک تھی۔ جسے دیکھ کر لارا کو یہ یقین ہو گیا کہ جب وقت آئے گا تو اُسے سواری پر جانے کی اجازت ضرور مل جائے گی۔ وہ سوچنے لگی کہ ان خوبصورت گھوڑوں کے پیچھے، خنک اور خوشگوار فضا میں، رواں دواں، پانی کی طرح بہے چلے جانا کس قدر پُرلطف ہوگا اور وہ یہی سوچتے سوچتے خوشی سے جھوم اُٹھی "کیا نیلی اور لیس یہ سب دیکھ کر دیوانی نہ ہو جائے گی؟"

پچیسواں باب

دسمبر میں غیر متوقع

اگلا دن خالی خالی اور غیر دلچسپ سا تھا۔ اب بار کی بھی بغیر میری کے کرسمس منایا جا رہا تھا۔ کیری اور گریس کیلئے تحفے چھپا کر رکھے گئے تھے۔ اگرچہ کرسمس کل تھا پھر بھی ماں اور پاپا نے میری کی طرف سے بھیجا گیا کرسمس بکس اسی دن صبح کو کھول لیا۔

اسکول سے ایک ہفتے کی چھٹی تھی۔ لارا جانتی تھی کہ اُسے وقت پڑھنے میں لگانا چاہیئے مگر اس کا دل کتابوں میں نہ لگا۔

"میری کے نہ ہوتے گھر پر پڑھتے میں کوئی لطف ہی نہیں ہے" اس نے کہا۔ "ڈنر ہو چکا تھا گھر قرینے سے سجا ہوا تھا۔ مگر میری کے جھولا کرسی میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے گھر خالی خالی لگتا تھا۔ لارا کمرے میں کھڑی چاروں طرف اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے کسی کھوئی ہوئی چیز کو تلاش کر رہی ہو" ماں نے اپنا چرچ کا اخبار نیچے رکھتے ہوئے کہا "بھئی اب تو میری کی عدم موجودگی مجھے بھی اکھرنے لگی ہے۔ مشنری کا تحریر کردہ یہ ٹکڑا بہت دلچسپ ہے۔ مگر میں اتنے طویل عرصے تک میری کو زور زور سے پڑھ کر سناتی رہی ہوں کہ اب میرے لئے تنہا پڑھنا مشکل ہے"

"میرا دل تو یہی کہتا ہے کہ وہ نہ گئی ہوتی" لارا نے کہا۔ یہ سن کر ماں نے تنبیہ کی کہ اسے ایسا نہیں سوچنا چاہئے۔

"وہ بہت محنت سے پڑھ رہی ہے۔ اور یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ وہ کتنی بہت سی چیزیں سیکھ رہی ہے سینے کی مشین چلانا، پیانو بجانا۔ اور موتیوں کا عمدہ اور نفیس کام کرنا"

وہ دونوں میری کے بنائے اور کرسمس کے موقع پر سب گھر والوں کے لئے تحفے کے طور پر بھیجے گئے تار میں پرونے کے سفید اور چھوٹے باریک موتیوں سے بنے گلدستے کو دیکھنے لگیں جو لارا کے قریب بچھے ٹیبل کلاتھ پر رکھا تھا۔ جب ماں باتیں کر رہی تھیں، لارا گلدستے کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی اور اس کی موتیوں کی جھالر کو انگلیوں سے چھو کر دیکھنے لگی۔

"مجھے ذرا سی فکر اس رقم کے سلسلے میں ہے جو اس کے موسم گرما کے کپڑوں پر خرچ ہونا ہیں اور وہ جو اس کے خرچ کے لئے بھیجنا ہیں۔ اُسے نابینا لوگوں کے نظام تحریر کے مطابق لکھنے والی" ایک ذاتی سلیٹ کی بھی ضرورت ہے جو کافی مہنگی ہوتی ہیں"

"آنے والے دو مہینوں کے بعد میں سولہ سال کی ہو جاؤں گی" لارا نے پُر امید انداز میں کہا "ہو سکتا ہے کہ مجھے آئندہ موسم گرما میں ٹیچر سرٹیفکٹ مل جائے"

"اگر تم آئندہ سال ایک سال بڑھا لوگی تو ہم میری کو موسم گرما کی چھٹیاں گذارنے کے لئے گھر بلالیں گے" ماں نے کہا "اُسے گھر سے گئے بہت دن ہو گئے۔ اُسے کچھ دن کے لئے گھر ضرور آنا چاہیے اور اس میں صرف ریل کا کرایہ ہی تو صرف ہوگا مگر ہمیں پانی سے آگے پال نہیں باندھنا چاہیے"

"اچھا ہے میں کسی نہ کسی طرح پڑھتی رہوں" لارا نے سرد آہ بھر کر کہا۔ اسے اپنی بڑھتی ہوئی سستی پر بہت ندامت تھی جبکہ میری جو دیکھ نہ سکتی تھی اس نے باریک موتیوں کا کس قدر عمدہ کام کیا تھا۔

ماں پھر اپنا اخبار پڑھنے میں مصروف ہو گئیں اور لارا اپنی کتابوں پر جھک گئی مگر وہ خود کو اپنے آلس پن سے بیدار نہ کر سکی۔ "مسٹر بوسٹ آرہے ہیں اور ان کے ساتھ ایک صاحب اور بھی ہیں، وہ دروازے پر آگئے ہیں" کھڑکی سے کیری نے پکار کر کہا۔

"وہی معلوم ہوتے ہیں" ماں نے کہا۔

لارا نے دروازہ کھولا اور مسٹر بوسٹ یہ کہتے ہوئے "بھئی تم سب لوگ اچھی طرح تو ہو؟" اندر داخل ہوئے "ہاں اور یہ مسٹر مرو سٹر ہیں" مسٹر بوسٹ کے بوٹ، ان کی موٹی جیکٹ اور ان کے ہاتھوں کو دیکھنے سے ہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کسی بستی کے رہنے والے ہیں۔ ان کا حلیہ ایسا تھا کہ انہیں اپنے بارے میں کچھ بتانے کی ضرورت نہ تھی "آپ لوگوں کے مزاج تو اچھے ہیں؟" ماں نے ان کے لئے کرسیاں سرکاتے ہوئے کہا "مسٹر انگالس قصبے میں کسی کام سے گئے ہوئے ہیں، مسٹر بوسٹ کیسے ہیں؟ انھیں آپ کے ساتھ نہ دیکھ کر مجھے کچھ مایوسی سی ہوئی"

"میرا تو آنے کا ارادہ نہ تھا" مسٹر بوسٹ نے کہا "بس ہم اس نوجوان لڑکی سے کچھ باتیں کرتے چلے آئے" یہ کہتے ہوئے ان کی نگاہیں لارا پر جم گئیں۔

یہ دیکھ کر لارا چونک پڑی۔ وہ بالکل سیدھی۔ تنی ہوئی بیٹھی تھی جیسا کہ ماں نے اسے

سکھایا تھا۔ اُس نے اپنے دونوں ہاتھ گود میں رکھ لیئے تھے اور اپنے جوتوں کو اسکرٹ کے نیچے کر لیا تھا۔ اس کا سانس رکا جاتا تھا۔ مسٹر ویسٹ کی لارا سے باتیں کرنے سے کیا مراد تھی، وہ کچھ نہ سمجھ سکی۔

"وہ کہنے لگے "لیو بریوسٹر اپنے ضلع میں ایک نیا اسکول کھولنے والے ہیں جس کے لئے انہیں ایک ٹیچر کی تلاش ہے۔ وہ کل رات اسکول کی نمائش میں شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اصل میں لارا جیسی ٹیچر کی ہی انہیں ضرورت ہے۔ میں نے بھی انہیں یہی مشورہ دیا ہے کہ لارا سے بہتر انہیں کوئی دوسرا نہیں مل سکتا"

لارا کا دل یہ باتیں سن سن کر کبھی خوشی سے اچھلنے لگتا اور کبھی خوف سے بیٹھ جاتا تھا۔

"ابھی میری عمر بہت کم ہے۔" لارا نے کہا۔

"جب تک کوئی نہ پوچھے، تمہیں اپنی عمر بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تو سوال یہ ہے کہ اگر ضلع کے سپرنٹنڈنٹ تمہیں سرٹیفکیٹ دیدیں، تو کیا تم اس اسکول میں پڑھانا چاہوگی؟" مسٹر ویسٹ نے مشفقانہ انداز میں کہا۔

"لارا کچھ نہ بولی وہ ماں کی طرف دیکھنے لگی۔ مسٹر بریوسٹر اسکول کہاں ہے؟" ماں نے پوچھا

"یہاں سے کوئی بارہ میل کے فاصلے پر جنوب میں ہے" مسٹر بریوسٹر نے جواب دیا۔ یہ سُن کر لارا کا دل اور بھی بیٹھ گیا۔ یہاں سے اتنی دور، اجنبیوں کے درمیان بغیر کسی کی مدد کے اسے خود پر ہی بھروسہ کرنا ہوگا۔ اسکول کا عرصہ تعلیم ختم ہونے سے پہلے وہ گھر بھی تو نہ آسکے گی اور بارہ میل آنا جانا ویسے بھی بہت مشکل تھا۔

مسٹر بریوسٹر نے سلسلہ کلام جاری رکھا "یہ پردوس کی ایک چھوٹی سی بستی ہے وہاں ابھی پوری طرح آبادی بھی نہیں ہے۔ ہمارے اسکول کی تعلیمی مدت دو مہینے سے زیادہ نہ ہوگی اور ہم صرف بیس ڈالر ماہانہ تنخواہ اور رہنے کا انتظام کر سکتے ہیں۔"

"جی ہاں، پیسے تو معقول ہیں" ماں نے کہا۔

لارا سوچنے لگی کہ دو مہینے میں چالیس ڈالر ہو جائیں گے۔ چالیس ڈالر! پہلے اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اتنا روپیہ کما سکتی ہے۔

"مجھے یقین ہے کہ مسٹر انگلس آپ کے مشورے پر اعتماد کریں گے" ماں نے مزید کہا

"لیو بریوسٹر اور میں ایک دوسرے کو اس وقت سے جانتے ہیں جب ہم مشرقی بستی میں رہتے تھے" مسٹر ویسٹ نے کہا "اگر لارا اس پیشکش کو قبول کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا رہے گا۔"

یہ سب باتیں سن کر لارا کا دل جوش اور مسرت سے اس قدر لبریز ہو گیا کہ وہ بول بھی نہ سکی "کیوں نہیں۔ ہاں" اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ "اگر ممکن ہوا تو میں اسکول میں ضرور پڑھاؤں گی۔"

"تو پھر ہمیں جلدی کرنی چاہیئے" مسٹر ویسٹ اور مسٹر بریوسٹر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ولیم قصبے میں ہی ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ گھر کے لئے روانہ ہو جائے ہم اسے جا پکڑیں۔ وہ یہاں آ کر ابھی تمہارا امتحان لے گا۔"

وہ ماں سے خدا حافظ کہہ کر چلے گئے۔

"اور ماں، کیا آپ کو یقین ہے کہ میں امتحان پاس کر لوں گی؟" لارا نے گھبرا کر پوچھا۔ "لارا مجھے کامل یقین ہے کہ تم پاس کر لو گی" ماں نے کہا۔

"نہ تمہیں زیادہ خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے اور نہ ہی خوفزدہ ہونا چاہیئے اس کا کوئی موقع نہیں ہے۔ بس یوں سمجھو کہ یہ بھی اسکول کا امتحان ہے بس تم پاس کر لو گی۔"

کیری تھوڑی دیر بعد پھر چلائی "اب وہ آ رہے ہیں؟" میں نے جو کہا، ماں کیا وہ ٹھیک نہیں ہے؟" کیری نے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک نہیں ہے" ماں نے جواب دیا۔

"فکر کی لو ہے کی دوکان کے اس پار" کیری چلائی۔

دروازے پر دستک ہوئی۔ ماں نے دروازہ کھولا۔ ایک لمبا تڑنگا آدمی، جس کا چہرہ بشاش اور عادات مخلصانہ تھیں، دروازے پر کھڑا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ ولیم، ضلع کا سپرنٹنڈنٹ تعلیمات ہے۔

"تو آپ ہیں وہ نوجوان خاتون جو سرٹیفکٹ چاہتی ہیں؟" اس نے لارا سے کہا۔ "تمہارا کوئی خاص امتحان لینے کی ضرورت تو ہے نہیں، میں نے کل رات تمہیں اسکول کی نمائش میں سنا تھا تم نے سبھی سوالوں کے جواب ٹھیک دیئے تھے۔ بہر حال میز پر رکھی

سلیٹ اور پنسل اٹھاؤ، ہم یہاں بھی تھوڑے بہت سوال کر لیں۔

وہ دونوں میز پر بیٹھ گئے۔ لارا نے حساب کے سوال نکالے۔ ہجے سنائی۔ جغرافیہ کے متعلق پوچھے گئے سوالوں کے جواب دیئے۔ اس نے سیزر کی موت پر مارک انٹونی کی تقریر پڑھ کر سنائی۔ مسٹر ولیم سے وہ بالکل نہ گھبرائی اور اپنی سلیٹ پہ جملے لکھ لکھ کر ان کی ترکیب نحوی کرتی رہی۔

Scaling yonder peak, I saw an eagle, wheeling near its brow.

"آئی" ضمیر شخصی ہے اور واحد متکلم۔ یہاں فعل "سا" کے فاعل کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے جو فعل متعدی "ٹو سی" کے زمانۂ ماضی کو ظاہر کرتا ہے۔ "سا" کا مفعول اسم عام "ایگل" ہے جس میں مفاصل واحد "این" لگا دیا گیا ہے۔

(I) (Saw) (eagle)

(Scaling) (peak) (an)

(Wheeling)

Yonder.

(brow)

(near) (its)

"اسکیلنگ یونڈر پیک" جملہ حالیہ ہے متعلق بہ ضمیر شخصی "آئی" ہے اس لئے "قائم بالغیر ہے" "وہیلنگ" فعل لازم "ٹو وہیل" کا اسم حالیہ ہے۔ یہاں متعلق بہ اسم

"اینگل" استعمال ہوا ہے۔ اس لئے قائم بالغیر ہے۔ "فیر الٹس برو" جملہ رابطیہ ہے" اور متعلق بہ فعل "ٹو وہیل" کا اسم حالیہ ہے۔ اس لئے قائم بالغیر ہے۔ اسی قسم کے چند جملے پوچھنے کے بعد مسٹر ولیم مطمئن ہو گئے۔

"تاریخ تمہارا امتحان لینے کی ضرورت ہی نہیں" انہوں نے کہا "میں نے کل تاریخ پر تمہارا تبصرہ سنا تھا۔ میں تمہارا گریڈ ذرا کم کر دوں گا۔ کیونکہ آئندہ سال سے پہلے میں تمہیں تیسرے درجے کے سرٹیفکٹ کے علاوہ کچھ اور نہیں دے سکتا۔ کیا میں قلم اور روشنائی لے سکتا ہوں؟" انہوں نے ماں سے پوچھا۔

"ادھر ڈیسک پر رکھے ہیں" ماں نے انہیں بتایا۔

وہ پاپا کے ڈیسک پر بیٹھ گئے اور اس پر ایک سادہ سرٹیفکٹ رکھا تھوڑی دیر تک جب تک مسٹر ولیم لکھتے رہے تو ان کی آستین کے کاغذ پر گھسنے کی آواز کے علاوہ کوئی اور آواز نہ تھی۔ انہوں نے قلم کی نب کو جھاڑن سے صاف کیا اور سیاہی کی دوات میں ڈاٹ لگا کر، اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہنے لگے۔

"یہ لیجئے مس انگالس" بریوسٹر نے مجھ سے کہدیا تھا کہ میں تمہیں بتا دوں کہ اسکول آئندہ پیر کے دن کھل رہا ہے اور وہ تمہیں اپنے ساتھ لیجانے کے لئے ہفتے یا اتوار کو آئیں گے بشرطیکہ موسم ٹھیک رہا۔ تم جانتی ہی ہو کہ اسکول جنوبی سمت میں بارہ میل دور واقع ہے۔

"جی ہاں، مسٹر بریوسٹر نے بھی یہی بتایا تھا" لارا نے جواب دیا "اچھا، میں چلا، میں آپ کی خوش قسمتی کا متمنی ہوں" انہوں نے بہت خوش اخلاقی سے کہا۔

"بہت بہت شکریہ جناب" لارا نے جواب میں کہا۔

"جب وہ ماں سے خدا حافظ کہکر چلے گئے تو انہوں نے سرٹیفکٹ پڑھنا شروع کیا۔

محکمۂ تعلیم

ڈکوٹا — ضلع کنگسبری

ٹیچرس سرٹیفکٹ

تصدیق کی جاتی ہے کہ مس لارا انگالس کا امتحان لیا گیا ہے اور وہ پڑھائی، علم ہجا، لکھائی، حساب، جغرافیہ، انگریزی گرامر اور تاریخ کی تعلیم دینے کی اہل پائی گئی ہیں۔ ان کے عمدہ اخلاق کی ضمانت کی تحریری شہادتیں بھی دیکھ لی گئی ہیں۔ اس لئے انہیں تیسرے درجے کے سرٹیفکٹ کے ذریعے ملک کے کسی بھی اسکول میں برائے مدت بارہ ماہ، مندرجہ بالا مضامین پڑھانے کی اجازت دی جاتی ہے۔

مورخہ ۲۴ دسمبر سنہ ۱۸۸۲ء

دستخط۔ جیو۔ اے۔ ولیمس
سپرنٹنڈنٹ آف اسکولس
ضلع کنگسبری۔ ڈکوٹا۔

نتیجۂ امتحان

پڑھائی: ۴۶، لکھائی: ۷۵، تاریخ: ۸۹، انگریزی گرامر: ۸۱،
حساب: ۸۰، جغرافیہ: ۸۵

جب پاپا گھر میں داخل ہوئے تو لارا کمرے کے بیچ میں ایک سرٹیفکٹ ہاتھ میں لئے کھڑی تھی۔

"یہ کیا ہے لارا؟" انہوں نے پوچھا "مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے تم اس کاغذ سے اس طرح ڈر رہی ہو جیسے یہ تمہیں کاٹ ہی کھائے گا۔"

"پاپا۔ میں اسکول ٹیچر ہو گئی۔" لارا نے کہا۔

"کیا؟" پاپا نے کہا "کیرولین کیا یہ سچ ہے؟"

"اسے پڑھیئے تو" لارا نے کہا۔ لارا نے سرٹیفکٹ پاپا کو دیدیا اور خود بیٹھ گئی اور کہنے لگی "انہوں نے مجھ سے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ میری عمر کتنی ہے!"

جب پاپا سرٹیفکٹ پڑھ چکے اور ماں نے انہیں اسکول کے بارے میں بتایا تو انہوں نے کہا "میرا دل ناچ اٹھنے کو چاہتا ہے" یہ کہکر وہ بیٹھ گئے اور ایکبار پھر آہستہ آہستہ سرٹیفکٹ پڑھنے لگے

"بہت خوب" انہوں نے کہا "پندرہ سال کی لڑکی کیلئے تو یہ بہت ہی فخر کی بات ہے"

وہ بہت دل کھول کر بات کرنا چاہتے تھے مگر ان کی آواز میں کچھ کھوکھلا پن تھا۔ کیونکہ میری کے چلے جانے کے بعد اب لارا بھی جا رہی تھی۔

لارا نے اس بارے میں کہ گھر سے بارہ میل دور اجنبیوں میں رہ کر اسکول میں پڑھانا ہوگا سوچا ہی نہیں۔ وہ اس بارے میں سوچنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ اس کا دل جانے کو بھی چاہتا تھا۔ اس نے سوچا کہ اس بارے میں جس قدر کم سوچا جائے بہتر ہوگا۔ کیونکہ اس کا جانا ضروری تھا اور جو کچھ بھی پیش آئے اس کا مقابلہ بھی اسے کرنا چاہیئے تھا۔

"اب میری کو اس کی ضرورت کی تمام چیزیں مل سکیں گی اور وہ اس سال موسم گرما کی چھٹیوں میں گھر بھی آسکے گی" لارا نے کہا۔

"پاپا، آپ کا خیال ہے، کیا میں اسکول میں پڑھا سکتی ہوں"

"کیوں نہیں لارا" پاپا نے کہا "مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے"